

# معارفِ محسن

ترتیب

فخرِ قمر الزمانِ مصباحی ایمان

حسبِ قوامِ ایش

مولانا اکبر علی فاروقی

مکتبہ محسن ملتان کمیٹی

یہ کتاب مکمل کتاب ہے جس میں ۱۰۰ سوال و جواب ہیں



# معارفِ محسنِ ملت

ترتیب

محمد قمر الدقان مصباحی اہل

حسب فرمائش

مولانا اکبر علی فاروقی

مکتبہ محسنِ ملت کمپنی

پتہ: محلہ کلاں، تحصیل کلاں، ضلع کلاں، پاکستان

### معارف محسن ملت

نام کتاب	-----
مرتب	مولانا محمد قمر الزماں مصباحی مظفر پوری
حسب فرمائش	مفکر اسلام حضرت مولانا اکبر علی فاروقی
نظر ثانی	ڈاکٹر امجد رضا امجد پٹنہ
کمپوزنگ	ڈاکٹر ابرار قادری
پروف ریڈنگ	ڈاکٹر سید شتیق الرحمن
سن اشاعت	۱۴۳۱ھ ۲۰۱۰ء
ہدیہ	۱۵۰/روپے
تعداد	گیارہ سو

### ﴿ملنے کے پتے﴾

- ☆ محسن ملت یونانی میڈیکل کالج، بیجنا تھ پارہ، رائے پور (چھتیس گڑھ)
- ☆ دارالعلوم محسن ملت، ملت کا پبلیکس، نیر مسلم ہال، بیجنا تھ پارہ، رائے پور (چھتیس گڑھ)
- ☆ مدرسہ رضائے مصطفیٰ، محمد پور مبارک، مظفر پور (بہار)
- ☆ جامعہ مدینۃ العلوم، گاندھی نگر، درگ (چھتیس گڑھ)
- ☆ مدرسہ چمن اسلام، بادل کیرا، مہاسمند (چھتیس گڑھ)
- ☆ دارالعلوم امام اعظم، دلی راجہرا، درگ (چھتیس گڑھ)
- ☆ مدرسہ عربیہ نویشیہ، آمانا کا، کونا، رائے پور (چھتیس گڑھ)
- ☆ دارالعلوم فیضان سید شیر علی آغا تاج نگر، گئی کھدان، رائے پور (چھتیس گڑھ)
- ☆ غریب نواز ایجوکیشن سوسائٹی، وارڈ نمبر ۹، موتی گیرا، پرسا، مہوتری، نیپال
- ☆ دارالعلوم مجاہد ملت، دھنپوری شہڈول (ایم۔ پی۔)
- ☆ مدرسہ حامد یہ شمس العلوم، خیر با، شہڈول (ایم۔ پی۔)
- ☆ مدرسہ اشرفیہ امیر العلوم، مہاسمند (چھتیس گڑھ)
- ☆ مدرسہ رضویہ برکاتیہ گڑھیاری، رائے پور (چھتیس گڑھ)

## انتساب

خواجہ خواجگاں، عطائے رسول سلطان الہند حضرت سید ناسر کار خواجہ غریب نواز

و

سلطان العارفین حضرت سید ناسر کار قطب الدین بختیار کاکی

و

زبدۃ الکاملین حضرت سید ناسر کار نظام الدین اولیا محبوب الہی

و

تارک السلطنت حضرت سید ناسر کار مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی

و

قطب دیوہ سید ناسر کار وارث پاک

و

مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خاں قادری علیہم الرحمہ کے

نام

جن کی دینی، مذہبی اور تبلیغی خدمات کی خوشبو سے ملک ہند کا خطہ خطہ معطر ہے

(اور)

جن کے مقدس قدموں کے نشانات کفر و بدعات کی شب و بجور میں

آج بھی چراغ ہدایت ہیں

خاکپائے اولیاء

اکبر علی فاروقی

## نذر عقیدت

جماعت اہل سنت کی اُن عالمگیر اور ہمہ جہت شخصیات کی بارگاہوں میں

عقیدت کی کلیاں پیش ہیں

جن کے

علمی، ادبی اور دعوتی کارنامے ماضی کے اوراق میں پوشیدہ ہیں

اور

ہزار کوششوں کے باوجود نئی نسل ان کی چمکتی سیرت سے روشنی حاصل کرنے میں

ناکام ہے

فقط

محمد قمر الزماں مصباحی

## نذر محبت

محسن ملت کے شہزادہ اکبر حضرت مولانا فاروق علی فاروقی کی

خدمت میں

محبت کے پھول پیش ہیں جنہوں نے زندگی کی ۴۵/ بہاریں دیکھنے کے بعد

داعی اجل کو لبیک کہا لیکن اُن کی خاموش مزاجی، سنجیدگی اور سادگی کا تذکرہ

آج بھی لوگوں کی زبانوں پر ہے

اور

جنہوں نے حضرت مولانا اکبر علی فاروقی کی شکل میں اپنی فکر و شعور کا ایسا جانشین چھوڑا

جو آپ کے ادھورے خوابوں کی تکمیل میں مصروف ہیں

فقط

محمد قمر الزماں مصباحی



## مشمولات

9	شذرات..... محمد قمر الزماں مصباحی
21	اپنی بات..... مولانا اکبر علی فاروقی

## تاثرات

	☆ حضرت مفتی محمود احمد رفاقتی ☆ حضرت مولانا عبدالحفیظ مبارکپوری
	☆ مولانا ڈاکٹر حسن رضا خان پٹنہ ☆ سید موسیٰ نظامی دہلی ☆ مولانا محمد حسین ابوالحقانی
34-25	☆ مفتی اشرف رضا قادری ممبئی ☆ مولانا رحمت اللہ صدیقی ممبئی

## تنویر حیات

37	محسن ملت فیض یافتہ اعلیٰ حضرت..... حضور برہان ملت
39	محسن ملت ایک عظیم مجاہد..... حضور ربیعان ملت
40	محسن ملت حیات و خدمات..... ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری
55	محسن ملت ارباب علم و دانش کی نظر میں..... مولانا محمد قمر الزماں مصباحی
97	محسن ملت ایک ہمہ جہت شخصیت..... مولانا محمد علی فاروقی مصباحی
115	محسن ملت داعی الی الحق..... مولانا سید محمد حسینی مصباحی

## ملی و مذہبی خدمات

121	محسن ملت ایک پُر سوز داعی..... مفتی انور نظامی مصباحی
148	محسن ملت ایک کثیر الجہات شخصیت..... ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی
152	محسن ملت اور ان کی قومی خدمت..... مفتی عبدالحلیم اشرفی
156	محسن ملت اور تحفظ سنیت..... مولانا عبدالمبین نعمانی
164	محسن ملت اپنے مجاہدانہ کردار کے آئینے میں..... ڈاکٹر سید شمیم گوہر مصباحی

171	محسن ملت اور ان کی قائدانہ بصیرت..... مفتی نذیر القادری مصباحی
180	محسن ملت عزم و ہمت کی داستان..... مولانا سید اجمل حسین اشرفی
186	محسن ملت ایک بالغ نظر قائد..... مفتی محمد عالم نوری مصباحی
197	محسن ملت ایک وفادار مجاہد..... مولانا راشد القادری
200	محسن ملت اور ان کی کرامتیں..... مولانا منصور عالم اشرفی

## سیاسی خدمات

207	محسن ملت اور ان کی سیاسی قیادت..... علامہ مشتاق احمد نظامی
210	محسن ملت اور ان کا سیاسی کردار..... علامہ ارشد القادری
215	محسن ملت اور ان کی سیاسی بصیرت..... مولانا وارث جمال قادری
253	آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ..... ڈاکٹر امجد رضا امجد
265	محسن ملت بحیثیت مجاہد آزادی..... ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم
281	محسن ملت مدھیہ بھارت کے عظیم مسیحا..... مولانا سید ظل حسن
283	ہمارا خون بھی شامل ہے..... مولانا انیس عالم بغدادی
287	محسن ملت ایک آفاقی شخصیت..... ڈاکٹر رشید احمد فاروقی
294	محسن ملت اکابرین کی نظر میں ناقدانہ مطالعہ..... ڈاکٹر چاند نظامی

## منظومات

301	محسن ملت زندہ باد..... مولانا سید علی احمد سیوانی
304	بہار کی صورت..... مفتی شمیم القادری
305	محسن ملت السلام..... مولانا صلاح الدین مصباحی
307	خراج عقیدت..... ڈاکٹر نعیم ساحل الہ آبادی
308	محسن ملت کی ذات..... ڈاکٹر فاطمہ رضوی

## شذرات

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ (۱۸۸۹ء/۱۹۶۸ء) کی تابدار شخصیت کسی اعتبار سے محتاج تعارف نہیں۔ ایک مخلص قائد، پُرسوز داعی، صاحب نظر عالم دین، مسلک اعلیٰ حضرت کے پُر جوش ترجمان، بے باک مجاہد اور جنگ آزادی کے عظیم رہنما کی حیثیت سے تاریخ کی پیشانی پر آج بھی آپ کا نام روشن ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی بارگاہ سے حکمت و دانائی، سیاسی بالغ نظری، دور اندیشی، مناظرہ طمطراق اور علم و شعور کا سارا سرمایہ حاصل کرنے کے بعد پورے اخلاص و للہیت اور جذبہ و لگن کے ساتھ دین و ملت کی ناقابل فراموش خدمات انجام دیں۔ آپ نے اپنی تبلیغ کے لئے جس زمین کا انتخاب کیا وہ علاقہ کفر کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا اور جو مسلمان تھے وہ غیر شرعی رسومات کی لعنت میں مبتلا تھے۔ حضرت سیدنا سرکار خواجہ غریب نواز، حضرت محبوب الہی، حضرت مخدوم سمنان کچھوچھوی اور حضرت وارث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فیضان و کرم کا سہارا لے کر آگے بڑھے اور جدھر سے گزرے اسلام و سنیت کی خوشبو بکھیرتے چلے گئے۔

صداقت کا چہرہ ہمیشہ صاف و شفاف ہوتا ہے۔ ماضی کی کالی کچھ دنوں کے لئے اسے دھندلا تو کر سکتی ہے مگر ہمیشہ کے لئے چھپا نہیں سکتی۔ محسن ملت علیہ الرحمہ کی



تاریخ ساز شخصیت کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ کچھ سالوں تک آپ کی نورپاش شخصیت کے آئینے پر بے توجہی کی کائی جی رہی اور آج وصال کے چالیس سال کے بعد کائی کی تہہ بہ تہہ پر تیں کھل رہی ہیں، تاریکیاں سمٹ رہی ہیں، حقائق سامنے آرہے ہیں، ان کا زندہ کردار، ان کا سوز دروں، ان کی چمکتی سیرت، ان کے خوبصورت کارنامے اور ان کی حیات و خدمات کے نئے نئے باب واہورہے ہیں اور قدم قدم پر ان کی عظمت و شوکت کے چراغ کا اُجالا پھیل رہا ہے۔

جہاں رہے گا وہیں روشنی لٹائے گا

چراغ کا اپنا کوئی مکاں نہیں ہوتا

غالباً ۱۹۸۵ء کی بات ہے جب میں نے پہلی بار الجامعۃ الاشرفیہ کے علمی کیمپ میں قدم رکھا۔ داخلے کی کاروائی پوری ہونے کے بعد قدیم دارالاقامہ کے روم نمبر سولہ میں رہنے کی جگہ ملی۔ جب سامان لے کر پہنچا تو دیکھا کہ ایک جمیل و خوب رو چہرہ میرے سامنے ہے۔ اخلاق کا بیکر، اخلاص کا دھنی، انداز میں متانت، لہجے میں سنجیدگی، نگاہوں میں تجسس اور آداب سے ایک خاص قسم کا وقار جھلک رہا ہے، یہ تھے نبیرہ محسن ملت مولانا اکبر علی فاروقی، جنہوں نے محسن ملت کے آغوش علم و کرم میں آنکھیں کھولیں اور علمی نشوونما کے شوق نے اشرفیہ کے علمی چھاؤنی تک پہنچا دیا۔ ہم دونوں میں ایک اہم چیز جو قدر مشترک تھی اور ہے وہ یہ کہ جس طرح مولانا کے جد کریم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی بارگاہ کے فیض یافتہ تھے اسی طرح الحمد للہ فقیر کے جد کریم بلکہ پورا گھرانہ اعلیٰ حضرت کے خوان کرم کا پروردہ۔ گویا امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ سے الفت و عقیدت کی عظیم دولت لہو کی گردشوں کے ذریعہ ہم دونوں تک پہنچی ہے۔ یہی وہ نسبت خاص تھی جس نے ہم دونوں کو الجامعۃ الاشرفیہ میں ایک دوسرے

سے قریب کر دیا۔ پھر کیا تھا ساتھ ساتھ کلاس میں جانا، ساتھ ساتھ کلاس سے باہر آنا، خالی اوقات میں ایک ساتھ بیٹھ کر ملی مسائل پر تبادلہ خیال کرنا، گویا ہر روز نئے منصوبے، نئے خاکے اور مستقبل کو تباہناک بنانے کے لئے نئی پلاننگ تیار کرنا ہم دونوں کا معمول بن گیا۔ ایک طرف قسم قسم کے یہ پاکیزہ منصوبے اور دوسری جانب ہم لوگوں کی کم علمی اور بے سروسامانی۔ بس یہ سمجھ لیجئے کہ ہر روز ہم لوگ ریت پر ایک نیا تاج محل تعمیر کرتے اور شام ہوتے ہوتے تاج محل کا دودھیا رنگ ایک موہوم تاریکیوں میں ڈوب جاتا۔

۱۹۹۰ء میں سند فضیلت سے نوازے گئے اور پھر اپنے اپنے وطن لوٹ گئے۔ میں تو خالی ہاتھ اپنے گھر پہنچا اور مولانا اکبر علی فاروقی ان تمام منصوبوں اور خاکوں کو اپنے شعور کے زنداں میں قید کر کے رائے پور پہنچے۔ مدرسہ اصلاح المسلمین تو انہیں وراثت میں ملا تھا اس ادارہ کو بام عروج تک پہنچانے کے لئے سب سے پہلا کام انہوں نے یہ کیا کہ باصلاحیت اور ذی استعداد اساتذہ کی تقرری کی۔ مولانا کے اس حسن تدبیر اور انتظامی صلاحیت نے چند سالوں میں معیار تعلیم کو دورہ حدیث تک پہنچا دیا مگر انہیں معلوم تھا کہ گلشن میں رہ کر چند کلیوں پر قناعت کرنا نادانی ہے چنانچہ انہوں نے اپنی فکری توانائیوں کو ایک نیا رخ دیا اور اشرفیہ کی چہاردیواری میں بیٹھ کر جو منصوبے تیار کئے گئے تھے ان میں زندگی کی روح پھونکنے کے لئے انہوں نے اپنی خفیہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے پہلے پرائمری سے مڈل تک غریب نواز اُردو، انگلش اور ہندی میڈیم اسکول الگ الگ محفلے میں قائم کئے جس میں آپ کو امید سے کہیں زیادہ کامیابی ملی۔ یہ حقیقت ہے کہ جب کوشش سچی ہو، نیت میں اخلاص ہو، عزم پختہ اور ارادے میں پاکیزگی ہو تو مولیٰ کا کرم جھوم جھوم کر برستا ہے۔ ان

اسکولوں کی ترقی دیکھ کر مولانا کے عزائم میں مزید بلندی اور بالیدگی پیدا ہوئی چنانچہ ۲۰۰۲ء میں محسن ملت یونانی میڈیکل کالج اینڈ ہاسپٹل کی منظوری لے کر آگئے اور اس سطح پر بھی انہوں نے باضابطہ کام کا آغاز کر دیا جس سے اب تک ڈاکٹروں کی تین کھیپ نکل چکی ہے۔

فراغت کے بعد تقریباً پندرہ سال کا ایسا عرصہ گذرا کہ اس بیچ ہم دونوں میں شاید ایک دو بار فون سے گفتگو ہوئی ہو اور بس ۲۰۰۴ء میں مولانا کی دعوت پر رائے پور کے ایک جلسے میں حاضری کا اتفاق ہوا۔ گویا وہ میرے میزبان تھے اور میں ان کا مہمان۔ جلسے کے بعد دوروز اور انہوں نے مجھے قیدی بنائے رکھا اور اپنے منصوبے اور کارگزاریوں کے سارے نقشے دکھاتے رہے۔ فراغت کے بعد ان پندرہ سالوں میں انہوں نے اپنے منصوبوں کو جو عملی جامہ پہنایا وہ حیرت انگیز بھی تھا اور مسرت افزا بھی۔ جلالت العلم حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے اقوال ”زمین کے اوپر کام زمین کے نیچے آرام“ اور ”کام کے آدمی بنو“ کی مولانا چلتی پھرتی اور سچی تصویر نظر آئے۔ اتنا کچھ کر گزرنے کے بعد بھی مولانا ابھی تھکے نہیں ہیں بلکہ قوم کے بچوں کو فکری و علمی زبوں حالی سے نجات دلانے کے لئے ہمہ دم کوشاں ہیں اور اس سلسلے میں اپنی فائلیں یہاں سے دہلی تک بڑھانے میں مصروف عمل ہیں اور یہ سب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے فیضان کا نتیجہ ہے کہ جو خواب آج سے پچاس سال قبل دادا نے دیکھا تھا نصف صدی گزرنے کے بعد خود اس کا لائق و فائق پوتا اس خواب کی حسین تعبیر بن گیا۔ امام احمد رضا قادری نے قوم کو صرف محدث، مفسر، مبلغ، فقیہ اور خطیب ہی نہیں دیئے بلکہ ایسے معمار قوم بھی عطا کئے جن کے تراشے ہوئے حسین نقشوں کو تاج محل کی خوبصورتی بھی چشم حیرت سے تک رہی ہے۔

یہ تو قوم اور قوم کے تابندہ مستقبل کے وہ خاکے تھے جس میں مولانا نے قوس و قزح کا ایسا رنگ بھر دیا کہ ”دیکھا کرے کوئی“ مگر یہ فکر ہمیشہ مولانا کو ستاتی رہی کہ وہ محسن ملت جنہوں نے مدھیہ بھارت کے مسلمانوں کو مذہبی اور سیاسی دونوں اعتبار سے مالا مال کر دیا خود ان کی سیاسی کارکردگی، حیات کے درخشاں نقوش اور ان کے تبلیغی کارنامے تاریخ کے کھنڈر میں دفن کیوں ہیں؟ اگر یہ سچ ہے کہ وہی قوم زندہ رہتی ہے جو اپنے قائد کے زندہ کردار کو سامنے رکھ کر اپنی زندگی کا سفر متعین کرتی ہے تاکہ قدم قدم پر ان کی شخصیت کی دلربائی اور سیرت کا اجالا ان کی دستگیری کرے تو ملت کے شادوروں کو تاریخ کے سمندر سے ان موتیوں کو ضرور نکال لینا چاہیے جن پر ان کے کارناموں کی داستان تحریر ہے۔ چنانچہ یہ اہم کام انہوں نے میرے سپرد کیا۔ ادھر میں اپنی کم مائیگی اور تہی دستی کا عذر پیش کرتا رہا مگر انہوں نے ایک بھی نہ سنی اور مجھے اتنی بڑی ذمہ داری قبول کرنی پڑی۔ جو لوگ اس راہ کے مسافر ہیں انہیں معلوم ہے کہ کسی بھی شخصیت کے گلشن حیات کے بکھرے ہوئے پھولوں کو اکٹھا کرنا، اسے پر دنا اور پھر اسے گلدستہ کی شکل دینا کس قدر دشوار گزار ہے۔ مگر جب آدمی ہر اعتبار سے اپنے آپ کو تیار کر لیتا ہے تو لمحہ بہ لمحہ نصرت الہی سہارا دیتی ہے اور اسباب و عوامل خود ہی چوکھٹ پر دستک دینے لگتے ہیں۔ میں نے بھی بزرگوں کے کرم کا سہارا لے کر کام کی ابتداء کی، ملک کے نامور اہل قلم اور اصحاب فکر و نظر سے رابطہ شروع کیا۔ ان کو مواد فراہم کرنے کے لئے عناوین مرتب کر کے کچھ مواد اکٹھا کیا اور ان کی خدمت میں ارسال کرتا رہا کچھ تو اتنے مخلص اور کرم فرما ثابت ہوئے کہ نہ صرف اپنی ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا بلکہ اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود ماہ دو ماہ کے اندر اپنے گراں قدر مقالے بھی لکھ کر روانہ کر دیئے اور ہر گھڑی اپنے تعاون کی پیش کش کرتے رہے جن میں



رئیس التحریر مولانا وارث جمال قادری، ادیب شہیر مولانا عبدالمبین نعمانی اور استاذ محترم نازش فکر و قلم ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری کے اسماء قابل ذکر ہیں جن کی سرپرستی اور رہنمائی کے بغیر ایک قدم بھی میں آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔

ڈاکٹر سید شمیم گوہر الہ آباد، ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی مظفر پور، ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم دہلی، مفتی نذیر القادری مصباحی سون بھدر، ڈاکٹر امجد رضا امجد القلم فاؤنڈیشن پٹنہ، مفتی انور نظامی مصباحی ہزار بیاباغ، مولانا انیس عالم سیوانی لکھنؤ اور مولانا محمد عالم مصباحی ہزار بیاباغ کی کرم طرازیوں بھی سناٹوں میں ہنگامے اور یاس میں آس کی کیفیات پیدا کرتی رہیں۔

معارف میں جن شخصیات نے اپنا قلمی تعاون پیش کیا وہ سب جہان ادب میں الگ الگ اپنی شناخت رکھتی ہیں اور جن کے دم سے ادب کا نکھار اور فکر و قلم کا وقار قائم ہے۔

☆ حضرت مولانا وارث جمال قادری ممبئی جو تقریباً تین دہائی سے لکھ رہے ہیں اور خوب لکھ رہے ہیں ان کی تصانیف میں خاص طور سے امام شعرادب، اسلام اور رسوم شادی اور بھیگی پلکوں کے بوجھ کو انڈوپاک میں بے پناہ مقبولیت میسر آئیں۔ تحریر کی جامعیت، فکر کی ندرت، لہجے کی حلاوت اور اسلوب بیان کی لطافت ایسی ہے کہ پوری کتاب پڑھنے کے بعد بھی قاری کی تشنگی اپنی جگہ بہ دستور قائم رہتی ہے۔ ان کا مقالہ ”محسن ملت اور ان کی سیاسی بصیرت“ خاصہ اہمیت کا حامل ہے۔ ہماری حریف جماعت کی دین فروشی کا جس خوبصورتی کے ساتھ آپ نے پردہ چاک کیا ہے وہ قابل ستائش ہے۔ آپ کی یہ فکری اور قلمی

کاوش صاحبان نظر سے یقیناً خراج تحسین حاصل کرے گی۔

☆ حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی چریاکوٹ ہماری جماعت کے نہایت باکمال ادیب ہیں، قلم برداشتہ لکھتے ہیں اور بہت اچھا لکھتے ہیں، تحریر سادہ مگر اپنے دامن میں معنی صد ہزار لئے ہوتی ہے، خود کئی کتابوں کے مصنف ہیں اور بہت سی کتابوں پر آپ نے وقیع تقریظات تحریر فرمائی ہیں۔ اس کتاب میں شامل آپ کا مضمون ”محسن ملت اور تحفظ سنیت“ مختصر مگر بہت جامع ہے۔ محسن ملت کی فروغ سنیت میں کیا قربانیاں تھیں اس مضمون میں اچھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

☆ حضرت مولانا ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری ہماری جماعت کے اُس نامور قلم کار کا نام ہے جن کی تحریر کا بانگ، جملے کی رنگینی، رس گھولتے لہجے کی حلاوت اور انداز بیان کی شگفتگی ہر لمحہ قاری کو ایک نئے جہان کی سیر کراتی ہے۔ ابھی کچھ سالوں قبل میسور یونیورسٹی سے ”امام احمد رضا اور ان کا تصور عشق“ کے عنوان پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ پانچ سو صفحات پر پھیلا ہوا ان کا بڑی تحقیقی مقالہ ہے۔ امام احمد رضا کے کعبہ عشق پر آپ نے غلاف چڑھانے کی بڑی محمود کوشش کی ہے اور اس کے علاوہ رضویات کے عنوان پہ درجنوں مقالے آپ نے تحریر فرمائے ہیں جو انڈوپاک کے معیاری رسائل میں چھپ چکے ہیں۔ ”محسن ملت اور حیات خدمات“ آپ کا وقیع مقالہ مدوح کی زندگی کا مکمل احاطہ کئے ہوئے ہے جس سے قارئین کی معلومات ضرور اضافہ ہوگا۔

☆ حضرت مولانا ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی ہمدرد یونیورسٹی دہلی میں علوم اسلامیہ اور تقابل ادیان کے شعبے کے صدر ہیں۔ دینی درس گاہ سے لے کر عصری جامعات

تک آپ کی علمی، فکری اور ادبی عظمتوں کا غلغلہ بلند ہے۔ آپ روندی ہوئی زمین پر چلنے کی بجائے ہمیشہ تحریر کی دنیا میں نئی راہ تلاش کرتے ہیں اور بڑی سلامتی کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ امام احمد رضا کے افکار و نظریات کا ایک تقابلی مطالعہ، مولانا حشمت علی خاں ایک تحقیقی مطالعہ، منہجی ایک تحقیقی مطالعہ، دینی مدارس اور عہد حاضر کے تقاضے، نصاب فارسی و عربی اتر پردیش، تذکرہ علمائے بستی اور ان کے علاوہ تاریخ مشائخ قادریہ تین ضخیم جلدوں میں آپ کے رشحات قلم کے وہ خوبصورت نمونے ہیں جہاں تحقیق کی عظمت اور قلم کی شوکت ایک دوسرے سے گلے ملتی نظر آرہی ہے۔ آپ کی تحریر ”محسن ملت بحیثیت آزادی“ جو تاریخی صداقتوں کا آئینہ دار ہے یہ مضمون بھی معلومات کے نئے دروازے کھولتا ہے۔

☆ ڈاکٹر سید شمیم گوہر دنیائے شعر و ادب اور جہان تنقید کا ایک معتبر نام ہے جن کے ادبی شہہ پارے اور شعری سرمائے سے اردو ادب کا دامن مالا مال ہے اور جن کی نعت و غزل کے کئی مجموعے چھپ کر اکابرین ادب سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ آپ کا مقالہ ”محسن ملت اور ان کا مجاہدانہ کردار“ محسن ملت کے مجاہدانہ کردار کو اجاگر کرنے میں نہایت کامیاب ثابت ہوگا۔

☆ پروفیسر فاروق احمد صدیقی زبان و ادب کی آبرو کا نام ہے۔ بہار یونیورسٹی میں صدر شعبہ اردو فارسی اور ڈین کے عہدوں پر فائز رہ کر علمی تاریخ کا سنہرے باب لکھا۔ ایک اچھے ادیب، عمدہ نقاد اور شگفتہ خیال شاعر کی حیثیت سے آپ اپنی منفرد شناخت رکھتے ہیں۔ نظم و نثر دونوں پر یکساں مہارت ہے۔ تین دھائی

سے ان کا قلم بھی زبان و ادب کے کامل ور خسار کو سنوارنے میں مصروف ہے۔ ہر خشک و تر موضوع پر لکھتے ہیں اور حق ادا کر دیتے ہیں۔ زبان و بیان کی نزاکت، قلم کی چاشنی اور لب و لہجے کی کھنک ایسی ہے کہ دُور سے ہی پہچان لئے جاتے ہیں۔ ”محسن ملت ایک کثیر الجہات شخصیت“ پر آپ کی تحریر مختصر مگر معنویت و جامعیت کے اعتبار سے بہت اہم ہے۔

☆ مفتی نذیر القادری مصباحی باغ و بہار شخصیت کے مالک ہیں۔ تدریسی صلاحیت، افتاء کا وقار، شعر و شاعری اور خطابت و صحافت آپ کی زندگی کے خوبصورت پہلو ہیں۔ عظیم آباد پٹنہ کی سرزمین سے نکلنے والا مذہبی رسالہ ماہنامہ نور مصطفیٰ کے آپ کئی سال تک مدیر اعلیٰ رہے اور اپنے زمانہ ادارت میں کئی کامیاب نمبر بھی نکالے۔ اس وقت دارالعلوم قادریہ بگھاڑوسون بھدر (یوپی) میں شیخ الحدیث کی مسند کو زینت بخش رہے ہیں۔ یہ ادارہ نصیر ملت حضرت علامہ نصیر الدین صاحب قبلہ عزیز شیخ المعقولات الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کی سربراہی میں عروج و ارتقاء کی منزلیں طے کر رہا ہے۔ ”محسن ملت اور ان کی قائدانہ بصیرت“ آپ کا اچھوتا مقالہ قارئین کو ضرور متاثر کرے گا۔

☆ ڈاکٹر امجد رضا امجد پٹنہ مدیر اعلیٰ رضا بک ریویو ہماری جماعت کے جواں علم، جواں شعور، بالغ نظر اور جواں فکر نقاد و ادیب ہیں۔ ادبی دنیا میں آپ کی شخصیت بہت نمایاں ہے ملک اور بیرون ملک آپ کی تحریر کا وزن محسوس کیا جاتا ہے۔ قلم سیال اور فکر میں آفاقت ہے۔ یوں تو آپ ہر عنوان پر عمدہ لکھتے ہیں مگر رضویاتی ادب آپ کا خاص موضوع ہے۔ محسن ملت اور مسلم متحدہ محاذ پر آپ



کا مقالہ بڑا تحقیقی اور علمی رنگ لئے ہوئے ہے۔ محسن ملت کی زندگی کا یہ گوشہ جواب تک تشنہ تھا ڈاکٹر امجد رضا کے زرنگار قلم نے اس تشنگی کو بھی دور کر دیا۔

☆ مفتی انور نظامی مصباحی ہماری جماعت کے وہ نوجوان عالم اور فقیہ ہیں جنہیں فقہی جزئیات پر کافی دسترس حاصل ہے۔ جودت طبع، وسعت مطالعہ اور فقہی مباحث پر کامل گرفت کی وجہ سے نوجوان علماء کی صف میں امتیازی شان کے مالک ہیں یہی وجہ ہے کہ الجامعۃ الاشرفیہ کی مجلس شرعی ہو یا مرکز اہل سنت بریلی شریف کی شرعی کونسل ہر فقہی مذاکرات میں آپ کا وجود اہمیت کا حامل سمجھا جاتا ہے اور اکابرین فقہ آپ کی گفتگو کو بہت غور سے سماعت فرماتے ہیں۔ ”محسن ملت ایک پرسوز داعی آپ کا بڑا تفصیلی مقالہ ہے جس میں پہلے داعی کی عملی زندگی پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور پھر محسن ملت کی داعیانہ عظمت و شوکت کو بڑے انوکھے انداز میں پیش کیا گیا ہے جو یقیناً اہل علم سے داد وصول کرے گا۔

☆ حضرت مولانا انیس عالم سیوانی کا شمار جماعت کے دیدہ ور اور باہوش علماء میں ہوتا ہے اس عمر میں اللہ نے جو دوران دیشی اور حکمت و دانائی عطا کی ہے اس سے آپ کے تابندہ مستقبل کا اشارہ ملتا ہے۔ صدام حسین یونیورسٹی بغداد سے فاضل کی ڈگری حاصل کی ہے۔ اُردو اور عربی دونوں زبان پر یکساں گرفت ہے۔ جتنی اچھی تحریر ہے اتنی ہی اچھی تقریر بھی۔ امام احمد رضا فاؤنڈیشن لکھنؤ کے بانی و صدر ہیں۔ لکھنؤ جیسی صلح کلیت کی فضا میں مسلک اعلیٰ حضرت کی پُر جوش نمائندگی آپ کی علمی اور سیاسی صلاحیتوں کا بھرپور غماز ہے۔

☆ حضرت مولانا محمد عالم مصباحی ہزار بیابان ہماری جماعت کے باوقار عالم اور

اشرفیہ کے تازہ ترین فاضل ہیں۔ دارالعلوم غوث اعظم میں شعبہ افتاء کے صدر ہیں۔ قلم دوات سے بھی اچھی دلچسپی ہے، سنیت کے فروغ و استحکام اور عروج و ارتقاء کے لئے اپنے تئیں بڑا پاکیزہ جذبہ رکھتے ہیں۔

☆ منظومات کے گوشے میں نقیب اہل سنت حضرت مولانا سید علی احمد سیوانی، مفتی شمیم القادری مظفر پوری، مولانا صلاح الدین مصباحی اورنگ آبادی (استاد جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس)، ڈاکٹر محمد اسماعیل فاتر رضوی اور ڈاکٹر نعیم ساحل الہ آبادی کے کلام شامل ہیں۔ میں ان حضرات کا بھی ممنون کرم ہوں کہ محسن ملت کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کر کے جہاں احسان شناسی کا فریضہ انجام دیا وہیں معارف کے حسن میں بھی اضافہ کیا۔

☆ اخیر میں شہزادہ مفتی اعظم کانپور حضرت علامہ الشاہ مفتی محمود احمد صاحب قبلہ رفاقتی خانقاہ امین شریعت مظفر پور، شہزادہ حافظ ملت حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، خطیب الہند حضرت ڈاکٹر حسن رضا خاں پی ایچ ڈی پٹنہ، حافظ احادیث کثیرہ مولانا محمد حسین ابوالحقانی بانی و صدر سنی جمیعۃ العلماء بہار، حضرت الحاج موسیٰ نظامی دیوان درگاہ حضرت نظام الدین الیاء محبوب الہی دہلی، قاضی شریعت مفتی اشرف رضا قادری ممبئی اور صحافی عصر حضرت مولانا رحمت اللہ صدیقی ممبئی کا مشکور ہوں جنہوں نے اپنے قیمتی تاثرات تحریر فرما کر نہ صرف ہمارے شکستہ حوصلوں کو توانائی بخشی بلکہ اکابر کی احسان شناسی کا مکمل حق ادا کیا۔ خدائے لم یزل ان حضرات کے سایہ کرم کو تادیر سنیت کے سروں پر قائم رکھے۔

نبیرہ محسن ملت حضرت مولانا اکبر علی فاروقی بے پناہ شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے ”معارف“ کو سجانے اور سنوارنے میں میرے دست و بازو بنے رہے۔ شہزادہ محسن ملت محترم الحاج محمود علی فاروقی ریٹائرڈ سیشن جج کی محبتیں اس راہ میں شریک سفر رہیں۔ بڑی ناشکری ہوگی اگر میں محترم جناب اقبال شریف، مولانا ظہیر الدین رضوی اردو اکیڈمی رائے پور، مولانا عبدالرزاق اشرفی، مولانا منصور عالم اشرفی، مولانا شمس الدین خیر ہا، مولانا شہاب الدین درگ اور حافظ عبدالمنان قادری کا ذکر نہ کروں جن کے مفید مشورے ہر لمحہ میرے ساتھ رہے۔ ڈاکٹر ابرار قادری لکچرر محسن ملت یونانی میڈیکل کالج نے کمپوزنگ اور ڈاکٹر سید عتیق الرحمن نے پروف ریڈنگ کا مسئلہ حل کیا اور محبت مخلص ڈاکٹر امجد رضا امجد مدیر اعلیٰ رضا بک ریویو پینٹ نے نظر ثانی فرما کر دوستی کا حق ادا کیا۔ مرکزی محسن ملت کمیٹی کے مالی تعاون سے یہ کتاب اشاعت پذیر ہوئی۔ پروردگار ہمارے ان تمام محبین اور کمیٹی کے اراکین کو دارین کی عافیت سے بہرہ ور فرمائے اور سکون کی زندگی عطا کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

خامیاں بشری تقاضوں میں شامل ہیں لہذا قارئین کی عدالت میں ایک بار پھر عرض کرنا چاہوں گا کہ پڑھتے وقت جہاں کہیں بھی آپ کے ذوق مطالعہ کو کھٹیس پہنچے ضرور اطلاع کریں۔ تنقید برائے تعمیر ہو تو فکری و قلمی ارتقاء کی معراج ہے۔

فقط

محمد قمر الزماں مصباحی

لکچرر محسن ملت یونانی میڈیکل کالج، رائے پور  
۲۶/محرم الحرام ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۳/جنوری ۲۰۱۰ء

## اپنی بات

سال گذشتہ ۲۶/محرم الحرام ۱۴۳۰ھ کو عرس محسن ملت کے موقع سے مرکزی محسن ملت کمیٹی نے ”محسن ملت ارباب علم و دانش کی نظر میں“ ۵۶ صفحات پر مشتمل ایک کتاب شائع کیا تھا جس میں ملک کی دینی اور عصری درسگاہوں کے ارباب قلم کے قاشہائے فکر کو جمع کیا گیا ہے۔

اپنے بزرگوں کا عرس منانا، جلسے کرنا، خطباء اور شعراء کو بلا کرو عظ و نصیحت کی محفل سجانا بلاشبہ دین و سنیت کی تبلیغ کا ایک حصہ ہے یوں ہی اپنے اکابر کی سیرت و سوانح شائع کرنا، ان کی خدمات دینی کو ریکارڈ کرنا، ان کی حیات و کائنات کا احاطہ کرنا اور اسے تحریر کا لباس دے کر دانشوروں اور لائبریریوں تک پہنچانا احسان فراموشی سے بچنے کا اچھا ذریعہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میرے جد کریم حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کا شمار جماعت اہل سنت کے سرخیل علماء میں ہوتا ہے۔ جنگ آزادی سے لے کر اسلامی محاذ تک ہر جگہ آپ ایک کفن بردوش مجاہد کی طرح نظر آتے ہیں۔ جن کی تبلیغی خدمات، علمی کارنامے اور ملک کی آزادی کے لئے ان کی بے لوث قربانیاں تاریخ کے سینے میں محفوظ ہیں مگر سفینے سے سینے میں اتارنا کاردارد۔ میں مبارک باد پیش کرتا ہوں محبت مخلص حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب مصباحی لکچرر محسن ملت یونانی



میڈیکل کالج کو جنہوں نے ملک کے نامور اہل قلم سے رابطہ کر کے ان سے وقیع مقالے تحریر کروائے، اکابر علماء سے تاثرات لکھوائے، گویا مختلف باغوں سے گل چینی کے بعد خوبصورت گلہستانہ تیار کیا جو ”معارف محسن ملت“ کی شکل میں آپ کے مطالعہ کے آنگن کو مہکار رہا ہے۔

ہمیں اس بات کا بھی احساس ہے کہ اس کی اشاعت میں حد درجہ تاخیر ہوئی مگر اس کی وجہ تاخیر بھی رہی ہوگی جسے میں طشت از بام نہیں کرنا چاہتا۔ میں اس تاخیر پر اپنے تمام علماء اور قلم کاروں کی خدمت میں معذرت کرتے ہوئے تشکر و امتنان کے پھول پیش کرتا ہوں جنہوں نے میری گزارشات پر اپنی وقیع تحریرات سے نوازا اور مجھے اپنے جد کریم کے حضور سرخرو ہونے کا موقع فراہم کیا۔ یہ چند رسمی جملے ان کی خدمات کا صلہ تو نہیں ہو سکتے، صحیح اجر پروردگار ہی عطا فرمائے گا۔

مرکزی محسن ملت کمیٹی اس سال پھر حضرت علیہ الرحمہ کے عرس پاک کے موقع سے تقریباً چار سو صفحات پر مشتمل دیدہ زیب، دلکش اور معیاری کتاب نکال کر ایک تاریخی کارنامہ انجام دے رہی ہے۔ جو کمیٹی کے ارکان کی طرف سے نہایت ہی قابل فخر پیشکش ہے جسے سیرت کے باب میں ایک نیا اضافہ کہنا چاہیے۔ میں ایک بار پھر کمیٹی کے ساتھ جملہ معاونین کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی رفاقتیں، عنایتیں، شفقتیں اور محبتیں ساتھ ساتھ رہیں۔

فقط: اکبر علی فاروقی

چیرمین محسن ملت یونانی میڈیکل کالج، رائے پور (چھتیس گڑھ)

۲۶/محرم الحرام ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۳/جنوری ۲۰۱۰ء

# تاثرات

## تاثرات

شہزادہ امین شریعت، مورخ اہل سنت  
حضرت علامہ الشاہ مفتی محمود احمد رفاقتی اشرفی  
درگاہ امین شریعت، اسلام آباد، مظفر پور

حضرت اقدس مولانا شاہ حامد علی فاوڑی قدس سرہ کا شمار ان بلند اقبال شخصیات میں ہوتا ہے جنہیں سرکارِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ سے شرف تلمذ اور شرف بیعت دونوں حاصل ہے۔ انہوں نے درسیات کی تکمیل دارالعلوم مظفر اسلام بریلی شریف سے کی۔ ان کے ہم درس رفقاء میں مناظر اعظم ہند شیر بیشہ اہل سنت حضرت مولانا حشمت علی خاں اور محدث اعظم حضرت مولانا احسان علی مظفر پوری علیہما الرحمہ کا نام نمایاں ہے۔

ان کے اساتذہ کرام میں مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، حجت الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی، حضرت مولانا رحمہ الہی منگلوری، حضرت مولانا نور الحسن رامپوری، مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا قادری اور شہزادہ استاذِ زمن حضرت مولانا حسنین رضا قادری بریلوی علیہم الرحمہ کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ فراغت کے بعد کچھ دنوں اجیر معلیٰ خواجہ ہند کے قدموں میں بیٹھ کر مجاہدہ کیا۔ وہیں سے مدھیہ بھارت کا اشارہ ملا۔ یہاں

اے گل چوں آمدی ز زمیں گو چگونہ اند  
آں رویا با کہ در تہے گرد شنا شدند

پہنچنے کے بعد آپ نے تجارت شروع کی مگر قدرت آپ سے امت مسلمہ کی قیادت و امامت کا کام لینا چاہتی تھی۔ چنانچہ اجیر و بریلی کے فیضان کے سایے تلے ہدایت و قیادت کا فریضہ انجام دینے لگے۔ اسلامیات کے ساتھ سیاست میں بھی کافی درک و بصیرت رکھتے تھے۔ آپ نے ملک کی آزادی میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ مسلمانوں کے حقوق کی بحالی کے لئے پنڈت نہرو سے براہ راست گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ یہ وقت کا المیہ ہے کہ ہماری جماعت کی ایک اہم علمی، فکری اور سیاسی شخصیت ہماری بے توجہی کا شکار ہو کر رہ گئی اور ان کے علمی و سیاسی کارنامے ماضی کے غبار میں دب گئے۔

خدا بھلا کرے مدوح کے نبیرہ سعید عزیز القدر مولانا اکبر علی فاروقی اور ان کے رفیق کار عزیز گرامی مولانا محمد قمر الزماں مصباحی مظفر پوری کا جن کی کوششوں سے ”معارف محسن ملت“ منظر عام پر آ رہا ہے۔ میری نیک دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔

مولیٰ عزوجل ان حضرات کو کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے۔ آمین

محمود احمد رفاقتی غفرلہ

درگاہ امین شریعت مظفر پور

☆☆☆

## تاثرات

عزیز ملت شہزادہ حافظ ملت  
حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب  
سربراہ اعلیٰ اشرفیہ مبارک پور

رہنمائے ارتقا ہے نقش پائے مصطفیٰ  
ہنس رہی ہے آدمیت اپنی منزل دیکھ کر

سلسلہ نبوت ختم ہونے کے بعد رب تعالیٰ بندوں کی ہدایت اور کفر و ضلالت سے حفاظت کیلئے علماء ربانین کو پیدا فرماتا ہے جو اپنی خداداد صلاحیتوں کے ذریعہ مسموم فضاؤں سے بندوں کو محفوظ رکھتے ہیں اور انکے اندر اللہ و رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کا جذبہ پیدا کرتے ہیں۔

ہندوستان کی تاریخ میں بھی ایسے باب ملیں گے جب انسان رب تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری سے ہٹ کر اپنے مقصد حیات کو فوت کرتا رہا اور دین متین و اسلام کی عظمتوں سے کھلواڑ کرتا رہا تب رب قدیر کی رحمتوں کے سہارے کوئی نہ کوئی مرد مجاہدان طاغوتی طاقتوں کو فنا کے گھاٹ اتارتا نظر آیا۔ انہیں مجاہدین کے فیضان کرم نے مسلمانوں کو اسلام سے وابستہ رکھا اور عشق رسول سے ان کے دلوں کو معمور کیا۔

جب اکبر اپنی شاہنشاہیت کے نشہ میں دین اکبری کا ضلالت بھرا طاغوتی بیڑہ لیکر



آگے بڑھا تو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے فیضان فاروقی کی قوت و توانائی سے اس کو بحر ظلمات میں غرق کر دیا۔ تن کے گورے من کے کالے انگریزوں کے زرخیر یاد بچنٹوں نے جب ناموس رسالت سے کھیلنے کی کوشش کی تو سرزمین بریلی سے امام اہل سنت مجددین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان نے

ملک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار  
اعداسے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

کانعرہ لگا کر گستاخان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاک چاٹنے پر مجبور کیا۔ انہیں بارگاہوں سے فیضیاب ہو کر حضرت محسن ملت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمۃ اسلام مخالف سرگرمیوں سے نبرد آزما ہو کر مسلمانوں کی حفاظت و صیانت کے لیے میدان عمل میں تشریف لائے جس کے صلہ میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنی پڑیں اور طرح طرح کی مخالفتوں کا سامنا بھی کرنا پڑا مگر یہ ساری چیزیں مجاہدانہ سرگرمیوں میں رکاوٹ نہ بن سکیں اور حضرت نے مسلمانوں کو احساس کمتری کے دلدل سے نکال کر عزم و حوصلہ کی مضبوط شاہراہ عطا کی۔ خوشی کی بات ہے کہ انہیں کے نبیرہ حضرت مولانا اکبر علی فاروقی صاحب زید مجدہم اور آپ کے احباب نے حضرت محسن ملت علیہ الرحمۃ کے حالات و کوائف کو سوانحی انداز میں پیش کرنے کی سعی جمیل کی ہے جس سے قوم و ملت کو روشناس کرا کر ان کی بے مانگی کو دور کیا جاسکے اور صحیح راہ نمائی ہو سکے۔ میں اس موقع پر احباب "مرکزی محسن ملت کمیٹی" کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ رب تعالیٰ ان حضرات کی کوششوں کو قبول فرمائے اور قوم کو حضرت علیہ الرحمۃ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

عبدالحمید غنی عنہ (جامعہ اشرفیہ مبارکپور)

## تاثرات

مفکر اسلام ڈاکٹر حسن رضا خان صاحب پی ایچ ڈی  
ڈائرکٹر ادارہ تحقیقات عربی و فارسی پٹنہ

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمۃ کا شمار ان اہم لوگوں میں ہوتا ہے جنہیں مذہب اور سیاست دونوں پر یکساں بصیرت حاصل تھی، بلا کسی خوف و تردد کے اپنی آواز ایوان بالا تک پہنچاتے اور مسلم حقوق کی بحالی کے لئے وقت کے وزیر اعظم پنڈت نہرو کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کرتے جو انہیں کا خاصہ اور حصہ تھا۔ مولانا نے سیاست میں رہ کر بھی اس کی غلاظت سے جس کمال ہنرمندی کے ساتھ اپنے دامن کو بچائے رکھا وہ تاریخ کا زریں اور درخشاں باب ہے۔ اور یہ سب فیضان تھا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ سے نسبت ارادت کا۔

مقام مسرت ہے کہ اب جماعت اہل سنت کی قد آور شخصیات کے دامن حیات سے گرد صاف کیا جا رہا ہے اور ماضی میں ہم سے جو تغافل شعاریاں ہوئیں ان کے کفارے کے لئے جماعت کی پیش قدمیاں لائق تحسین ہیں۔ اسی کی ایک اہم کڑی "معارف محسن ملت" ہے۔ میں دعا گو ہوں کہ مولانا اکبر علی فاروقی اپنے دادا حضور کی سیرت کا اجالا دوسروں تک تقسیم کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

حسن رضا (ڈائرکٹر ادارہ تحقیقات پٹنہ)

## تاثرات

حضرت الحاج سید موسیٰ نظامی صاحب

اپنے بزرگوں کی شخصیت، ان کے کارناموں اور ان کی خدمات کا تذکرہ و فائزہ قوموں کا وطرہ رہا ہے۔ ہمیں خوشی ہو رہی ہے کہ حضرت مولانا کبر علی فاروقی چیرمین محسن ملت یونانی میڈیکل کالج رائے پور ”معارف محسن ملت“ کے نام سے اک سوانحی دستاویز نکال رہے ہیں۔ مجھے بھی حکم ہوا کہ میں اپنا تاثر پیش کروں مگر اس ہمالیائی شخصیت کے زندگی پر روشنی ڈالنا مجھ جیسے لوگوں کے بس کی بات نہیں جنہوں نے ناقابلِ تسخیر جرات و ہمت کے ساتھ ظلمتوں کا سینہ چاک کر کے دین کا اُجالا بکھیرا اور کفر و الحاد کی تاریکیوں میں صالح فکر و اعتقاد کا چراغ روشن کیا۔ پروردگار نے انہیں علم کا غنی اور زبان کا دھنی بنایا تھا۔ یوں تو آپ سلسلہ قادریہ میں مرید تھے مگر میں یہ کہتا ہوں کہ آپ بیک وقت قادری چشتی دونوں فیضان کے حسین سنگم تھے یہی وجہ ہے کہ ہر سال خواجہ غریب نواز اور محبوب الہی علیہما الرحمہ کے آستانے پر الہانہ جذبے کے ساتھ حاضری دیتے رہے۔

حضرت علیہ الرحمہ کے وصال کے ۴۱/ ویں برسی پر ان کے نبیرہ اسعد مولانا کبر علی فاروقی معارف نکال کر سوانحی دنیا میں ایک نئے باب کا اضافہ کر رہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ معارف حضرت علیہ الرحمہ کی سیرت و شخصیت کے خدو خال کو اجاگر کرنے میں کامیاب ہوگا۔

ایک بار پھر مولانا کبر علی فاروقی، مولانا محمد قمر الزماں مصباحی اور تمام اہل قلم کو مبارک باد پیش کرتا ہوں جنہوں نے اپنی فکری اور قلمی کاوشوں سے معارف کو سچانے میں کلیدی رول ادا کیا۔

سید موسیٰ نظامی

دیوان درگاہ محبوب الہی حضرت نظام الدین اولیاء دہلی

## تاثرات

قاضی شریعت ادارہ شریعہ مہاراشٹر حضرت مفتی اشرف رضا قادری ممبئی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کے ارشد تلامذہ میں ایک نمایاں نام محسن ملت مولانا حامد علی فاروقی کا بھی ہے، جنہوں نے سلوک و تصوف کے امام اور علم و فضل کے اس بحرِ خار سے چند گھونٹ پی لیا تو خود اتنے باکمال ہو گئے کہ آج مدھیہ بھارت میں جدھر جایئے اُن کی فیض بخششوں کا نظارہ کیجیے۔ فراغت کے بعد دینی جذبوں کے اضطراب نے اس مقام پر پہنچا دیا جہاں انہیں سنگریزوں کی نوک اور کانٹوں کے سیلاب سے گزرنا تھا، مگر عزم و ہمت کے اس قدر دھنی اور غنی واقع ہوئے کہ ہر راہ سے خوشی خوشی گزرے، نہ زمانے کی برہمی کا گلہ اور نہ ہی ماحول کی بے رحمی کا شکوہ، کیوں کہ جنونِ عشق کے تماشائی اسی صحرا میں اپنا پڑاؤ ڈالتے ہیں جہاں سے کبھی بہاروں کا کوئی قافلہ نہ گزرا ہو۔

ہزاروں سلام پیش ہیں ملت کے اس عظیم محسن کی بارگاہ میں جنہوں نے پتھروں اور کانٹوں سے پٹے علاقوں میں صالح فکر و عقیدہ کے اس قدر پھول مہکائے کہ آرزو پوری فضا اس کی خوشبو سے معطر ہے۔ مجھے خوشی ہو رہی ہے کہ مولانا کبر علی فاروقی ان کی سیرت و شخصیت کے صاف و شفاف چشمے سے نئی نسلوں کو سیراب کرنے کے لئے دیر سے سہی مگر بڑا انقلابی کردار ادا کر رہے ہیں، دُعا ہے کہ رحمت ایزدی لمحہ لمحہ ان کے ساتھ رہے۔ آمین ثم آمین

فقط: عبید المصطفیٰ اشرف رضا قادری عفی عنہ

## تاثرات

حافظ احادیث کثیرہ خطیب لائٹانی حضرت مولانا

محمد حسین ابوالحقانی

محبت گرامی مولانا قمر الزماں مصباحی زید مجدہم کی دعوت پر چند لمحے کے لئے محسن ملت یونانی میڈیکل کالج رائے پور حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا اکبر علی فاروقی کا یہ کارنامہ قوم و ملت کیلئے ایک عظیم سرمایہ اور مستقبل کا روشن منارہ ہے۔

یہ جان کر بے حد مسرت ہوئی کہ مرکزی کمیٹی محسن ملت رائے پور کے زیر اہتمام معارف محسن ملت نکلنے جا رہا ہے جو نہایت قابل تحسین اقدام ہے۔ ہماری جماعت میں بھی اب تیزی کے ساتھ قلمی بیداری آرہی ہے اور وہ شخصیتیں جن پر ماضی کی دھول اور بے توجہی کی گرد جم چکی ہے اہل قلم حضرات انکی طرف رخ کر رہے ہیں۔

حضور محسن ملت علیہ الرحمہ جماعت اہل سنت کی نہایت قد آور شخصیت کا نام ہے جن کے دینی و سیاسی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ مگر گمنامی اور مظلومیت نے ان کی ذات پر بھی دبیز غلاف چڑھا دیا، مولیٰ کریم غیب سے اسباب کے دروازے کھول دے نبیرہ محسن ملت مولانا اکبر علی فاروقی کے لئے تاکہ وہ اپنے جد کریم علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات سے لوگوں کو روشناس کر سکیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین

محمد حسین ابوالحقانی (صدر سنی جمعیۃ العلماء، بہار)

## تاثرات

صحافی عصر حضرت مولانا رحمت اللہ صدیقی صاحب

صدیوں نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے اور ہزاروں مرتبہ آفتاب ڈوبتا اور ابھرتا ہے تب کہیں جا کر کوئی باکمال شخصیت وجود کے افق پر اپنا جلوہ دکھلاتی ہے جو اکیلے پوری تنظیم و تحریک پر بھاری ہوتی ہے۔ انہیں میں ایک نابغہ روزگار ہستی محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کی ہے جو تنہا اپنی ذات میں ایک انجمن اور حیات میں کائنات تھی۔ علم و فضل، زہد و تقویٰ اور خلوص و للہیت کے ساتھ سیاسی بصیرت میں آپ اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ یہ آپ کی قائدانہ صلاحیتوں کا نتیجہ تھا کہ کفر کے ریگستان میں ایمان کے محلات تعمیر کئے، بدعتی گدی کے صحرا میں خوبصورت فکر و عقیدہ کے گلشن مہکائے اور الحاد و بے دینی کے اندھیرے میں اسلام و سنیت کی قندیلیں روشن کیں مگر ہمارے قلمی جود اور جرم مسلسل کا یہ عالم کہ ایسی متحرک و فعال شخصیت کو نظر انداز ہی نہیں نسیاں کے طاق میں اس طرح سجا دیا کہ کسی کی نگاہ بھی نہ پڑے۔

پروردگار خوش رکھے مولانا اکبر علی فاروقی اور محبت محترم مولانا محمد قمر الزماں مصباحی کو جو تاریخ کی چھان پھٹک کے بعد ایک نایاب شخصیت کو مطالعے کی میز پر پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں اس دور میں رگ گل سے بلبل کے پر باندھنا آسان



ہے لیکن ماضی کی گم شدہ کڑیوں کو تلاش کرنا مشکل ہی نہیں مشکل ترین مسئلہ ہے۔ یہ دونوں حضرات پوری جماعت کی طرف سے شکرِ یے کے مستحق ہیں جنہوں نے نہ صرف ایک تاریخی کارنامہ انجام دیا بلکہ جماعت کے سر سے ایک بہت بڑا قرض اُتار دیا۔ خدائے علیم وخبیر انہیں دارین میں سرخروئی عطا کرے۔ آمین

رحمت اللہ صدیقی  
مدیر اعلیٰ پیغامِ رضا ممبئی

# تنویر حیات

## محسن ملت فیض یافتہ اعلیٰ حضرت

برہان ملت حضرت علامہ مفتی برہان الحق صاحب علیہ الرحمہ جبل پور

حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ سے بریلی شریف میں میری پہلی ملاقات ہوئی۔ جب کہ میں اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے درس نظامی کی تکمیل کے بعد اعلیٰ حضرت مجددین و ملت امام اہل سنت استاد محترم مرشد اعظم مولانا مفتی شاہ محمد احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور علمی، عملی اور روحانی تربیت و تکمیل کیلئے حاضر ہوا۔ حضرت مولانا حامد علی فاروقی صاحب فرنگی محل لکھنؤ میں کچھ دنوں تعلیم حاصل کر کے بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت کے مدرسہ منظر اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ یہ نہیں معلوم کہ کس درجہ میں تھے۔ اعلیٰ حضرت سے بھی کچھ رسائل پڑھے اور کبھی کبھی عصر و مغرب کے درمیان جب باہر صحن میں اعلیٰ حضرت تشریف رکھتے اور صدر الشریعہ مولانا امجد علی سے یا مجھ سے فتویٰ لکھواتے اس نشست میں مولانا موصوف بھی بیٹھتے۔

حضرت شیخ الاسلام والمسلمین مفتی اعظم ہند دام ظلہ الاقدس سے بھی تفسیر، حدیث اور فقہ کے درس میں دوسرے طلباء کے ساتھ مولانا حامد علی علیہ الرحمہ بھی شریک ہوتے۔ اکثر وہابیوں، دیوبندیوں سے مناظرہ کے لئے بہت شوق اور جوش سے جاتے۔ اس وقت حضرت حجتہ الاسلام مولانا مفتی حامد رضا خاں علیہ الرحمہ، حضرت صدر الشریعہ

عمر باد رکعبہ وبت خانہ می نالہ حیات  
تاہزم عشق یک دانائے راز آید بروں

علیہ الرحمہ اور حضرت مفتی اعظم ہند مولانا کو وہ نکات بتاتے جن نکات پر وہ مناظرہ فرماتے اور رات کو واپس آ کر ہم لوگوں کو اپنی کامیابی کی پوری روداد سناتے۔

مجھے جہاں تک علم ہے مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت سے بیعت بھی تھے اور اعلیٰ حضرت سے مولانا کو خلافت کی سند بھی ملی۔ منظر اسلام سے فارغ ہونے کے بعد مدرسہ کی بھی سند ملی۔ میں اعلیٰ حضرت کی خدمت میں چار سال شرف حاضری سے مشرف رہا۔ ہر چھ ماہ میں ایک ماہ کے لئے جبل پور آتا تھا۔ دو سال کے بعد جب میں ایک ماہ مکان میں رہ کر بریلی شریف حاضر ہوا تو مولانا حامد علی علیہ الرحمہ بریلی شریف میں نہ ملے۔ معلوم ہوا کہ تعلیم کی تکمیل کے بعد ان کہیں چلے گئے اس کے بعد مولانا سے ملاقات اس وقت ہوئی جب وہ ڈاکٹر کچلو کے ساتھ کانگریس کے جلسہ میں جبل پور آئے۔

☆☆☆

## محسن ملت ایک عظیم مجاہد

نبیرہ اعلیٰ حضرت علامہ الحاج ریحان رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ بریلی شریف حضرت محسن ملت شاہ حامد علی فاروقی صاحب علیہ الرحمہ میرے جد گرامی کے ان مایہ ناز خلفاء اور شاگردوں میں سے ہیں جنہوں نے کفرستان میں اسلام کا جھنڈا گاڑا۔ آج لوگ اپنوں کو کلمہ پڑھاتے ہیں مگر وہ شخصیت تھی جس نے غیروں کو کلمہ پڑھایا۔ میرے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیوض و برکات کا وہ جیتا جاگتا نمونہ تھے۔ روشن ضمیری اور دور اندیشی کے ساتھ سیاست کی دنیا میں انہوں نے بڑا اونچا مقام پیدا کیا۔ وقت کے وزیر اعظم تک سے گفتگو کرنے میں وہ نہایت بے خوف واقع ہوئے تھے۔ ہمیشہ مسلم قوم کے مسائل پر ان سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ اس علاقے میں تو ان کے احسانات بکھرے پڑے ہیں۔ جہاں جائے ان کی قربانیوں کا نظارہ کیجئے۔ پورے علاقے کو انہوں نے مسلک اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کا گہوارہ بنا دیا۔ واقعی وہ دین کے سچے خادم، اسلام کے مجاہد اور قوم و ملت کے محسن تھے۔

☆☆☆



## محسن ملت حیات و خدمات

نازش فکر و قلم حضرت مولانا ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری صاحب مہی  
عمر باد رکعبہ و بت خانہ می نالہ حیات  
تازم عشق یک دانائے راز آید برون

اس کارگہ ہستی میں ہر روز نہ معلوم کتنے لوگ پردہ عدم سے ردائے وجود پر رونق آ رہے ہوتے اور جہان رنگ و بو میں خوشگوار اضافے کا سبب بنتے ہیں۔ مگر آنے والے ایام میں ان کی کارگزار یوں کے جو نقوش لوح دہر پر مرتسم ہوتے ہیں انہیں دیکھ کر یہ کہنا ہی پڑتا ہے کہ ان پیدا ہونے والوں میں بعض ایسے بھی ہوتے ہیں، جو پیدا نہیں بلکہ بطور خاص بھیجے جاتے ہیں۔ مابہ الامتیاز یہ ہے کہ جو پیدا ہوتے ہیں وہ اپنا فکری نشیمن خود تعمیر کرتے، جو لانگاہ حیات خود متعین کرتے اور لائحہ عمل خود مرتب کرتے ہیں، تاہم جو بھیجے جاتے ہیں قدم قدم پر غیبی قوت ان کی نگہبان ہوتی ہے، ان کی اٹھان ایک نرالی شان رکھتی ہے، ان کی لمعان جبین دیکھ کر فطرت اعلان کر دیتی ہے کہ

بالائے سرش ز ہوش مندی

می تافت ستارہ بلندی

قدرت کو چوں کہ ان کے ذریعہ کسی خاص مطلب کی تکمیل مقصود ہوتی ہے اس

لئے ان کا لمحہ لمحہ اسی مقصد کے گرد محوسر ہوتا ہے۔ وہ اپنے لئے نہیں جیتے بلکہ احیائے ملت ان کی جہد و عمل کا اہداف ہوتی ہے، وہ چیتے کا جگر، عقاب کی نظر، شاہین کا مزاج اور شیر کا تگ و تاز رکھتے ہیں۔ اس لئے دکھ میں سکھ، کرب میں طرب، درد میں دوا اور خلوت میں جلوت کی لذت آشنائی سے شاد کام ہوتے ہیں۔ وہ چونکہ اپنی محبت اور شفقت و خدمت سے پوری قوم کا سرمایہ بن جاتے ہیں اس لئے قوم بھی انہیں گرامنمایہ سمجھ کر سرمہ بصیرت کی طرح آنکھوں سے لگاتی اور طرہ افتخار کی طرح سر پر سجاتی اور مرکز امید بنا کر مسند دل پر بٹھاتی ہے۔ ایسے ہی نادر و نافع اشخاص میں ایک ممتاز شخصیت حضرت محسن ملت شاہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کی بھی ہے۔

### مورث اعلیٰ

آپ کے آباء و اجداد حرمین شریفین سے تبلیغ اسلام کا پرچم بلند کرتے ہوئے افغانستان، ملتان، دہلی، لچھاگیر وغیرہ کو نور حق سے منور کرتے ہوئے الہ آباد کے چھوٹے سے گاؤں چند ہا تشریف فرما ہوئے اور وہیں بود و باش اختیار کر لی۔ تلاش بسیار کے بعد بھی آپ کے مورث اعلیٰ کا نام دستیاب نہ ہو سکا، تاہم ان کی دینی سرگرمی، جذبہ جہاد و عروج اسلام کی سرمستی، پرچم حق کی آرزوئے سرفرازی، ظلمت کفر میں نور ایمان کی تمنائے ضیاء افروزی جبین دہر پر نقش کا لہجہ کی طرح منقش ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو کہ آپ کا سلسلہ نسب سترہویں پشت میں آفتاب ولایت ماہتاب کرامت سلطان العارفین حضرت بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمہ سے جا ملتا ہے اور ان سے ہوتا ہوا غیظ المنافقین امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سمندر میں مدغم ہو جاتا ہے۔ آپ کی سیرت و حیات کے خاکے میں جلال آرائی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور جمال آفرینی

حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی یاد دلاتی ہیں اور دلاتی رہیں گی۔

## ولادت

حضرت حاجی محمد شاہ علی کے افتخار پر ۱۸۸۹ء میں آپ علم و فضل کا خورشید تاباں بنکر طلوع ہوئے، روش روشن سے آثار سعادت ہویدا دیکھ کر گھر بھر آپ پر واری جاتا، قدم قدم پر انوکھی اداروں مستقبل کی صدا لگاتی، منزل منزل نشان رفعت پا کر محلہ پڑوس کے لوگ بھی جھوم جھوم جاتے، زمیندار کے گھر کا یہ ہونہار بچہ مظہر شاہکار بن کر اب عمر کی اس بہار سے ہمکنار تھا جہاں سے علم کا سورج باضابطہ ضیاء بار ہوتا ہے۔

## تعلیم و تربیت

آغاز تعلیم اپنے والد گرامی سے کیا، پھر حافظ عبدالرزاق صاحب سے کسکول حیات انمول علمی سوغات سے پر کیا اس علمی سلسلے کو تبادر کرنے کی خاطر اپنے چچا عابد علی فاروقی کے پاس لکھنؤ پہنچے وہیں قطب دیوہ حضرت شاہ وارث علی سے ملاقات ہوئی، حضرت نے بشارت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ”یہ فقیری میں شاہی کرے گا“ اور اندھیرے میں اسلام کا اجالا پھیلانے گا۔ الغرض متعدد علمی خرمن سے خوشہ چینی کے بعد باب العلم بریلی شریف حاضر ہوئے۔ یہ وہ دور تھا کہ امام العلم والعلماء اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کا آفتاب فضل و کمال نصف النہار پہ چمک رہا تھا، اطراف ہند ہی نہیں اکناف عالم میں ان کا علمی غلغلہ بلند تھا۔ وہ ایک ایسے سمندر تھے جس کے ساحل پر شریعت و طریقت، سلوک و تصوف اور اصحاب ظاہر و باطن کا جگمگانا لگا رہتا تھا۔ پیاس چاہے جیسی ہو بس نظر اٹھتی اور صحرا جل تھل ہو جاتا اور کمال یہ بھی تھا کہ جس کو ایک گھونٹ

بھی نصیب ہو گیا وہ خود سمندر بن کر فیض بخش خاص و عام ہو گیا۔ یہ حضرت محسن ملت کی بلندی قسمت ہے کہ انہیں امام احمد رضا کی شکل میں ایک عالم ربانی اور عارف روحانی میسر آ گیا جس کی رنگ برنگی تجلیات سے آپ کا گوشہ حیات دمک اٹھا۔

## مخصوص اساتذہ

والد گرامی حضرت حاجی محمد شاہ علی فاروقی، حافظ عبدالرزاق پھولپوری، چچا عابد علی فاروقی، تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی، حجت الاسلام علامہ حامد رضا بریلوی اور مجدد اعظم امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجمعین، حضرت محسن ملت کی تشکیل سیرت اور تعمیر حیات کیلئے قدرت نے وہ سبیل نکال دی تھی جس کے لیے لوگ برسوں ترسا کرتے ہیں، ان ہی شخصیات کی برکات ہیں جس نے آپ کو مجموعہ محاسن بنادیا۔

## ممتاز معاصرین

قدوة العرفاء زبدة الفضلاء برہان الحق والدین حضرت علامہ محمد برہان الحق حضور برہان ملت، حضور محدث اعظم ہند حضرت علامہ سید محمد میاں کچھوچھوی، شیر شہید اہلسنت، قاطع نجدیت حضرت علامہ محمد حشمت علی خان اور شیخ الاساتذہ حضرت علامہ احسان علی مظفر پوری علیہم الرحمة والرضوان۔

کہتے ہیں انسان اپنے گرد و پیش سے بنتا اور پہچانا جاتا ہے تو پھر محسن ملت کی رفاقت کے آئینے میں ان کی حیات و خدمات کو دیکھنا اور ان کی عظمت کے جبل نور اور رفعت

کے کوہ طور کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ مذکورۃ الصدر العلماء میں جن چار شخصیات کے ذکر پر ہم نے اکتفا کیا ہے ان میں کا ہر نام جادواں ہے۔ ایسی تاریخ ساز، جو ہر شناس شخصیت گر شخصیتیں صدیوں میں ظہور پذیر ہوتی ہیں اور قرون ان کی فیض بخشی اپنا کام کرتی رہتی ہے۔ ان ساری رفاقتوں نے مل کر محسن ملت کی حیات کے گوہر کو ایسا تراش دیا کہ قوس وقزح کی رنگینی، کہکشاں کی جمال آفرینی بھی عیش عیش کر اٹھی۔ برہان ملت کی سیاسی بصیرت، مناظر اہل سنت کی مناظرانہ مہارت، سرکار محدث اعظم کے فضل و شرافت اور شیخ الاساتذہ علامہ احسان علی کی پاکیزہ رفاقت کا جلوہ ناز دیکھنا ہو تو محسن ملت آئیڈیل بکر مسکراتے نظر آتے ہیں۔

### خطابت و موعظت

قرآن کریم نے بیان کو جادو کہا ہے یہی وجہ ہے کہ اچھا بیان کرنے والا، اچھے اچھے کو مسحور کر کے رکھ دیتا اور سنگدلوں کو بھی پگھلا دیا کرتا ہے۔ اس کی خطابی جادوگری ہی ہوتی ہے کہ لوگ دور دور سے کشاکش کشاکش اسے سننے کیلئے حاضر ہو جاتے ہیں اور اس کے بتائے ہوئے نسخہ کیمیا سے اپنی زندگی کی تاریک راہوں میں اجالا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضرت محسن ملت کو یہ شرف حاصل ہے کہ انہیں خطابت کا حوصلہ امام احمد رضا نے بخشا تھا اور گر حضرت حجتہ الاسلام نے سکھایا۔ حضرت برہان ملت فرماتے ہیں کہ سرکار اعلیٰ حضرت آپ کو قرب و جوار کے جلسہ و مناظرہ میں اکثر بھیجا کرتے تھے اور جانے سے پہلے حجتہ الاسلام علیہ الرحمہ آپ کو وہ خصوصی نکات بتا دیا کرتے تھے جس کی وجہ سے آپ جہاں گئے ہمیشہ کامیاب رہے۔ ایک دفعہ لوگوں نے حجتہ الاسلام علیہ الرحمہ سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت اکثر انہیں کو

جلسہ و مناظرہ کیلئے بھیجا کرتے ہیں تو آپ نے مسکرا کر فرمایا، اعلیٰ حضرت کی نظر فیض اثر مستقبل کے پردوں میں جھانک کر دیکھ رہی تھی کہ آنے والے وقتوں میں انہیں دشمنان اسلام سے کس طرح ٹکر لینا ہے اس لئے آپ نے اس کے مطابق ان کی تربیت فرمائی۔ امام احمد رضا کو جو امیدیں آپ سے وابستہ تھیں اور جسکی تکمیل کے لئے ہی امام احمد رضا نے آپ کی تربیت فرمائی تھی آنے والے وقتوں نے ثابت کر دیا کہ محسن ملت ان خوابوں کی محسوس تعبیر ہیں۔

### نقل مکانی

قدرت کو آپ سے جو کام لینا مطلوب تھا اب وہ وقت موعود اور ساعت مسعود آچکی تھی۔ اب ضرورت تھی پورے علمی طنطنہ اور عملی ولولہ سے میدان میں اتر جانے کی، جب ایسا وقت آجاتا ہے تو اسباب مہیا ہو جاتے ہیں۔ کڑیوں سے کڑیاں مل جاتی ہیں اور راہ خود بڑھ کے نشان منزل کا پتہ دیے لگتی ہے۔ اس میں کوئی دورائے نہیں کہ برصغیر میں اسلام کی روشنی حضرت خواجہ غریب نواز کی شمع ولایت کی منہ بولتی کرشمہ ہے۔ پودا انہوں نے لگایا تھا۔ خون جگر سے آبیاری انہوں نے کی تھی اس لئے انہیں فکر تھی کہ اسلام کی کلیاں بادِ سموم کے جھونکوں سے مرجھانہ جائیں، طوفان بلا کے جھونکوں سے یہ چراغ بجھ نہ جائے، حضرت محسن ملت فراغت کے بعد جب اجمیر مقدس حاضر ہوئے اور اپنے طویل مدت قیام میں متعدد چلے گئے تو غریب نواز کی طرف سے اشارہ غیبی ملا کہ مدھیہ پردیش میں تمہیں شمع اسلام کو روشن کرنا ہے۔ بریلی شریف حاضر آئے حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خان نے آپ کو مدھیہ پردیش میں تبلیغ اسلام کا مشورہ دیا، گویا کہ جو بات اجمیر شریف میں اشارہ کی زبان میں کہی گئی تھی وہ یہاں تفصیل کے



ساتھ آپ کے سامنے آگئی۔

دلوں کی بات نگاہوں کے درمیاں پہنچی  
کہاں چراغ جلا روشنی کہاں پہنچی

آپ سب سے پہلے اکلتر اضلع بلاسپور تشریف لائے اور پھر وہاں سے وقت کی  
ستم ظریفی اور زمانے کی طوطا چٹشی کے تھیٹرے کھاتے ہوئے رائے پور میں مستقل  
سکونت اختیار کر لی۔

### چھتیس گڑھ کا پس منظر

جس زمانے میں آپ نے اپنی مستقل بود و باش کیلئے اس علاقہ کو چنا تھا جہاں الت  
کی کیفیت یہ تھی کہ کسی کے انتقال پر کوئی نماز جنازہ پڑھانے والا نہیں تھا۔ مزید ان  
بدعات و خرافات کے چنگل میں علاقہ کا علاقہ جکڑا ہوا تھا۔ ایسے بے ہنگم ماحول سے  
دوستی گانٹھنی، اور ایسے ظلمت بدوش سماج سے آنکھ پھولی کھیلنی کسی مرد میدان ہی کا کام  
ہو سکتا تھا، حالات کی سرد مہری سے اپنے استاذ گرامی حضرت حجۃ الاسلام کو آگہی بخشی،  
حضرت حجۃ الاسلام نے دعاؤں کے ساتھ وہ حوصلہ بخشا کہ آپ تازہ دم ہو کر ایسے تیز  
گام ہو گئے کہ کیا سنگ راہ اور کیا سنگ میل مقصد کے دھن میں بڑھتے چلے گئے، دیکھتے  
ہی دیکھتے نظر نظر اور جگر جگر بادہ اسلام سے شرابور ہوا ٹھے۔ بقول حضرت مفتی عبدالحلیم  
صاحب "انگریزی دور حکومت میں خصوصاً مسلمانوں پر جس جبر و استبداد اور ظلم و بربریت  
کا مظاہرہ کیا گیا، مذہبی تعلیمات سے اس نسل کو دور رکھ کر جس جہالت کے گڈھے میں  
ڈھکیلا گیا وہ کسی تاریخ داں سے پوشیدہ نہیں۔ ایسے پُر آشوب اور خطرناک ماحول میں  
مولانا حامد علی نے مدرسہ قائم کر کے امید اور یقین کا ایک چراغ جلایا۔ چونکہ ہر طرف

آزادی کی لہر دوڑ چکی تھی دنیاوی تعلیم میں اپنی قوم کی پسماندگی کو محسوس کر کے وقت  
کے تقاضے کو پورا کرتے ہوئے اینگلو اردو ہائی اسکول کو عملی جامہ پہنایا تاکہ قوم مسلم کے  
نوناہال جہاں دینی تعلیم سے مزین ہو کر قوم کی قیادت و امامت کریں وہیں دنیاوی تعلیم  
میں بھی کسی قوم سے پیچھے نہ رہیں۔

### ظلمت میں نور

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کے فیضان قربت نے محسن ملت کو جہد و  
عمل کا مجسمہ بنا دیا تھا۔ چھتیس گڑھ کے اس علاقے میں علمی شعور، عملی امنگ، دینی جذبہ  
ملی بیداری برپا کرنے کے لئے بڑے سنگین مراحل سے گذرنا پڑا مگر وہ گذرے، ہمت  
نہیں ہاری۔ سالہا سال کی قربانیوں اور پرسوز جدوجہد کے بعد اس علاقے میں دین  
و سنیت کی بہار آئی۔ سب سے پہلے آپ نے مدرسہ اصلاح المسلمین دارالیتامی کے  
نام سے ۱۹۲۳ء میں اقامتی ادارہ قائم فرمایا۔ اس مدرسہ کی بنیاد سے چھتیس گڑھ کے  
لوگوں کو آگے بڑھنے اور دینی اقدار کو پھیلنے پھولنے کا مناسب موقع ملا، جب فصل پک  
کر تیار ہوئی تو انہوں نے امام کی حیثیت سے اپنے علاقے کی مسجدوں کو سنبھال لیا۔  
علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ گہر یز ہیں "آج چھتیس گڑھ میں مسلک اہل سنت کا جو  
فروغ آپ دیکھ رہے ہیں اس کی سرخی میں مولانا کے خون جگر کا بہت بڑا حصہ ہے"  
ایک بار رائے پور میں کسی بزرگ کے مزار پر عورتوں کی قوالی کا پروگرام بنا، انتظامیہ نے  
اسکو اپنے وقار کا سوال بنا لیا۔ مولانا بھی سر سے کفن باندھ کر کھڑے ہو گئے، آخر مولانا  
کا جذبہ سرفروشی کام آیا، خدا نے قبول حق کیلئے منتظمین کا سینہ کھول دیا، جب شدھی سنگٹھن  
اپنے عروج پر تھا، لاکھوں مسلمانوں کا دین و ایمان داؤ پر لگا ہوا تھا، ایسی ناگفتہ بہ حالت

میں اکابر علمائے اہل سنت مثلاً تاجدار اہلسنت سیدی حضور مفتی اعظم ہند، حضرت علامہ سید غلام جیلانی، صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین علیہم الرحمۃ والرضوان کی تحریک احیائے دین کی کڑی بن کر محسن ملت نے گاؤں گاؤں کا دورہ کیا، دیہات دیہات کا سفر کیا، قریہ قریہ ایمانی آواز پہونچائی اور شدھی اندولن کے حشر بدمان طوفان کا نہایت کامیاب مقابلہ کر کے ہزاروں مسلمانوں کو ارتداد کے پھندے سے بچالیا۔ مولانا محمد علی فاروقی تحریر فرماتے ہیں۔ "آپ کی اس بے مثال دوراندیشی و حکمت عملی کو دیکھتے ہوئے شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ "حامد علی تم ملت کا انمول نگینہ ہو، تم نے کفرستان میں اسلام کا چراغ جلایا"

## سیاسی بصیرت

حضرت مفتی عبدالحلیم صاحب رقمطراز ہیں۔ "آج دیکھا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے میدان سیاست میں قدم رکھا وہ ملک و ملت بچاؤ کا نعرہ دیکر ملک و ملت بچ آؤ کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ ضمیر فروشی اور مفاد پرستی کے خوگر ہو جاتے ہیں، مگر مولانا نے اپنی سیاسی سوجھ بوجھ کو قوم و مذہب کیلئے استعمال کیا، جسکو انہوں نے مذہب کیلئے استعمال کیا، ممکن ہے یہی ان کی نجات کا ذریعہ بن جائے" یہ محسن ملت کی سیاسی زندگی کا نشان بصیرت ہے کہ جب سیاسی پلیٹ فارم سے قوم و ملت کو پارہ پارہ کرنے، مسلمانوں کی جمعیت کو توڑنے، بلکہ صفحہ ہند سے اس کے وجود کو مٹانے کی شاطر چال چلی گئی تو مولانا جرات بدست، ہمت بدوش آگے آئے اور ۱۹۴۷ء کے بطن سے نفرت و تعصب کے پھٹنے والے جوار بھانا کے نتیجے میں جو لوگ آنکھوں میں حسرت و یاس، دلوں میں کرب و اضطراب اور ذہنوں میں مایوسی و ناامیدی کا آتش فشاں لئے پاکستان جا رہے

تھے ان کے سامنے استقامت کی دیوار بٹکر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے مسلمانوں کی غیرت خوابیدہ اور حمیت خفتہ کو جگایا۔ انہیں مخاطب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: "ایک دفعہ تم لوگوں نے گاندھی اور ان کے ہمنواؤں کے کہنے پر گھربار بیچ کر افغانستان کا رخ کیا، جس میں سوات تاہی اور بربادی کے کچھ ہاتھ نہیں لگا۔ آج پھر تم یہاں سے جانا چاہتے ہو، مگر جانے سے پہلے سوچو، سمجھو، کچھ فیصلہ کرو، بھارت کی دھرتی پر ہم نے صدیوں حکومت کی ہے، دہلی کے لال قلعہ کی بلند پیشانی ہماری عظمتوں کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ ایسی حالت میں یہاں سے پاکستان ہجرت کرنا سوائے بربادی کے کچھ نہیں۔ تم کہاں جا رہے ہو خواجہ کی دھرتی تمہیں پکار رہی ہے، مخدوم سمناس کا روضہ تمہیں آواز دے رہا ہے، مخدوم پاک کا آستانہ تمہیں یاد کر رہا ہے، تمہارے آباء و اجداد کی ہڈیاں تمہیں للکار رہی ہیں، خواجہ کا آستانہ چھوڑ کر کہاں جاؤ گے، مخدوم پاک کا روضہ چھوڑ کر تم سکون کیسے پاؤ گے، سرکار اعلیٰ حضرت کے فیضان سے بھاگ کر تم کیسے جی سکو گے، آپ کی صدائے دلنواز نے بجھتے دلوں میں امید کی شمع روشن کر دی، بہکتے قدم تھم گئے اور اس طرح سینکڑوں گھرا جڑنے سے بچ گئے۔ حضرت پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی رقمطراز ہیں۔ "آپ کے سینے میں ایک درد مند دل تھا جس نے انہیں ہمیشہ سیماب صفت رکھا، وہ مسلمانوں کے غم میں کسی کروٹ چین نہ پائے وہ ملک دوست بھی تھے اور مسلمانوں کے دکھ درد کے ساتھی بھی، وہ مخلصانہ جذبہ بھی رکھتے تھے، جس نے انہیں سیاست حاضرہ سے قریب رکھا، انہوں نے سیاست کو چھوا اور سونگھا تھا۔ اس میں ڈوبے نہیں تھے "ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد" کی مثال نہ تھے۔ بس اسی قدر اس سے تعلق تھا جو آڑے وقت مسلمانوں کے کام آ سکے۔

## مجاہد کی پکار

رگ گل سے پر بلبل کو باندھنا جتنا دشوار ہے اس سے زیادہ دشوار ان حالات کو قابو میں کرنا تھا جو محسن ملت کے درپیش تھے، سیاسی بہروپے روپ بدل بدل کر مسلمانوں کے جذبات کا استحصال کر رہے تھے۔ آزمائش کی ہر صلیب پر صرف قوم مسلم تھی جو مصلوب ہو رہی تھی۔ مولانا محمد علی فاروقی اس دور کی ایک ناشدنی کو حضرت محسن ملت کی مجاہدانہ للکار کی بازگشت میں یوں پابند تحریر کرتے ہیں۔ "جب بابر مسجد پر تالا پڑا تو حضرت نیچین ہوا ٹھے، آپ کو یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ یہ تو پہلا وار ہے ابھی بے شمار وار انہیں برداشت کرنا پڑینگے، ہندوؤں کے سازشی پلان نے آپ کو لرزادیا، آپ نے نہ صرف نہرو کو ایک دکھ بھرا تار دلوا یا بلکہ خود ان سے ملاقات کر کے انہیں مسلمانوں کی بے چینی اور غم و غصہ سے آگاہ فرمایا (بابری مسجد، تاریخ کے آئینے میں صفحہ ۴۴) آپ نے ایک طرف حکومت کو للکارا تو دوسری طرف قوم مسلم کو ہتھیوڑتے ہوئے فرمایا۔" یہ صرف ایک مسجد کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ پوری قوم کی بقا کا سوال ہے، فتنہ پردازوں نے صرف مسجد میں تالا نہیں ڈالا، بلکہ قوم مسلم کی قسمتوں پر تالے کا پلان بنایا ہے۔ ہمارے روشن کردار کو داندھار بنانے کا شیطانی منصوبہ ہے، جسکی یہ ابتدائی کڑیاں ہیں۔ ایسے پڑ آشوب موقع پر بھی قومی شعور بیدار نہیں ہوا۔ آپسی اختلافات نہیں مٹے تو وہ دن دور نہیں جبکہ غرناطہ اور اسپین کی تاریخ یہاں دہرائی جانے لگے۔ جہاں ۱۴۹۲ء تک اسلامی عظمتوں کا پرچم لہراتا رہا، تقویٰ و طہارت کی تجلیات رقص کرتی رہیں اور علمی و فکری قیادت سے اہل یورپ کا تاریک مقدر جگمگا تارہا، مگر پھر مسلمانوں کی آپسی رنجش اور خانہ جنگیوں نے وہ دن بھی دکھایا کہ وہاں کی مسلم آبادی مقتل میں تبدیل کر دی گئی اور

کوئی اُن بے گور و کفن لاشوں پر آنسو بہانے والا بھی نہیں تھا۔ کیا وہی تاریخ یہاں بھی دہرائی جائے گی؟ کیا اسی لئے ہم نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر کے اسے آزاد کرایا تھا، کیا اسی لئے ہماری ماؤں کی گودیں اور بہنوں کا سہاگ اجاڑا گیا تھا کہ سلطان ٹیپو، سراج الدولہ اور بہادر شاہ ظفر کے نعرہ حریت و آزادی کی امین و نگہبان قوم اذان و نماز تک سے محروم ہو جائے گی (ہفت روزہ ہمارا قدم نئی دہلی، ۱۷/ جنوری ۱۹۹۱ء) جب بھی اس طرح کی کوئی ناگہانی مسلمانوں پر ٹوٹی تو وہ محسن ملت تھے جو صحرا صحرا اذان سحر دیتے اور وادی وادی صف درست کرنے کے لئے اقدام بر محل کی پہل فرماتے۔

## محسن ملت، محسن ملت کیوں؟

جب پورے ملک میں انگریزوں کے خلاف لاوا ابل رہا تھا، آپ نے چھتیس گڑھ کے مسلمانوں کو جمع کر کے آزادی کی لڑائی کیلئے ایک ٹھوس منصوبہ تیار کیا، شہر شہر، دیہات دیہات گھوم کر انگریزوں کے خلاف نوجوانوں کی فوج تیار کی جس میں ہندو مسلم، سکھ سب لوگ شامل تھے۔ آپ کی سرفروشانہ عزیمت سے گھبرا کر انگریزوں نے آپ کو ۱۹۲۲ء میں رائے پور سینٹرل جیل میں بند کر دیا، مگر وہاں بھی آپ شمع ایمان بن کر صوفشانی کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ کے دست حق پرست پر سینکڑوں غیر مسلموں نے اسلام قبول کر لیا جس میں متعدد انگریز بھی شامل تھے۔ جیل سے چھوٹنے کے بعد اہل چھتیس گڑھ نے آپ کو مشکل گھڑی میں ایک مسیحا کا وجود پا کر اپنا متفقہ قائد تسلیم کر لیا، آزادی کے وقت بھارت پاک بٹوارے کو لیکر کافی تشویش تھی، اس ماحول میں آپ نے مسلمانوں اور غیر مسلم دوستوں کی صحیح رہنمائی کی، ہر گاؤں اور ہر ضلع کے اعتبار سے اتحاد کمیٹی بنا کر ایک پلیٹ فارم پر انیک دماغ کو جمع کر دیا۔ آزادی کے بعد آئین ہند کی

تشکیل کیلئے ہر علاقہ سے دانشوروں اور معزز لوگوں سے مشورہ طلب کیا گیا۔ چھتیس گڑھ کے علاقے سے مسلمانوں کی طرف سے پنڈت جواہر لال نہرو نے آپ کو خاص طور پر مدعو کیا، جس پر آپ نے نہرو جی سے تفصیلی گفتگو کی، اور بھی قوم کے لوگوں کی مکمل حفاظت اور بنیادی حقوق کے سلسلے میں قیمتی مشورہ دیا جس سے وہ کافی متاثر ہوئے اور یقین دلایا کہ ہندوستان کے آئین میں مسلمانوں کی شریعت اور ان کے قانون کی اہمیت وضمانت دی جائے گی، آپ کے کارنامے سے ہندو مسلم، سکھ سبھی بیحد متاثر تھے اور ہر کوئی آپ کو اپنا شفیع سرپرست مانتا تھا۔ یہ اسی جذبہ عقیدت کا والہانہ اظہار ہے کہ ایک بڑی کانفرنس میں ساری قوم کی طرف سے آپ کو ۱۹۵۸ء میں محسن ملت کا خطاب دیا گیا۔ آپ کی معاملہ فہمی، ملت کی صحیح رہنمائی اور قوم کی نباضی کا اندازہ اس واقعہ سے باسانی لگایا جاسکتا ہے۔ ایک مرتبہ عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس کے موقع پر چند نو جوان لڑکوں نے جین سماج کے رہنما اچاریہ نانا لال صاحب کے نام کا بیئر ٹرک پر بیٹھ کر پھاڑ دیا جس سے اچانک کھلبلی مچ گئی، ان کے عقیدت مند لٹھی اور تلوار لے کر ٹرک کے نیچے لیٹ گئے۔ آپ نے نہایت تیزی سے پلٹ کر اچاریہ جی سے ملاقات کی اور جلوس کی اہمیت، اسلام کی دعوت و اخوت، رسول پاک ﷺ کے پیغام امن و شانتی پر روشنی ڈالتے ہوئے چند ناسمجھ نو جوانوں کی اس کارستانی کا ذکر کیا جس وقت آپ نے اسلام کے ان اہم گوشوں کو آشکارا کیا، اچاریہ جی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، ذہن پر چھایا ہوا سارا گرد و غبار چھٹ گیا، آگے بڑھے، حالات کو قابو میں کیا اور جب وہاں سے رخصت ہوئے تو انہوں نے اخباری نمائندوں کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ جس سمپردائے (فرقہ) کے رہنما، اتنے اتساہی، تہادور درشی ہوں (امنگوں سے بھرپور اور دور اندیش) وہ دھن ہے (قابل مبارک باد ہے) (روزنامہ نو بھارت ہندی، رائے پور، ۲۹/فروری ۱۹۶۷ء)

## اثر و رسوخ

آپ کی شخصیت میں رعب و جلال کے ساتھ ایسی کشش تھی کہ دل کھینچ کھینچ جاتا، اور روح بچھ بچھ جاتی، عام آدمی سے لیکر بڑے بڑے سیاسی رہنما بھی آپ سے بیحد متاثر تھے، ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نہایت ادب و احترام کے ساتھ آپ پر کافی اعتماد کیا کرتے تھے، چنانچہ ۱۹۵۲ء میں جب انہوں نے پہلا الیکشن لڑا تو آپ کو اپنا الیکشن انچارج بنایا، لال بہادر شاستری سے تو ان کے بالکل گھریلو تعلقات تھے، شاستری جی اکثر و بیشتر تحائف بھیجا کرتے تھے۔ صرف اپنے شہر ہی نہیں بلکہ پورے علاقے میں آپ کی حیثیت ایک عظیم قائد اور مدبر کی تھی۔ مسلمانوں کے مسائل میں مدھیہ پردیش کی حکومت بھی مولانا کی اہمیت کو محسوس کرتی تھی۔ شہر اور علاقے کے تمام مسلمان اپنے چھوٹے بڑے سارے مسائل میں مولانا کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور مولانا ہر شخص کے کام آتے، ریاستی اور مرکزی حکومت میں مولانا کا جواثر و رسوخ تھا اگر مولانا چاہتے تو اپنے اور اپنے خاندان کیلئے بہت سی مراعات حاصل کر سکتے تھے، لیکن مولانا نے پورے استغناء کے ساتھ ایک دُرُویش کی زندگی گذاردی۔

## وصال پر ملال

تقریباً نصف صدی تک اپنے تجربہ و شعور اور علم و فضل کے نور سے علاقہ کے علاقہ کو معمور کر کے، خاص طور پر ۳۸/سال کا ایک طویل عرصہ رائے پور میں گزار کر ۲۵/اپریل ۱۹۶۸ء مطابق ۲۶/محرم الحرام ۱۳۸۸ھ کو یہ عظیم ہستی ہمیشہ کیلئے رخصت



ہو گئی۔ رائے پور ہی میں آپکا مزار حضرت فاتح شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے جوار میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

## نقوش زندگی

یوں تو آپ نے بہت کچھ کیا اور بہت کچھ دیا تاہم ان میں آپ کا قائم کردہ مدرسہ اصلاح المسلمین دارالیتامی آپ کی زندگی کا سب سے روشن سدا بہار اور امنٹ نقش ہے۔ آپ کے نبیرہ حضرت مولانا اکبر علی فاروقی تشنہ کاموں کی تکمیل اور ادھورے خواب کی تعبیر میں صبح و مسابجے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پردہ غیب سے اسباب مہیا فرمائے تاکہ جلد از جلد وہ سارے منصوبے جو کبھی حضور محسن ملت نے سوچے تھے پیکر محسوس میں نظروں کے سامنے جگمگانے اور مسکرانے لگیں اور اسی بہانے قوم کو علمی آسائش اور فکری آرائش کا قلعہ دستیاب ہو جائے۔ آمین۔



## محسن ملت ارباب علم و دانش کی نظر میں

قراہل سنت حضرت مولانا محمد قمر الزماں مصباحی رائے پور

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ ایک تبصر عالم دین، جادو بیباں خطیب، بلند خیال مفکر، دور رس مدبر، بالغ نظر فقیہ اور ملک و ملت کے سچے قائد و رہنما تھے۔ آپ نے مدھیہ بھارت کے مسلمانوں کے اندر دینی حمیت اور اسلامی حرارت پیدا کرنے کے لئے بے پناہ قربانیاں دیں، قدم قدم پر رشد و ہدایت اور حق و صداقت کے چراغ روشن کئے جس کے اجالے میں مدھیہ بھارت کے مسلمانوں کیلئے زندگی کا سفر نہایت آسان ہو گیا۔

ملک کے دانشوروں کی نگاہ میں آپ کا مقام و مرتبہ کیا تھا ان کی فکروں کا تراش پیش کرنے سے پہلے محسن ملت کی زندگی کا ایک ہلکا سا خاکہ سامنے رکھ دوں تاکہ قوم و ملت کے تئیں ان کا جذبہ اخلاص، ان کا سیمابی کردار، اُن کی قائدانہ صلاحیت، سیاسی بصیرت اور علمی عبقریت پوری طرح واضح ہو جائے۔

## ولادت

آپ کی ولادت ۱۸۸۹ء کو بمقام چند ہا ضلع الہ آباد (یوپی) میں ہوئی۔

## آباء و اجداد

آپ کے اجداد کرام حرمین طہیین سے اسلام کی تبلیغ کا پرچم لیکر افغانستان، ملتان، دہلی اور لچھاگیر ہوتے ہوئے چند ہا تشریف لائے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

## شجرہ نسب

آپ کا شجرہ نسب سترہویں پشت میں امام التارکین، سلطان العارفین سیدنا سرکار فرید الدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ جو قطب الاقطاب حضرت سیدنا قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے علم و عرفان، کشف و کرامت، نجابت و شرافت اور اسرار طریقت و حقیقت کے امین و جانشین ہیں جن کے بارے میں حضرت سلطان الہند حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مرید صادق حضرت بختیار کاکی کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ”قطب بڑے شہباز کو دام میں لائے ہو اس کا آشیانہ سدرۃ المنتہی ہوگا۔“

## والد گرامی

آپ کے والد گرامی جناب الحاج محمد شاہ علی فاروقی بہت بڑے زمیندار، منکسر المزاج اور شریف النفس انسان تھے۔ ضلع پرتاب گڑھ کے موضع بہار میں بھی آپ کی بہت ساری زمینیں تھیں۔ آپ کی پیدائش کے وقت والد محترم موضع بہار ہی میں تشریف فرما تھے۔

## ابتدائی تعلیم

شروع میں اپنے والد ماجد ہی سے تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد حضرت حافظ عبدالرزاق صاحب دیوان گنج پھولپور سے باضابطہ تعلیم لینا شروع کر دیا۔ مزید تعلیمی سلسلہ کو آگے بڑھانے کے لئے اپنے چچا عابد علی فاروقی کے ہمراہ لکھنؤ آ گئے جو اس وقت ہیڈ کانسٹیبل کے عہدہ پر فائز تھے۔ آپ کے چچا محترم نے فرنگی محل لکھنؤ میں آپ کا داخلہ کروایا مگر تشنہ روح کسی اور چشمہ فکر و شعور سے سیراب ہونا چاہتی تھی۔ اُن کے لکھنؤ پہنچنے کا وہی زمانہ ہے جس وقت قطب دیوہ حضرت وارث پاک علیہ الرحمہ کے فیضان کا بادل پورے خطے پر جھوم جھوم کر برس رہا تھا اور پورا علاقہ ان کی تجلیات کرم کی بارش میں نہا رہا تھا ایک دن آپ کے چچا محترم حضرت وارث پاک کی خدمت میں لیکر حاضر ہوئے اور آپ کے لئے دعا کی درخواست کی حضرت قطب دیوہ نے اپنی کیمیا اثر نگاہ ڈالی بہت ساری دعاؤں سے نوازا اور مسکراتے ہوئے یوں گویا ہوئے ”یہ فقیری میں شاہی کرے گا اور اندھیرے میں اسلام کا اجالا بکھیرے گا“

یہ سچ ہے کہ پروردگار عالم نے اپنے کچھ مخصوص بندوں کو وہ قدرت اور صلاحیت بخشی ہے کہ نگاہوں کے درپے سے جھانک کر مستقبل کا پتہ دیتے ہیں حضرت وارث پاک نے جو پیش گوئی کی تھی حضرت محسن ملت کی ذات اس پیش گوئی کی زندہ تصویر تھی اور کیوں نہ ہو۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود  
گرچہ حلقوم عبد اللہ بود

آپ نے پورے شوق و لگن کے ساتھ فرنگی محل لکھنؤ میں اپنا تعلیمی سفر جاری رکھا۔ آپ کے چچا نہایت دیندار، باوقار اور پابند شرع آدمی تھے اس لئے اکثر قطب دیوہ کی خدمت پاک میں حاضری دیتے اور حضرت بھی اپنے الطاف خسروانا سے خوب خوب نوازتے۔ آپ جب بھی حضرت کی زیارت کے لئے جاتے تو آپ کو اپنے ہمراہ لے جاتے۔ ایک مرتبہ قطب دیوہ نے روٹی کا ایک ٹکڑا چاکر آپ کو عنایت کیا آپ نے بسم اللہ شریف کی تلاوت فرما کر اسے کھالیا۔ حضرت وارث پاک نے پیشانی پر سعادت کے آثار اور روشن مستقبل کا اجالا دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ اسکی صحیح تعلیم کی تکمیل مجدد وقت، اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان کے فیضان کے سایہ تلے ہوگی اسے وہیں لے جاؤ۔ آپ کے چچا اپنے ہونہار بھتیجے کو لیکر بریلی شریف خانقاہ رضویہ پہنچے جہاں امام احمد رضا قادری کے فضل و کمال، شعور و آگہی، علم و ادراک، بصارت و بصیرت اور تجلیات فکر کی روشنی پورے برصغیر کو فیضیاب کر رہی تھی۔ کچھ سالوں تک اس نابغہ عصر کی بارگاہ میں رہ کر ان کے خرمین علم سے بالیاں چنتے رہے اور اس ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ کے فیضان علم سے سیرابی حاصل کرتے رہے اُس پر شہزادہ اکبر حجۃ الاسلام شیخ الانام حضرت علامہ شاہ حامد رضا قادری کی خصوصی نوازشیں اور تاجدار اہلسنت مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ مصطفیٰ رضا نوری کی نگہ کرم نے سونے پر سوہاگہ کا کام کیا اور جب مجدد وقت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے کان علم و شعور سے نکل کر یہ سونا باہر آیا تو اسکے علم و دانش کی کرنوں سے ایک عالم منور ہو گیا۔

### سند فراغت

۱۳۲۰ھ میں آپ کی فراغت ہوئی اور دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ آپ ان

خوش نصیبوں میں ہیں جن کی سند پر سرکار اعلیٰ حضرت نے دستخط فرمائے ہیں۔

### اساتذہ کرام

آپ کے اساتذہ کرام میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، حضرت مولانا نور الحسن رام پوری، حضرت مولانا رحمہ الہی منگلوری، خلف اکبر اعلیٰ حضرت حضور حجۃ الاسلام، خلف اصغر اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم اور شہزادہ استاذ زمن حضرت مولانا حسنین رضا قادری بریلوی علیہم الرحمہ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

### رسم مناکحت

۱۹۱۸ء میں چند ہا گاؤں کے قریب بھوپت پور (الہ آباد) کے ایک باثر زمیندار اور شریف خاندان کی نور نظر وحید النساء (جن کا شجرہ نسب حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی علیہ الرحمہ سے ملتا ہے جو نقشبندیہ کے مشہور بزرگ ہیں) سے آپ کا نکاح ہوا۔

### اولاد و امجاد

آپ کی چار اولادیں ہوئیں دولڑکے اور دولڑکیاں۔ بڑے صاحبزادے حضرت مولانا فاروق علی فاروقی، چھوٹے صاحبزادے جناب الحاج محمود علی فاروقی۔ دو بیٹیاں عباسیہ بیگم، کنیز فاطمہ۔

محسن ملت کے بڑے صاحبزادے مولانا فاروق علی فاروقی نے فرنگی محل سے ۱۹۴۴ء میں سند فضیلت حاصل کی۔ دینی علم کے ساتھ عصری علوم میں بھی کافی دستگاہ

حاصل تھی۔ دو سالہ ہومیوپیتھی کورس بھی کیا، مگر دینی مشاغل اور ملی مسائل نے اتنی فرصت نہیں دی کہ شفا خانہ قائم کرتے۔ مسلم یتیم خانہ کی نظامت، دارالافتاء کی ذمہ داری اور دیگر مذہبی مصروفیات ہمیشہ دامن گیر رہیں ادھر عمر بھی بہت مختصر پائی اور والد گرامی کے وصال کے ۱۳/ ماہ کے بعد آپ بھی اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ کے پانچ صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ الحمد للہ سبھی بقید حیات ہیں۔ صاحبزادوں کے نام یہ ہیں۔

مولانا محمد علی فاروقی، احمد علی فاروقی، مولانا اکبر علی فاروقی، ظفر علی فاروقی، ڈاکٹر قاسم علی فاروقی۔

جناب مولانا اکبر علی فاروقی جہاں ہندوستان کی عظیم درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ سے فیض یافتہ ہیں وہیں عصری علوم سے بھی آراستہ ہیں۔ آپ ایک عرصے تک مدرسہ اصلاح المسلمین کے تعلیمی و تعمیری انتظام سے جڑے رہے مگر اللہ نے آپ کو اعلیٰ دماغی اور وسعت فکری کی نعمت سے بھی نوازا ہے چنانچہ آپ نے محسوس کیا کہ قوم کے نو نہال جہاں علم دین سے فیضیاب ہو رہے ہیں وہیں دنیاوی علوم کے لئے ایسی درسگاہ ہو جہاں تعلیم عصری ہو اور تہذیب اسلامی لہذا انہوں نے اپنی خفۃ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے آٹھویں کلاس تک غریب نواز انگلش ہندی میڈیم اسکول بیچنا تھ پارہ و خجے نگر رائے پور میں قائم کیا جس میں قوم کے بچے اور بچیاں تعلیم حاصل کر رہی ہیں مگر ایسا نہیں کہ وہ اسکول قائم کر کے خاموش بیٹھ گئے بلکہ مسلم بچوں کی اعلیٰ تعلیم کیلئے جدوجہد کرتے رہے بالآخر ان کی کاوشیں رنگ لائیں، محنتیں بار آور ثابت ہوئیں اور دہلی سے محسن ملت یونانی میڈیکل کالج اینڈ ہسپتال کی منظوری لیکر آگئے اور ۲۰۰۲ء میں اس کا قیام بھی عمل میں آگیا۔ اور اب تک ڈاکٹروں کی چار جماعت فارغ بھی ہو چکی

ہے جو بلاشبہ آپ کی بالغ نظری، جہد مسلسل، کدوکاوش، بلند افکار، حسن تدبیر اور سعی پیہم کی خوبصورت مثال ہے اور سچی بات یہ ہے کہ مولانا سیاسی تدبیر، قائدانہ صلاحیت اور سماجی کارپردازی میں اپنے دادا کے سچے وارث ہیں۔

حضرت محسن ملت کے چھوٹے صاحبزادے محترم جناب الحاج محمود علی فاروقی صاحب عصری علوم سے ہم آہنگ ہیں۔ نج کے عہدے پر فائز ہو کر ریٹائرڈ ہوئے اور ابھی الحمد للہ بقید حیات ہیں۔ آپ کے بھی پانچ صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ وارث علی فاروقی، باسط علی فاروقی، مسعود علی فاروقی، ماجد علی فاروقی، انور علی فاروقی۔ محسن ملت کی دو صاحبزادیاں۔ عباسیہ بیگم، کنیز فاطمہ۔

عباسیہ بیگم کا نکاح جناب دجاہت حسین صاحب سے ہوا جن سے چار لڑکے تولد ہوئے منصور احمد، مقصود احمد، مظفر حسین، معبود احمد، کنیز فاطمہ کا نکاح جناب معین الدین فاروقی فوڈ آفیسر درگ سے ہوا جن سے چار بچیاں اور دو بچے ہوئے۔ لڑکوں کے نام یہ ہیں۔ خواجہ فخر الدین فاروقی، خواجہ فضل الدین فاروقی۔

### خواجہ کی چوکھٹ سے اشارہ غیبی

تعلیم کی تکمیل کے بعد تقریباً دو سال تک عشق و عرفان کی راجدھانی اجیر شریف میں قیام فرمایا، خوب مجاہدہ کیا، ریاضتیں کیں اور خواجہ کے فیضان کی بارش میں شب و روز نہاتے رہے وہیں سے آپ کو اشارہ غیبی ہوا۔ رخت سفر باندھا اور اجیر مقدس سے بریلی شریف حاضر ہوئے شہزادہ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا قادری علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں پہنچے حضرت نے مدھیہ بھارت میں اسلامی مشن کے فروغ کا مشورہ دیا گویا جو بات اجیر معلیٰ میں پردہ خفاء میں تھی سرکار حجۃ الاسلام نے



اُس سے پردہ اٹھا دیا۔

## اکلتر ابلا سپور میں آپ کی آمد

آپ سب سے پہلے اکلتر اشریف لائے جو بلا سپور ضلع میں واقع ہے۔ آپ نے پورے علاقے کا دورہ فرمایا۔ مسلمانوں کی فکری زبوں حالی، علمی افلاس اور دین و شریعت سے دوری کو دیکھ کر بے پناہ قلق ہوا۔ حضرت حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا قادری علیہ الرحمہ کی خدمت مبارکہ میں ایک خط بھیج کر پورے علاقے کی علمی پسماندگی اور اسلام و سنت سے بے رغبتی کا ذکر فرمایا۔ آپ نے نہایت حوصلہ افزاء جواب عنایت فرماتے ہوئے علمی جدوجہد کی تلقین فرمائی تاکہ مدھیہ بھارت کا وہ خطہ جو ایمانی نور اور فکر و شعور سے خالی ہے اُس ظلمت بردوش ماحول میں اسلام کا اجالا اور علم کی روشنی تقسیم کی جائے۔

## رائے پور کی سینٹرل جیل میں قید و بند کی صعوبتیں

اکلتر کے قیام کے دوران رائے پور میں انگریز حکومت کے خلاف ایک عظیم الشان پروگرام ہوا۔ اُس جلسہ میں آپ نے انگریزوں کے خلاف نہایت پُر جوش اور ولولہ انگیز خطاب فرمایا جسے سن کر پور علاقہ انگریزوں کے خلاف علم بغاوت لیکر اٹھ کھڑا ہوا جس کی پاداش میں ۱۲/ جون ۱۹۲۲ء سے ۱۲/ فروری ۱۹۲۳ء تک دفعہ ۱۳۴/ کے تحت جیل کی تاریک کوٹھری کا آپ کو خیر مقدم کرنا پڑا۔ جیل کی اس تنگ و تاریک کوٹھری میں بھی آپ نے اپنا مشن جاری رکھا اور اسلام و سنیت کی اشاعت فرماتے رہے۔ آخر کار آپ کی نالہ نیم شمی اور آہ سحر گاہی رنگ لائی، سینکڑوں کفار اور انگریز آپ کے ہاتھوں

پر ایمان لائے اور شجر اسلام کے سکون بخش سایہ تلے زندگی گزارنے لگے۔

## قید سے رہائی

تقریباً آٹھ ماہ کے بعد جیل سے رہائی ملی مگر قوم کی علمی پسماندگی، فکری زوال اور جہالت کو دیکھ کر ہمیشہ بیقرار رہتے۔ چنانچہ شہر رائے پور میں دینی ادارہ کا قیام اور اسکے لئے زمین کی فراہمی یہ سب سے پہلا مرحلہ تھا آپ اپنے وطن الہ آباد پہونچے مداری پور دنگوا میں خاندانی زمین جو آپ کے ترکے کی تھی اسے فروخت کیا اور اس رقم سے رائے پور شہر میں زمین خریدی اپنے والد گرامی کے نام وقف کیا اور ۱۹۲۳ء میں اسی جگہ یہ مدرسہ اصلاح المسلمین دارالیتامی کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ دیکھتے دیکھتے اس میکدہ علم و دانش کے گرد میکشوں کی بھیڑ جمع ہونے لگی، جہالت کی ظلمتیں کا فور ہونے لگیں، علم کے اجالوں سے علاقہ منور ہونے لگا، بد عملی کی راہ میں حسن عمل کے پھول مسکرانے لگے، دلوں کی فصیل پر عشق مصطفیٰ و محبت اولیاء کے پرچم لہرانے لگے اور پورا خطہ نور و سرور میں نہانے لگا۔

## مدرسہ اصلاح المسلمین اور سنیت کی اشاعت

یہ ایک سچائی ہے کہ دین و شریعت کے فروغ، قرآن و حدیث کی اشاعت اور مذہبی تہذیب و تمدن کے تحفظ میں مدارس اسلامیہ کا اہم کردار رہا ہے۔ اس سے ہٹ کر صالح کلچر، پاکیزہ نظریات اور ایمانی اقدار و روایات کے تحفظ کا تصور ہمارا کی طرح عنقاء ہے۔ چنانچہ محسن ملت نے پورے مدھیہ بھارت کا دورہ فرمایا مسلمانوں کے اندر اسلامی

سوز، مذہبی روح، ایمانی شوکت، تہذیب و شرافت کا نور، علم و آگہی اور شعور و ادراک کا اجالا پیدا کرنے کے لئے مدرسہ اصلاح المسلمین کے نام سے فکر و دانش کا ایک چراغ روشن کیا، علماء اور حفاظ کی ٹیم تیار کی اور مسلک امام احمد رضا کا داعی و سپاہی بنا کر پورے مدھیہ بھارت میں پھیلا دیا۔ آج جو اس علاقے میں قرآن و حدیث کی باد بہاری اور اسلام و شریعت کی نسیم سحری چل رہی ہے اس میں محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کی بالغ نظری، وسعت فکری، حسن تدبیر، صالح قیادت اور سعی پیہم کی اثر خیزی شامل ہے۔

رکس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کا قول ہدیہ ناظرین ہے تاکہ میری تحریر کو تائید کی زبان مل جائے اور حقیقت نکھر کے سامنے آجائے۔ علامہ لکھتے ہیں: ”انہوں نے جس زمانے میں چھتیس گڑھ کو اپنی مذہبی تبلیغی اور اصلاحی سرگرمیوں کا مرکز بنایا وہ علمی اور مذہبی اعتبار سے اس علاقے کا بہت ہی تاریک دور تھا۔ اس علاقے میں بد عملی دور کرنے اور دینی شعور برپا کرنے کے لئے بڑے سنگین مراحل سے گزرنا پڑا۔ سالہا سال کی قربانیوں اور پرسوز جدوجہد کے بعد اس علاقے میں دین و سنیت کی بہار آئی سب سے پہلے اصلاح المسلمین کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا اور جب علماء و حفاظ کی ایک فوج تیار ہو گئی تو انہوں نے علاقے کی مسجدوں کو سنبھال لیا۔ آج چھتیس گڑھ میں مسلک اہل سنت کا جو فروغ دیکھ رہے ہیں اس کی سرخی میں مولانا کے خون جگر کا بہت بڑا حصہ ہے۔ مولانا کی روح میں عشق و عقیدت کی چنگاری ہمیشہ دہکتی رہتی تھی جس کی حرارت سے میں نے بہت سے پتھروں کو پگھلتے دیکھا۔ طبیعت میں سوز و گداز کی صلاحیت پہلے سے موجود تھی اعلیٰ حضرت کے فیضان صحبت نے کیف و مستی کے ایک عالم خود فراموش میں پہنچا دیا۔“ جب مدرسہ اصلاح المسلمین کے

پلیٹ فارم سے دین و سنیت کی خدمات انجام پانے لگیں تو بڑی تیزی کے ساتھ ادارے کے حلقے بھی پھیلنے لگے۔ وہ گاؤں اور دیہات جہاں لوگ مسلمان تو تھے مگر اسلامی سوز سے خالی تھے، کلمہ تو پڑھتے تھے مگر روح کلمہ سے بیگانہ تھے، اُن کے اندر بھی اسلامی شعور پیدا ہونے لگا، روحانی سوز اور ایمانی حرارت سے ان کے قلوب گرمانے لگے سچ ہے کہ جب اخلاص و یقین کا چراغ ہاتھوں میں ہوتا ہے تو راہ کی ظلمتیں نور اور پاؤں کے کانٹے بھی پھول بن جاتے ہیں۔

کیوں کہ جب عشق شوریدہ سر اور جنوں پا بہ زنجیر ہو تو چھیتے کا جگر اور شاہین کا تجسس پیدا ہونا لازمی امر ہے۔ یہ محسن ملت علیہ الرحمہ کے جذبہ جنوں خیز اور سیمابی کردار ہی کا نتیجہ ہے کہ قوم مسلم کو ایمان کی حلاوت و لذت سے آشنا کرنے کے لئے ہر طوفان سے گزرے کیوں کہ انہیں معلوم تھا کہ اگر عزم پختہ ہے، حوصلے میں توانائی ہے، ارادے میں استحکام، جذبات میں اخلاص و یقین کی چاندنی اور نیت میں للہیت ہے تو موجیں بھی شکستہ کشتی کا طواف کرتی ہیں۔ درد و آ، پریشانی آسانی اور انگارے پھول میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ خطیب مشرق پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ آپ کے سیمابی کردار کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”فراغت کے بعد جب وہ چھتیس گڑھ تشریف لائے تو یہاں کا دیہی مسلمان پرانے مراسم کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا ایک کفن بردوش مجاہد کی طرح گاؤں گاؤں کا دورہ کیا، گلی گلی کی خاک چھانی، دن کہیں، رات کہیں، صبح کہیں، شام کہیں کی منہ بولتی تصویر بن گئے۔ پھولوں کی سیج پر نہیں ہوتے کانٹوں اور انگاروں سے گزرتے، مشن کی دھن میں دیوانہ وار ڈٹے رہے، جہاں پہنچے کلمہ حق بلند کیا مذہب اہلسنت کی تلقین کی، مسلک انحراف کو فروغ دیا۔“ کہیں جا کر پورے مدھیہ بھارت میں علم و شعور

کی بہار آئی۔

## کشف کی انوکھی داستاں

چھتیس گڑھ میں جہاں جہالت کا غلبہ تھا وہیں بد عقیدگی اور وہابیت بھی جا بجا بنچوں مار رہی تھی تو آپ نے تبلیغی دورے مزید تیز کر دیئے تاکہ مدھیہ بھارت کو بد عقیدگی کے بادِ سموم سے محفوظ رکھا جاسکے۔ جب معلوم ہوا کہ شہڈول میں وہابیت بڑھ رہی ہے اور شہر کی جامع مسجد پر وہ لوگ قبضے کی تیاری کر رہے ہیں تو آپ وہاں تشریف لے گئے اور لگا تار کئی جلسے کروائے اور عقائدِ باطلہ سے لوگوں کو خبردار کیا۔ آپ کے پُر اثر اور نصیحت آمیز خطاب کا یہ فائدہ ہوا کہ بہت سارے وہابیوں نے اپنی بد عقیدگی سے توبہ کیا اور سنی مسلمان بن گئے۔ ایک دن جلسہ میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور سرور کائنات ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے کی وجہ سے علمائے عرب و عجم نے وہابی، دیوبندی پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے اور ان کی انہیں گستاخیوں کا نتیجہ ہے کہ ان کی قبروں میں آگ اور سانپ بھرے ہوتے ہیں۔ جن کو یقین نہ ہو کل میرے ساتھ قبرستان چل کر اپنی آنکھوں سے ان کی بد عقیدگی کا نظارہ کرے۔ اس تقریر کو سن کر ان پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ ان لوگوں کا گھر سے نکلنا مشکل ہو گیا مگر شہر کے کچھ دوسرے افراد حضرت کے ساتھ قبرستان آئے۔ حضرت نے ایک وہابی کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر کچھ پڑھا۔ جناب عبدالسلام صاحبِ کلیسی صدر جامع مسجد شہڈول کہتے ہیں کہ پہلے تو کچھ نہیں دکھا پھر جب حضرت نے مجھ پر دم فرمایا تو قبر کے احوال مجھ پر بھی منکشف ہو گئے اور میں پورے ہوش کے ساتھ دیکھ رہا ہوں کہ قبر شعلوں سے بھری ہوئی ہے اور لاش پر سانپ دوڑ رہے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر میں غش کھا کر گر پڑا جب حضرت نے دم فرمایا تو ہوش آیا۔

## ۱۵/ اگست ۱۹۴۷ء کا ہوش رہا ماحول اور محسن ملت کا پُر اثر خطاب

۱۵/ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان تو آزاد ہو گیا مگر مسلمانوں کو اس کی بہت بھاری قیمت چکانی پڑی۔ سفید فاموں کی ٹولی ہندوستان سے بوریا ستر لیکر بھاگ کھڑی ضرور ہوئی مگر ہندو مسلم کے درمیان نفرتوں کی جوتج بو کر گئی اس کی فصلیں اب تک اُگ رہی ہیں۔ یہ ایک زمینی سچائی ہے کہ ملک کو آزاد کرنے میں مسلمانوں اور علمائے حق نے بھی اپنے تن من دھن کی بازی لگادی۔ جب آپ آزادی کی خاک کریدیں گے تو اس کے نیچے بہادر شاہ ظفر کے بھتیجوں کا کٹنا ہوا گلا، علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ کی جزیرہ انڈمان کی کر بناک صعوبتیں، ٹیپو سلطان کی تڑپتی ہوئی لاش، مولانا حسرت موہانی کی شکستہ ہڈیاں، مولانا عنایت حسین کا کوری کی سسکتی آہیں، علامہ نقی علی خان والد گرامی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری کے قلم کی توانائی، مولانا محمد علی جوہر کی دم توڑتی تمنائیں اور محسن ملت کی ہچکیاں لیتی آرزوئیں ملیں گی۔

الغرض یہ تن کے گورے من کے کالے انگریز جانے کو تو چلے گئے مگر دونوں قوموں کے درمیان نفرتوں کی ایسی مضبوط دیوار کھڑی کر گئے جس کا ڈھانا مشکل ہو گیا۔ پورے ملک میں آگ اور خون کی ہولیاں کھیلی جانے لگیں، ہر طرف افراتفری کا ماحول، ہر طرف خون ریزی اور قتل و غارت گری۔ ایسے بھیانک حالات میں مسلمان اپنی دولت اور اثاثے کو کوڑی کے داموں میں بیچ کر نئے ملک کی گود میں پناہ لینے کی تیاری کرنے لگے۔ ایسی روح فرساں گھڑی میں قوم مسلم کی سچی رہنمائی کرنا، ان کے بڑھتے ہوئے قدم کو روکنا اور انہیں اپنی عظمت کا احساس دلانا کوئی آسان کام نہیں تھا مگر آپ نے اپنی صالح قیادت، سیاسی بصیرت اور حسن تدبیر کے ذریعہ طوفانِ کا رخ موڑ دیا اور نہایت

پرجوش انداز میں مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ”سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ نے بہت پہلے فرمایا تھا کہ دشمن ہمارے لئے تین باتیں چاہتا ہے۔

(۱) سب سے پہلے ہماری موت تاکہ ہمیشہ کے لئے معاملہ ہی ختم ہو جائے۔

(۲) اگر یہ نہ ہو سکے تو جلا وطنی چاہے گا۔

(۳) اگر یہ بھی نہ ہو سکا تو آخر درجہ میں عاجز و مجبور بنانا چاہے گا۔

ایک دفعہ تم نے ہجرت کر کے دیکھ لیا مگر بربادی کے سوا تمہیں کچھ ہاتھ نہ آیا۔ آج پھر تم یہاں سے جانا چاہتے ہو مگر جانے سے پہلے سوچو، سمجھو، کچھ فیصلہ کرو، بھارت کی دھرتی پر تم نے صدیوں حکومت کی ہے۔ دہلی کے لال قلعہ کی بلند پیشانی ہماری عظمتوں کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔

تم کہاں جا رہے ہو؟ خواجہ کی دھرتی تمہیں پکار رہی ہے، مخدوم سمنان کا روضہ تمہیں آواز دے رہا ہے، محبوب پاک کا آستانہ تمہیں یاد کر رہا ہے، تمہارے آباء و اجداد کی ہڈیاں تمہیں آواز دے رہی ہیں، خواجہ کا آستانہ چھوڑ کر کہاں جاؤ گے، مخدوم پاک کا روضہ چھوڑ کر تم سکوں کیسے پاؤ گے، سرکار اعلیٰ حضرت کے فیضان سے بھاگ کر تم کس طرح جی سکو گے۔“

آپ کے اس پرجوش خطاب نے مردہ دلوں میں زندگی کی نئی لہر دوڑادی، ہر طرف اُمید و یقین کے چراغ جلنے لگے، بجھے ہوئے دل و دماغ میں امتگوں کی تازہ بہار آگئی، شکستہ حوصلوں میں شباب کی رعنائی پیدا ہونے لگی۔

آپ کے بروقت اقدام سے بہت سارے گھرا جڑنے سے بچ گئے اور بھاگتے ہوئے قدم رُک گئے۔

## سیاسی بصیرت

ملک کے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو آپ کی سیاسی بصیرت اور قائدانہ صلاحیت کے زبردست مداح تھے اور حد درجہ آپ کا احترام کرتے تھے۔ ۱۹۵۲ء میں جب پہلی مرتبہ ملک میں الیکشن ہوا تو پنڈت نہرو نے پھولپور سے انتخاب لڑنے کے لئے اپنا پرچہ نامزد کیا تو اس وقت آپ کو الہ آباد بلایا اور آپ کی سیاسی بالغ نظری پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے انتخابی الیکشن کا انچارج بنایا۔ پورے حلقے میں سیاسی پلیٹ فارم سے جتنے جلسے ہوئے ہر جلسہ سے آپ نے خطاب کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بھاری اکثریت سے نہرو کا میاب ہوئے۔ اس سے جہاں آپ کی سیاسی عظمت نے لوگوں کے دلوں میں گھر کیا وہیں آپ کی خطابت کی سحر آفرینی سے بھی لوگ متاثر ہوئے۔ مزید تفصیلی معلومات کے لئے ۳۰/ جنوری ۱۹۵۲ء کا دینک بھارت اور ۳۱/ جنوری اخبار لیڈر کی رپورٹ پڑھئے۔

## آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کا قیام

۱۹۶۰ء کا وہ ہنگامہ خیز ماحول ہندوستان کی تاریخ کا نہایت سیاہ باب ہے۔ ناعاقبت اندیش افراد نے اپنی سیاسی دکان چکانے کے لئے پورے ملک کو فساد کی آگ میں جھونک دیا تھا۔ شیطانی طاقتیں ایک مرکز پر سمٹ کر ملک کی تباہی کا نظارہ کر رہی تھیں، ہر طرف انسانوں کا قتل عام ہو رہا تھا، پورے ملک پر ظلم و ستم کے گھنے بادل منڈلا رہے تھے، خونخوار درندوں کی سفاکیت پورے شباب پر تھی، مایوسی، بے بسی اور بے کسی مسلمانوں کا مقدر بن چکی تھی۔ ایسے پرخطر اور تاریک دور میں مسلمانوں کو آبرو منداناہ

زندگی دلانے اور عظمت رفتہ کی بحالی کے لئے ایک مضبوط منصوبہ تیار کیا تاکہ اس کے سائے میں بیٹھ کر مسلمان ٹھنڈی سانس لے سکے، آپسی اتحاد قائم ہو اور پورے دلولہ و شوق اور جوش و جذبہ کے ساتھ نئے نئے طوفانوں سے کھیلنے کا ہنر پیدا ہو۔ چنانچہ آپ نے سید العلماء حضرت علامہ الشاہ آل مصطفیٰ مارہروی، حضرت محدث اعظم ہند علامہ سید محمد میاں کچھوچھوی، مولانا اسرار الحق کوٹہ راجستھان، پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی، رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہم الرحمہ اور غازی ملت سید مظہر ربانی کو لیکر ایک مشاورتی نشست رکھی۔ انتہائی غور و خوض اور کئی روز کی بحث و تمحیص کے بعد لوگ ایک نتیجے پر پہنچے اور آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کا قیام عمل میں آیا۔

آپ کی سیاسی بالغ نظری، فکر و تدبر اور دور اندیشی کو دیکھ کر باتفاق رائے اس تنظیم کا آپ کو جنرل سکریٹری نامزد کیا گیا اور یہ آپ کی سیاسی بصیرت کا ہی نتیجہ تھا کہ تھوڑے وقت میں تنظیم نے تقریباً پورے ملک میں اپنے بال و پر پھیلا دیئے، اُسے وقار اور اعتبار کی منزل مل گئی اور اس کی دھمک دہلی کے ایوان بالا میں بھی محسوس کی جانے لگی۔ اس کے بعد جب بھی ملک میں کہیں بھی نفرتوں کے بطن سے ناخوشگوار واقعات رونما ہوئے تو آپ اپنا فاروقی تیور دکھاتے جس سے دلی دربار بھی دہل اٹھتا۔ آپ کی انہیں سیاسی بصیرتوں پر تبصرہ کرتے ہوئے قائد اہلسنت حضرت علامہ ارشد القادری رقم طراز ہیں:

”مولانا سیاسی بصیرت کے علاوہ قانون کی نزاکتوں پر بھی نظر رکھتے تھے۔ عموماً تجاویز کا مسودہ میں ہی تیار کرتا جب مولانا تجویز کی عبارت میں ترمیم کرتے اور مسکراتے ہوئے اس کے وجوہات بیان کرتے تو ہمیں محسوس ہوتا کہ اچانک ہم اندھیرے سے

اُجالے میں آگئے۔“

کل ہند سنی اوقاف کانفرنس اور محسن ملت کی خطابت و سیاسی جرأت  
۱۹۶۲ء میں آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے پرچم تلے کل ہند سنی اوقاف کانفرنس لال قلعہ دہلی کے پریڈ گراؤنڈ میں منعقد ہوئی اس کانفرنس میں محسن ملت نے اپنی سیاسی جرأت اور محسن خطابت کے ایسے جوہر دکھائے کہ وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری لکھتے ہیں:

”مولانا کی خطابت کا رنگ بھی سب سے نرالا تھا کسی بھی مسئلے پر جب وہ تقریر کرتے تو ایسا لگتا کہ اُنکی آواز میں دلوں کو پگھلا دینے والی حرارت شامل ہے۔ سنی اوقاف کے تحفظ کے سلسلے میں وہ ایک تجویز پر تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو اُنکے جذبات کے ظلم کا عجیب عالم تھا۔ دہلی حکومت کو سنی اوقاف کی بربادی کا ملزم قرار دیتے ہوئے اُنہوں نے ایسی پر جوش تقریر کی کہ نعرہ تحسین سے سارا پنڈال گونج اٹھا اور تقریر کے بعد ایک وفد کو ساتھ لیکر وزیراعظم نہرو سے ملاقات کی اور بتایا کہ پورے ملک میں اہلسنت کی تعداد نوے فیصد سے بھی زیادہ ہے اس کے باوجود آپ نے جمیعۃ العلماء کو سنی اوقاف کا مالک بنا دیا ہے جسے وہ اپنی مرضی کے مطابق خرد برد کرتے رہتے ہیں اس پر وزیراعظم نہرو نے یہ کہا کہ تقسیم ہند کے وقت سارے لوگ مسلم لیگ کے ساتھ تھے مگر جمیعۃ العلماء اس وقت بھی ہمارے ساتھ تھی آج ہم اسے کیسے نظر انداز کر دیں اتنا کہنا تھا اس وقت محسن ملت کا جلال دیکھنے کے لائق تھا۔ وقت کے وزیراعظم کو لکارتے ہوئے آپ نے فرمایا نہرو جی! اگر آپ کو اُن کا خیال ہے تو آپ کیوں نہیں اپنے مکان کے کسی کونے میں ان کے لئے کوئی آفس کھول کر انہیں رکھ لیتے مگر مسلمانوں



کی وقفیہ جائداد کو اس طرح برباد نہ کیجئے۔“

آپ کی اسی جرأت و ہمت اور دیوانگی کو دیکھتے ہوئے مجاہد دوراں حضرت علامہ سید مظفر حسین کچھوچھوی لکھتے ہیں:

”ہندوستان کا کم و بیش ہر سنی صحیح العقیدہ مسلمان جانتا ہے کہ محسن ملت نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ ملت اسلامیہ کی بقا و تحفظ کے لئے مذہبی و سیاسی دونوں اعتبار سے وقف کر رکھا تھا اور کسی بھی مسئلہ میں پنڈت نہرو سے لیکر چھوٹے منسٹر اور کرچاری سے آنکھ ملا کر جرأت و ہمت سے اپنی بات منوالیتے جو بلاشبہ ان کی سیاسی تدبیر کا نمایاں کارنامہ تھا۔“

اس میں کوئی شک نہیں کہ سیاسی حلقوں میں اگر ہمارا اثر نہیں ہے تو ہم اپنے حقوق سے ہمیشہ محروم کر دیئے جائیں گے اسی نظریہ کے تحت ہمارے اکابر نے سیاست میں قدم رکھا اور اپنے حقوق کی بازیابی کے لئے ہر طرح کی قربانیوں سے گزرے۔ گویا سیاست میں کل بھی ہمارے لوگ تھے اور آج بھی ہمارے نمائندہ ہیں فرق اتنا ہے کہ کل کے لوگ روشن ضمیر تھے اور آج ضمیر فروش۔ کل کے لوگوں نے قوم و ملت کی فلاح و بہبودی کے لئے سیاست میں قدم رکھا تھا اور آج جاہ طلبی، حصول زر اور اپنے مفاد کی خاطر۔ خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی محسن ملت کی سیاسی عظمتوں کو سلام پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”جہاں وہ فقہی بصیرت رکھنے والے ایک جید عالم دین، خانقاہ کے صوفی باصفا اور عارف حق آگاہ تھے وہیں میدان سیاست کے شہسوار بھی اور مسلمانوں کے دکھ درد کے ساتھی بھی وہ سیاست حاضرہ سے بہت قریب رہے انہوں نے سیاست کو چھو اور سونگھا تھا، اسمیں ڈوبے نہیں تھے۔ ہر کہ درکان رفت نمک شد کی مثال نہ تھے بس اسی قدر اس سے تعلق تھا جو آڑے وقت مسلمانوں کے کام آسکے۔“

## فقہی بلندی

پروردگار کی قدرت کاملہ سے یہ بعید نہیں کہ ایک پیکرِ خاکی میں فضل و کمال، علم و ادراک، فقہ و افتاء، طلاقت لسانی، حسن گفتار اور پاکیزہ کردار کی ساری عظمتیں سمیٹ دے۔ خدائے قادر مطلق نے جہاں آپ کو دیگر بہت ساری خوبیاں عطا کی تھیں وہیں فقہی بصیرت کا وافر حصہ بھی عطا کیا تھا۔ ادیب شہیر حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب قبلہ رکن الجمع الاسلامی مبارکپور تحریر کرتے ہیں:

”ہوش سنبھالنے کے بعد سب سے پہلے میں نے آپ کو ایک مفتی کی حیثیت سے جانا۔ ہوا یہ کہ بنارس میں بے داڑھی والے یا خسی داڑھی والے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں شرعی حکم پر مشتمل ایک پوسٹر شائع کیا گیا جس میں علماء کرام کے فتاویٰ تھے۔ اُس پوسٹر میں نمایاں طور پر فتویٰ محسن ملت حضرت مولانا مفتی حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کا تھایہ تقریباً ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء کی بات ہے۔“

## مسئلہ مرغوب

حافظِ توریت و انجیل، عالمِ ہفت لسان، فاضلِ جلیل حضرت علامہ سید شاہ قائم چشتی قنصل دانا پوری سجادہ نشین آستانہ چشتیہ نظامیہ دانا پور پٹنہ کی تصنیف لطیف ہے۔ حضرت علامہ دانا پوری جب ۱۹۶۳ء میں حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہونے کے لئے حرمین طہیین پہونچے تو آپ نے مکہ شریف اور مدینہ شریف میں نجدی امام کی اقتداء میں کوئی نماز نہیں ادا کی بلکہ ہندوستان سے گئے ہوئے جماعت اہلسنت کے علماء کے ساتھ پنج وقتہ نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔ واپسی پر پٹنہ کے کچھ وہابیوں نے

ہنگامہ کیا اسکے جواب میں آپ نے مسئلہ مرغوب ترتیب دیا اور پھر نجدی حکومت و نجدی امام کے عقائد باطلہ کے چہرے سے نقاب اٹھایا اور قرآن و حدیث و اقوال ائمہ و فقہاء کی روشنی میں انکے گمراہ و بددین ہونے کو ثابت کیا اور آپ نے ملک بھر کے مفتیان کرام کی تائید و توثیق حاصل کی جس میں تیسرے نمبر پر حضرت محسن ملت کی تحریر کو جگہ ملی ہے اس کی سرخی یہ ہے:

سید المناظرین سند العلماء مفتی عصر حضرت مولانا حامد علی  
صاحب قبلہ مدظلہ العالی دارالعلوم رائے پور مدھیہ پردیش

محترم القام حضرت مولانا سید شاہ محمد قائم صاحب دامت برکاتہم العالیہ پس از سلام مسنون یہ فقیر عرض گزار ہے کہ کتاب مسئلہ مرغوب جو آنجناب کی تالیف کردہ ہے وصول ہوئی اور اسے میں نے بغور پڑھا۔ آپ پر چند مفسدین نے اعتراض کیا ہے کہ ایام حج میں گمراہ و بے دین نجدی امام کے پیچھے آپ نے نماز کیوں نہیں ادا کی اس کا نہایت مدلل و معقول جواب تحریر فرمایا ہے۔ آپ نے جواب اگرچہ اپنے اوپر سے دفیعہ کے لئے فرمایا مگر یہ کتاب عامۃ المسلمین کے لئے انتہائی مفید ثابت ہوگی اور ضرورت ہے کہ اس کتاب کی زائد سے زائد تشہیر کی جائے اور مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے شائع کئے جائیں تاکہ سنی مسلمان زائد سے زائد فائدہ حاصل کر سکیں اور ایام حج میں اپنی عبادت کو ضائع ہونے سے بچائیں اور بے دین نجدیوں کے مکر و فریب سے ہوشیار رہیں۔ اس سلسلے میں ایک کتاب ”مسئلہ حجاز رپورٹ وفد خلافت ۱۹۲۶ء“ میرے پاس تھی بذریعہ رجسٹری بک پوسٹ کر رہا ہوں جس میں ان مقدس مقامات کی تصاویر بھی موجود ہیں جسے اُس نجدی حکومت نے بزعم حکومت مسمار کر دیا اسے ملاحظہ فرمائیں گے ان تصاویر کی اشاعت اگر ہو جائے تو مسلم عوام کو اندازہ ہو جائیگا کہ

رازداروں پر پردہ کیا ہے۔ نجدی حکومت اور اُس کی کارگزاریوں کے ہیبت ناک خدو خال آسانی سے سمجھ میں آجائیں گے۔ ایام حج میں آپ نے نجدی بے دین امام کے پیچھے نماز ادا نہیں فرمائی شرعاً بالکل صحیح کیا۔ واقعی ایک مسلمان کو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں اور نہ کسی طرح اس کی اقتداء میں نماز ہوتی ہے جیسا کہ احادیث نبویہ ﷺ اور فتاویٰ علماء کرام سے بدلیل قاطع ثابت ہے جس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور پھر آپ بفضلہ تعالیٰ مسلمانوں کے رہنما ہیں اور روحانی طریقے پر قلب ذاکر رکھتے ہیں۔ مراقبہ و مشاہدہ کے پابند ہیں۔ ایسا دل ہے جو عشق رسول سے معمور ہے تو کس طرح ایسے امام کے پیچھے نماز ادا کرتے جو گمراہ بے دین ہے۔ لہذا شریعت مطہرہ کی نظر میں آپ کا فعل قطعاً درست و صحیح ہے اور انشاء اللہ قیامت کے دن دربار رسالت میں آپ کو سرخروئی حاصل ہوگی اور جن لوگوں نے نجدی امام کے پیچھے نمازیں ادا کیں ان کی نماز قطعاً نہیں ہوئی وہ لوگ توبہ کریں اور جتنی نمازیں بے دین و گمراہ کے پیچھے ادا کی ہیں ان کو دہرائیں ورنہ فرض ان کے ذمہ ساقط نہ ہوگا اور قیامت کے دن عذاب کے مستحق ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خادم قوم

فقیر حامد علی الوارثی

مہتمم مسلم یتیم خانہ مفتی شہرائے پور

۳۰/ دسمبر ۱۹۶۳ء

اس تائید کے بعد حضرت محسن ملت کے دو اور فتوے ہدیہ ناظرین ہیں۔ استفتاء کرنے والے عبدالکریم ربانی پٹنہ گڑھ، ضلع بلانگیر کے رہنے والے ہیں انہوں نے سوال کیا۔

بخدمت شریف حضرت مولانا مولوی حامد علی صاحب قبلہ گزارش خدمت یہ ہے کہ سوالات کے جواب سے مشکور فرمائیں۔

سوال نمبر ۱: علاقہ پٹنہ گڑھ موضع بھنائیں ایک لڑکی کی شادی ہوئی، شادی کے بعد میاں بیوی میں دو سال تک اچھے گزرے بعد ازاں اس لڑکی کا شوہر پاگل ہو گیا مختلف طریقے پر علاج بھی کرایا گیا لیکن جنوں حد سے زیادہ ہوتا گیا آج تقریباً ۶ سال ہوئے لڑکی کے کوئی وارث نہیں اب لڑکی یہ چاہتی ہے کہ میں دوسرا نکاح کروں لہذا شرعی مسئلہ سے آگاہ کریں۔

عبدالکریم ربانی، پٹنہ گڑھ ضلع بلائگیر۔ ۱۳/اپریل ۱۹۶۰ء

الجواب:

جبکہ شوہر پاگل ہو گیا اور علاج سے فائدہ نہیں تو ایسی صورت میں میاں بیوی میں تفریق یعنی جدائی کر دی گئی آج جس تاریخ کو یہ فتویٰ لکھا جا رہا ہے اسی تاریخ سے عورت پر طلاق بائن پڑ گئی اب یہ عورت ۳ حیض یعنی زائد سے زائد ۳/ماہ ۱۳/یوم عدت گزار کر کسی بھی مرد سے اپنا نکاح کر سکتی ہے پہلا نکاح ٹوٹ گیا اور طلاق ہو گئی اسلئے عورت کو شریعت اسلامیہ کے رو سے اپنا نکاح کرنے کا پورا اختیار ہے اگر ۳/ماہ ۱۳/دن کے اندر یہ شوہر جو پاگل ہو گیا ہے اچھا ہو جائے اور اپنی بیوی کو لے جانا چاہے تو پھر سے نکاح پڑھا کر لے جاسکتا ہے۔ یہ عورت پاگل شوہر کے لئے بغیر نکاح پڑھائے ہوئے حرام ہے۔ ۱۸/مئی سے عدت شمار ہوگی۔

کتبہ: فقیر محمد حامد علی

مہتمم مسلم یتیم خانہ رائے پور ۱۸/مئی ۱۹۶۰ء

سوال نمبر ۲: احمد جانی ایک شادی شدہ نوجوان ہیں اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے ایک ہندو لڑکی سے ناجائز تعلقات ہو گئے اس ہندو لڑکی کو احمد جانی کی طرف سے ایک لڑکا ہوا ہے اس لڑکے کو احمد جانی اپنے گھر رکھنا چاہتے ہیں آیا ایسا لڑکا حلال ہے؟ اگر حلال نہیں تو اس کو کس طریقہ اسلام میں لایا جائے، اسلامی رو سے احمد جانی اور اس لڑکے کا کیا معیار ہے اور عام مسلمانوں کو ان سے کیسے تعلقات رکھنا چاہیے۔ عاصی عبدالکریم ربانی، ۱۳/اپریل ۱۹۶۰ء

الجواب:

جس ہندو لڑکی کے ساتھ احمد جانی کا تعلق ہو گیا ہے اگر وہ اسلام میں آجائے تو اس کو مسلمان کر کے دونوں کا نکاح کر دیا جائے اور اگر وہ مسلمان نہیں ہونا چاہتی اور احمد جانی یہ کہتا ہے کہ یہ لڑکا میرا ہے اور عورت لڑکے کو احمد جانی کو دے دیتی ہے تو لڑکے کو احمد جانی اپنے پاس رکھے اور اس کا ختنہ کر دے مگر لڑکا احمد جانی کی جائیداد سے حصہ نہیں پائے گا۔ احمد جانی کے پاس اگر یہ لڑکا رہتا ہے اور احمد جانی اس کی پرورش کرتا ہے اور ختنہ کر دیتا ہے تو یہ لڑکا مسلمان سمجھا جائیگا اگر مر جائے تو مسلمان اسکی جنازے کی نماز پڑھ کر اپنے قبرستان میں دفن کریں اور اگر عورت لڑکا نہ دے تو احمد جانی کا یہ لڑکا متصور نہیں ہوگا کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا واللہ اعلم حجتہ زانی مرد کے لئے پتھر کا ٹکڑا ہے اس صورت میں لڑکا اس کی ماں کا ہوگا اور مسلمان اسکے ساتھ اسلامی برتاؤ نہیں کر سکتے ہیں وہ ہندو ہی سمجھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: فقیر محمد حامد علی

مہتمم مسلم یتیم خانہ رائے پور ۱۸/اپریل ۱۹۶۰ء

## وصال مبارک

۲۶/ محرم الحرام ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۵/ اپریل ۱۹۶۸ء کو علم و دانش شعور و آگہی اور شریعت و طریقت کا مہتاب ہمیشہ کے لئے روپوش ہو گیا۔  
خدا رحمت کندایں عاشقانِ پاک طینت را

## نماز جنازہ

آپ کی نماز جنازہ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا ڈاکٹر فاروق علی فاروقی علیہ الرحمہ نے پڑھائی۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی اور بھیگی پلکوں کے ساتھ اپنے دینی رہنما کو سپرد خاک کیا۔

## مزار مبارک

حضرت فاتح شاہ مارکیٹ کے گراؤنڈ اور حضرت ہی کے پہلو میں آپ کا مزار مبارک ہے جہاں عرس کے موقع سے ہر سال عقیدت مند آپ کی تربت پہ محبتوں کے پھول پیش کرتے ہیں اور مرقد اطہر سے یہ آواز آرہی ہے۔

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا  
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

اس مختصر تعارف کے بعد اصحاب فکر و شعور کی آراء ملاحظہ فرمائیے۔

☆☆☆

## نذرانہ اصحاب علم و دانش

تاجدار اشریت حضرت سید الشاہ علی حسین اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ کچھو چھو شریف  
آپ کی زبان میں خدا نے وہ تاثیر دی ہے جو پل بھر میں لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔

شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا رحمۃ اللہ علیہ بریلی شریف  
حامد علی تم ملت کا انمول نگینہ ہو تم نے کفرستان میں اسلام کا چراغ جلایا۔

برہان ملت حضرت علامہ برہان الحق رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم مدھیہ پردیش

حضرت مولانا حامد علی فاروقی فرنگی محل لکھنؤ میں کچھ دنوں تعلیم حاصل کرنے کے بعد بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت کے مدرسہ منظر اسلام میں داخل ہوئے، اعلیٰ حضرت سے کچھ رسائل بھی پڑھے۔ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین مفتی اعظم سے بھی تفسیر، حدیث اور فقہ کے درس میں شریک ہوئے، حضرت مفتی اعظم مولانا کو وہ نکات بتاتے جن نکات پردہ مناظرہ فرماتے، مجھے جہاں تک علم ہے مولانا اعلیٰ حضرت سے بیعت بھی تھے اور انہیں اعلیٰ حضرت سے خلافت کی سند بھی ملی۔

جلالت العلم حضور حافظ ملت علامہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ محدث مبارکپوری

قوم کی صحیح نباضی اور سیاسی دُوراندیشی کا آپ پیکر اور حضور اعلیٰ حضرت کے فیضان

کی چلتی پھرتی تصویر تھے اس ویران اور اجڑ علاقے میں آپ نے جس محنت و قربانی کے ساتھ اسلام کا پیغام پہنچایا وہ خود اپنی مثال ہے۔

تاجدار برکاتیت احسن العماء حضرت سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں رحمہ اللہ مارہرہ شریف  
ان کی بلند ہمتی و جفا کشی اور بے باکی ملت کے لئے سرمایہ افتخار ہے۔

گل گلزار رضویت ریحان ملت حضرت علامہ ریحان رضا خان رحمہ اللہ بریلی شریف  
حضرت محسن ملت شاہ محمد حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ دین کے سچے خادم، اسلام کے عظیم مجاہد اور قوم و ملت کے محسن تھے جنہوں نے کفرستان میں اسلام کا جھنڈا گاڑا، مسلم قوم کے مسائل پر روزیرا عظیم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ پورے علاقے میں ان کے احسانات بکھرے پڑے ہیں جہاں جائے ان کی قربانیوں کا نظارہ کیجئے۔

جانشین مفتی اعظم تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان قادری ازہری، بریلی شریف

حضرت محسن ملت شاہ محمد حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ نے وسط ہندوستان میں جن لگن اور قربانیوں کے ساتھ اسلام کی خدمت کی، صد ہا غیر مسلموں کو اسلام سے وابستہ کیا وہ سمجھوں کیلئے سرمایہ افتخار ہے سچ تو یہ ہے کہ یہ میرے جد کریم اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے فیضان کی برکت ہے کہ آپ جدھر گئے سنیت کا پرچم لہرانے لگا۔

پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ علیہ الہ آباد

محسن ملت حضرت مولانا الحاج حامد علی فاروقی صاحب علیہ الرحمہ جماعت اہل سنت کی ایک مقتدر شخصیت تھے۔ خدا نے انہیں بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔ وہ امام اہلسنت سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی عمق و نادر

روزگار ہستی کی درس گاہ کے تعلیم یافتہ تھے۔ اگر وہ دارالافتا کے عظیم فقیہ، درس گاہ کے کامیاب مدرس اور افاق خطابت کے آفاقی خطیب تھے تو میدان سیاست کے شہرہ آفاق قائد بھی تھے۔ انہوں نے سیاست کو چھوا اور سونگھا تھا اس میں ڈوبے نہیں تھے وہ ایک صوفی منش درویش، عارف حق آگاہ اور وقت کے جید عالم تھے۔

عالم شریعت حضرت علامہ پیر محمود احمد رفاقی صاحب، مظفر پور

یقین محکم، عمل پیہم اور محبت فاتح عالم کے پُرکشش پیکر کا نام حضرت محسن ملت مولانا حامد علی فاروقی ہے جو بیک وقت ملک کے وفادار مجاہد، مندرشد و ہدایت کے روشن ضمیر پیر، درس و تدریس کے ماہر اور شریعت و سنت کے عامل تھے آپ اپنے حسن تدبیر، دوراندیشی اور معاملہ فہمی میں پوری جماعت میں فائق نظر آتے ہیں۔ فیاض قدرت نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔

قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ جمشید پور

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی ان خوش نصیب اور قابل رشک علما میں ہیں جنہوں نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی زیارت کی اور ان کے حلقہ درس میں شریک ہوئے۔ آپ گوناگوں محاسن و کمالات کی جامعیت کے اعتبار سے حیرت انگیز شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی خطابت کا رنگ بھی سب سے نالا تھا۔ کسی بھی مسئلہ پر جب وہ تقریر کرتے تو ایسا لگتا کہ ان کی آواز میں دلوں کو پگھلا دینے والی حرارت شامل ہے آپ نے وسط ہندوستان میں علم و فکر اور شعور و آگہی کا وہ چراغ جلایا جس کی روشنی سے پورا علاقہ جگمگا رہا ہے اور آپ تاحیات مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ اور سنیت کی حفاظت کے لئے شمع کی طرح پگھلتے رہے۔



### سید المشائخ حضرت سید اظہار اشرف صاحب دلی عہد کچھو چھو شریف

مدھیہ بھارت میں جدھر سے گذر جائے حضرت محسن ملت کے خلوص و لگن اور قربانیوں کا شہرہ قدم قدم پر دیکھنے کو ملے گا۔ جہالت کی تاریکیوں میں عشق رسول کا چراغ جلا کر انہوں نے پوری قوم کو بربادی سے بچا لیا انہوں نے جس انداز میں دین و سنیت کی خدمت انجام دی وہ ہماری قوم کے لئے لائق صدا افتخار ہے۔

### مناظر اہلسنت حضرت علامہ مفتی محمد اسلم صاحب رضوی بانی جامعہ قادریہ مظفر پور

قادری نواز شوں، چشتی عنایتوں اور رضوی کرم پاشیوں کے خوبصورت پیکر کا نام محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ ہے جن کی جہد مسلسل اور جرأت و ہمت کی داستانیں چمن درچمن پھیلی ہوئی ہیں جنہوں نے اپنے خون کی لالی سے چھتیس گڑھ کی باغ سنیت کو بہار تازہ عطا کیا۔

### حضرت مولانا سید اسلام الدین صاحب نظامی درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء دہلی

حضرت مولانا الحاج حامد علی فاروقی ایک عالم بے بدل اور اعلیٰ درجے کے صوفی تھے۔ اخلاق حمیدہ، سخاوت و تواضع اور علم ظاہری و باطنی میں یکتائے زمانہ تھے۔ مدھیہ بھارت میں صحیح معنوں میں اسلام کی تبلیغ فرمائی اور صحیح راہ دکھائی۔ حضرت محبوب الہی سے خاص تعلق حاصل تھا۔ سلطان الہند کی بارگاہ میں اکثر حاضری دیا کرتے تھے۔

### حضرت مولانا ڈاکٹر حسن رضا خان بی ایچ ڈی پٹنہ ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات پٹنہ

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ فکر و شعور، علم و عرفان کے اس ماہ درخشاں کا نام ہے جسکی ضیا پاشی اور خوبصورت چاندنی میں آج بھی پورا علاقہ نہا رہا ہے آپ قوم کے عظیم رہنما، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی علیہ

الرحمہ کے شاگرد اور ان کی فکر و نظر کے مبلغ و ترجمان تھے۔ یہ ان کی عظیم قائدانہ صلاحیت کا ہی نتیجہ ہے کہ پورے چھتیس گڑھ میں سنیت کی فضا رچی بسی ہوئی ہے۔

### حضرت علامہ سید محمد حسینی صاحب اشرفی ناگپور

حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ دین کے سچے خادم، سنیت کے عظیم علمبردار اور ملک کے وفادار تھے آپ نے ہمیشہ خود غرض سیاست سے اپنے آپ کو دور رکھا اور صاف ستھری سیاست جس میں قوم کی بھلائی ہو اختیار کی۔ اپنے علاقے میں سنیت کی خدمت اور مسلمانوں کی حفاظت کے علاوہ غیر مسلموں میں بھی اسلام کو اس خوبصورتی سے پہونچایا کہ شدھی آندولن دم توڑنے لگا اور دشمنان اسلام کا سر نیچا ہونے لگا جو یقیناً اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا فیض تھا جو آپ کی زبان پر جاری تھا۔

### مبلغ اسلام حضرت مفتی عبدالحمید صاحب اشرفی ناگپور

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ اپنی مذہبی، سیاسی اور سماجی کارکردگی کے سبب محتاج تعارف نہیں، نہایت متحرک اور فعال شخصیت کے مالک تھے۔ وقت کے بہترین عالم، صف اول کے خطیب اور میدان سیاست کے ماہر تھے۔ سیاسی بالغ نظری اور قوم کی نباضی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

### پیر طریقت حضرت مولانا سید گل حسن صاحب اشرفی کچھو چھو شریف

جب رائے پور اور چھتیس گڑھ پر شدھی کرن کی تحریک چلی اور مسلمانوں کا ایمان و ایقان خطرے میں پڑنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت محسن ملت مولانا حامد علی صاحب فاروقی کو سینہ سپر کر دیا جنہوں نے ہزاروں کو مسلمان بنا کر پوری ملت کو اس فتنہ سے بچا لیا۔

حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم قادری صاحب (پی ایچ ڈی) ممبئی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کے فیضانِ قربت نے محسنِ ملت کو جہدِ مسلسل کا مجسم بنادیا چھتیس گڑھ کے اس علاقے میں علمی شعور، عملی امنگ، دینی جذبہ اور ملی بیداری پیدا کرنے کیلئے سب سے پہلے آپ نے مدرسہ اصلاح المسلمین کے نام سے ایک ادارہ قائم فرمایا، چھتیس گڑھ میں مسلکِ اہل سنت کا جو فروغ دیکھ رہے ہیں اس کی سرخی میں مولانا کے خونِ جگر کا بہت بڑا حصہ ہے۔

ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر صاحب مصباحی سجادہ نشین خانقاہِ حلیمیہ الدہ آباد

محسنِ ملت بلاشبہ بیسویں صدی کے عظیم مجاہدین میں سے ایک تھے جن کا جسم جوش مارتے ہوئے لہو اور ریگتے ہوئے گرم پسینوں سے آشنا تھا۔ جن کی ایڑیاں خار مغیلاں سے آشنا تھیں اور جن کا سینہ میدانِ کارزار میں دوڑتے ہوئے اسپ تازی کے بھانپ کی مانند گرم تھا۔ چھتیس گڑھ جیسے پسماندہ اور بے تہذیب علاقوں کو آپ نے اپنی علمی سرگرمیوں، خطابت، وعظ اور حسن سلوک سے آباد کیا اور عرفان و آگہی کے سینکڑوں چراغ روشن کئے۔

سراجِ ملت حضرت مولانا سید سراج اظہر صاحب بانی دارالعلوم مفتی اعظم ممبئی

محسنِ ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ گلشنِ فاروقی کے اس مہکتے پھول کا نام ہے جنہوں نے امام احمد رضا کے آغوشِ علم و فضل میں کھیلنا اور چلنا سیکھا تھا، جن کی پوری حیات تاریخِ دعوت و عزیمت سے لبریز ہے جنہوں نے فکر و عمل کی راہوں میں رفعتوں کی ایسی خوشبو بکھیری ہے جسکی نکہتِ جادہ حق و صداقت کے مسافر کو معطر کرتی رہے گی۔

حضرت مولانا ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم صاحب صدر شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ ہمدرد دہلی

محسنِ ملت مولانا حامد علی فاروقی مناظرِ اعظم ہند شیر شبیہ اہلسنت حضرت مولانا حشمت علی خان قادری رضوی علیہ الرحمہ کے رفیقِ درس اور مجددِ دین و ملت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمہ کے خرمِ علم و ادب کے خوشہ چیں تھے، ان حضرات کی رفاقت نے انہیں علم و ادب اور فضل و کمال کی اس بلندی پر پہنچا دیا تھا جس کا باسانی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ ایسی شخصیت جو علمی، دینی، سیاسی اور سماجی ہر اعتبار سے مرکزِ توجہ ہو کچھ کم اہمیت کی حامل نہیں۔ انہوں نے اپنی دینی و ملی خدمات کے قطع نظر جنگِ آزادی کے تعلق سے جو کارنامے انجام دیئے ہیں ان کی نیک نامی اور عزت و ناموس کی سر بلندی کے لئے کافی ہیں۔

رئیسِ التحریر حضرت علامہ وارث جمال صاحب قادری صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت ممبئی

محسنِ ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی اپنے بزرگوں کی ایک روشن تصویر اور اپنے گوناگوں وجودِ حیرت میں کثیر الجہات بلندیاں اور فراستِ مومن کی جلوہ سامانیاں لئے ہوئے ہیں جن کا وجود مسعود برکفِ جامِ شریعت و برکفِ سندانِ عشق کا بڑا خوبصورت امتزاج تھا۔ آپ بیک وقت مسلمانوں کے جہاں ایک عظیم دینی، مذہبی رہنما تھے وہیں سیاسی مقتدی بھی اور وہ جنگِ آزادی میں ابوالکلام کے شانہ بشانہ نہیں بلکہ ان سے کئی قدم آگے تھے۔

حضرت علامہ سید اولاد رسول قدسی کیلی فورنیا امریکہ

محسنِ ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ جماعتِ اہل سنت کے عظیم قائد، پُرسوز داعی اور نہایت مخلص مجاہد تھے۔ جن کے سینے میں مسلک و مذہب کا درد

کوٹ کوٹ کر بھرا تھا آج چھتیس گڑھ میں جو سنیت کا تقدس ہے اُس میں محسن ملت کی پُرسوز کاوش کا بڑا دخل ہے۔ آپ نے ایک ادارہ قائم فرما کر علماء اور حفاظ کی ایک فوج تیار کی۔ رب قدیر نے آپ کے اندر عشق و اخلاص کی ایسی چنگاری بھردی تھی جس سے پتھر دل افراد بھی پکھلتے نظر آئے اور یہ سب اعلیٰ حضرت امام اہل سنت احمد رضا قادری کے فیضان کرم کا نتیجہ تھا۔

### ڈاکٹر امجد رضا امجد چیف ایڈیٹر رضا بک ریو پو پٹنہ

حضور محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ نے شہرائے پور میں اصلاح المسلمین کے نام سے ایک ادارہ قائم فرما کر بجھے ہوئے دماغ اور سکتی روحوں کے اندر اسلامی سوز پیدا کر دیا۔ جو دین و مذہب سے دور تھے وہ اسلام کے متوالے بن گئے۔ جو علم شریعت سے ناواقف تھے ان کے گھروں میں قرآن کی تلاوت ہونے لگی اور آج پورے چھتیس گڑھ میں جو سنیت کا وقار اور درود و سلام کی بہار ہے اسی مرد حق آگاہ کے نالہ نیم شمی کا ثمرہ ہے۔

### ادیب شہیر حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب چریاکوٹ

علمائے اہلسنت میں ایک تابندہ نام آتا ہے مجاہد حریت حضرت علامہ شاہ مفتی حامد علی فاروقی رضوی علیہ الرحمہ کا جو بیک وقت سیاسی قائد بھی تھے اور مذہبی مصلح و مرشد بھی، جنگ آزادی ہند میں انہوں نے بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

### ڈاکٹر پروفیسر فاروق احمد صدیقی، صدر شعبہ اُردو و فارسی بہار یونیورسٹی مظفر پور

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی ایک محمود الصفات شخصیت کا نام ہے اپنے عہد کے ایک جید عالم، مبلغ اسلام، سیاسی مدبر اور دین و سنیت کے پُر جوش داعی

تھے اپنی دینی بصیرت، خلوص ولہیت، غیر معمولی قوتِ ارادی، اولوالعزمی، مجاہدانہ اسپرٹ اور انقلابی سرگرمیوں کی بدولت محسن ملت بن گئے۔

### نقیب اہلسنت حضرت مولانا سید علی احمد صاحب، سیوانی، علی گڑھ

حضرت محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی گلشن فاروقیت کے اس شگفتہ گلاب کا نام ہے جس کی نکلت بیزی قیامت کی صبح تک مشام عشق و ایمان کو معطر کرتی رہے گی۔ قوم مسلم کو علمی شعور دینے کے لئے مدرسہ اصلاح المسلمین قائم کیا۔ کیوں کہ جو قوم تاریکیوں کی مسافر ہو اس کی نہ کوئی منزل ہوتی ہے اور نہ اپنا کوئی پتہ۔ بلندیوں کو چھونے کے لئے علم اولین شرط ہے چنانچہ محسن ملت نے سب سے پہلے علم کی فیکٹری قائم کی اور ان کی سعی پیہم سے ہر طرف علم کا اجالا پھیلنے لگا۔ آج ہر طرف سنت و شریعت کا نکھار اسی مرد مجاہد کی آہ سحر گاہی کا نتیجہ ہے۔

### ڈاکٹر محمد اسماعیل رضوی صاحب مظفر پور، بہار

محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ اپنی ذات میں تنہا ایک انجمن تھے جن کی علمی، ادبی، قومی اور مذہبی خدمات کی کرنوں سے پورا مدھیہ بھارت روشن ہے۔ آپ نے مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت میں پوری زندگی گزاری۔ آپ علوم مشرقیہ کے ماہر عالم دین، فاضل اجل، دین حق کے مخلص داعی اور وفا شعار رہبر تھے۔ سیاست پر بھی آپ کافی گرفت رکھتے تھے کوئی بھی قومی اور ملی مسئلہ ہو حکومت ہند کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کیا کرتے تھے۔

### آبروئے صحافت حضرت مولانا ظہیر الدین صاحب کانپور

محسن ملت حضرت العلامة مولانا شاہ محمد حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ نے مدھیہ بھارت

میں شدھی آندولن کے موقع پر جس شاندار انداز میں دشمنان اسلام کا مقابلہ کیا وہ سبھی کے لئے سرمایہ افتخار ہے یہ آپ ہی کی محنت و جاں فشانی اور بے مثال قربانی کا نتیجہ ہے کہ آج پورے علاقے میں سنیت کا دبدبہ اور مسلک اعلیٰ حضرت کا بول بالا نظر آتا ہے۔ آپ اپنے وقت کے بے مثال فقیہ اور عظیم خطیب ہونے کے ساتھ بہترین مدبر اور دور اندیش سیاست داں بھی تھے۔

### ناشر سنیت محترم الحاج سعید نوری صاحب، جنرل سکرٹری رضا اکیڈمی ممبئی

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی اعلیٰ حضرت کے ان نامور شاگردوں میں ہیں جنہوں نے اپنے حسن تدبیر، علمی وقار، فکری بلندی اور قائدانہ عظمتوں سے مدھیہ بھارت کے مسلمانوں کے ایمان و عقیدہ کا تحفظ فرمایا اور دین و سنیت کے خزاں رسیدہ چمن کو از سر نو زندگی کی حرارت عطا کی ان کے دینی ملی اور علمی کارناموں کو بڑے پیمانے پر پچیلانے کی ضرورت ہے۔

### حضرت مولانا مفتی نذیر القادری صاحب، دارالعلوم قادریہ نوریہ، سون بھدر

محسن ملت علامہ شاہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کا شمار دین و ملت کی ان شخصیات میں ہوتا ہے جنہوں نے گلشن اسلام کی آبیاری کیلئے اپنی رگ حیات کا ایک ایک قطرہ نچوڑ کر رکھ دیا۔ یہ وہ پہلے مرد مجاہد ہیں جنہوں نے پورے چھتیس گڑھ میں کفر و شرک اور انگریز جبر و تشدد کے شدید آندھیوں کی زد پر عشق و ایمان کے تحفظ کا پہلا چراغ روشن کیا جو آج تک روشن ہے اور انشاء اللہ تاقیامت روشن رہے گا۔

### صحافی عصر حضرت مولانا رحمت اللہ صدیقی صاحب، چیف ایڈیٹر پیغام رضا ممبئی

حضور محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ اپنی علمی بلندی، فکری

بالیڈگی، سیاسی بالغ نظری کے اعتبار سے پوری جماعت میں ایک الگ شناخت رکھتے تھے۔ خالق کائنات نے آپ کی خطابت میں ایسی شیرنی اور حلاوت بھری تھی کہ آپ کی جو تقریریں سنتا آپ کا شیدا ہو جاتا۔ ہر موضوع پر بولنے کی یکساں مہارت رکھتے تھے۔ جملوں کا گھن گرج، الفاظ کا زیروم اور آواز کی جادوئی اس وقت دیکھنے سے تعلق رکھتی جب آپ پورے علمی کردار کے ساتھ کرسی خطابت پر رونق افروز ہوتے۔

### حضرت مولانا مفتی ایاز احمد صاحب مصباحی ناظم جامعہ قادریہ، پونہ

مدھیہ بھارت کی خاک کے ہر ذرہ سے محسن ملت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کی خدمات کی خوشبو پھوٹ رہی ہے آپ نے جس محنت، لگن، خلوص اور ایثار کے ساتھ اس علاقے کی خدمت کی ہے وہ تاریخ کا سنہرے باب ہے جب بھی کوئی مورخ دینی، سیاسی، مذہبی اور علمی حوالے سے چھتیس گڑھ کی تاریخ رقم کرے گا تو سرفہرست محسن ملت کا نام ہوگا۔

### حافظ احادیث کثیرہ مولانا محمد حسین صدیقی ابوالحقانی صاحب بہار

حضرت محسن ملت جماعت اہلسنت کی نہایت قدآور شخصیت کا نام ہے جن کی دینی، مذہبی اور سیاسی خدمات کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہے آپ نے جس ہمت و جرأت، محنت و لگن اور جو ان مردی کے ساتھ مذہب، قوم اور ملک کی خدمت کی ہے اسے تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ پروردگار نے آپ کو ایک ایسا دل عطا فرمایا تھا جو ہمیشہ قوم کے غم میں دھڑکتا رہتا تھا اور ایسی آنکھیں عطا کی تھیں جو قوم کی زبوں حالی کو دیکھ کر ہر دم برستی رہتی تھیں۔

حضرت مولانا مفتی انور نظامی مصباحی صاحب، صدر شعبہ افتا

مدرسہ فیض النبی ہزاری باغ

علم کی ضرورت ہر فرد اور ہر معاشرے کو ہے چھتیس گڑھ کی جہالت زدہ انسانیت کو ظلمت کے قعر مذلت سے نکالنے کے لئے ایک ایسے مینارہ نور کی ضرورت تھی جو آنے والی نسلوں کی راہوں سے جہالت کی تاریکی دور کر کے علم و شعور کا اجالا بکھیر دے۔ حضور محسن ملت نے علم و دانش کا ایک ایسا روشن مینارہ قائم کیا جسکی روشنی قیامت کی صبح تک باقی رہے گی۔

شاعر اسلام حضرت رازالہ آبادی صاحب

محسن ملت اپنے دور کے جلیل القدر عالم باعمل، مصلح دین، مرد مجاہد، خوددار اور غیور شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کے سیاسی و سماجی خدمات کے بے شمار واقعات تاریخ کے سینے میں محفوظ ہیں جو آپ کی بزرگی و عظمت، قومی خدمات اور اسلامی جذبات کے ترجمان ہیں۔ شدھی اندولن میں آپ کے تدبر، دور اندیشی اور غیر مسلموں میں اسلام کی اشاعت تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

نواسہ مفتی اعظم حضرت مولانا جمال رضا خان صاحب بریلی شریف

پورے چھتیس گڑھ میں آج بھی حضور محسن ملت کے فیض کا دریا جاری ہے اس کفرستان میں اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا قادری کے مسلک کا علم لیکر آپ ہی تشریف لائے اور نہایت بے باکی کے ساتھ دشمنان اسلام کا مقابلہ کرتے رہے آپ کی علمی رفعت اور سیاسی شوکت کا یہ عالم ہے کہ حکومت کا جلال بھی آپ کی چوکھٹ کا بوسہ دیتا دکھائی دے رہا ہے۔

حضرت مولانا نوشاد عالم صاحب مصباحی جوہانس برگ افریقہ

محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مسلک حق و یقین کے اس سرگرم مبلغ اور پر خلوص سپاہی کا نام ہے جو قوم مسلم کو ایمانی عظمتوں سے روشناس کرانے کیلئے تادم حیات مرغ بسمل کی طرح تڑپتے رہے آخر کار ان کی تڑپ کام آئی اور آج ہر طرف عشق و عرفان کی بہار دیکھنے کو مل رہی ہے۔

حضرت مولانا مفتی غلام حیدر صاحب قادری، مسلم یتیم خانہ مظفر پور

عامل شریعت، رہبر طریقت، قائد اہلسنت حضرت علامہ حامد علی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ اس فانوس ہدایت کا نام ہے کہ جہاں سے گزرے عشق و یقین کا اجالا بکھیر دیا۔ جہاں قدم رکھ دیا ہدایت کی روشنی سے پورا علاقہ جگمگا اٹھا۔ میں نے کم و بیش پانچ سال تک ان کے قائم کردہ ادارہ اصلاح المسلمین میں تدریسی خدمتیں انجام دی ہیں تو انہیں بہت قریب سے پڑھنے کا موقع ملا۔ پورے چھتیس گڑھ میں جدھر چلے جائے انکے علم و فضل، فکر و ادراک اور شعور و آگہی کی ضیائیں قدم قدم پر دستگیری کرتی نظر آتی ہیں۔

حضرت مولانا سلیم الزماں نوری، مدرسہ رضائے مصطفیٰ محمد پور مبارک۔ مظفر پور

محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کی آفاقی اور عمیقی شخصیت پر جماعت اہلسنت جس قدر ناز کرے کم ہے۔ چھتیس گڑھ میں آپ نے علم رسالت کی ایک ایسی شمع جلائی جس کی روشنی سے جہالت کی تاریکیاں سمٹنے لگیں اور دین کا اجالا پھیلنے لگا۔ آپ نے پوری زندگی علم دین کی اشاعت، قوم مسلم کی ملی مسائل کی بحالی اور وطن کی آزادی میں گزاری۔ آپ کا شمار صرف اول کے مجاہد میں ہوتا تھا آپ نے پورے چھتیس گڑھ میں اپنی تقریر و خطابت سے مسلمانوں کو عقائد اہلسنت کا صحیح عرفان عطا کیا۔



حضرت مولانا جلال الدین قادری صاحب، دارالعلوم امام اعظم ابوحنیفہ

محسن ملت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ نے مدھیہ بھارت میں اصلاح المسلمین کے نام سے علوم مصطفوی کی ایسی شمع روشن کی جس کا اجالا دور دور تک نظر آرہا ہے۔ حضور محسن ملت کیا آئے بہاروں کے قافلے اترنے لگے، ہر طرف اسلامی تہذیب و تمدن کا چراغ جلنے لگا، مذہبی کردار کی ضیائیں مسکرائے لگیں اور جہاں جہالت کی حکومت تھی وہاں اصحاب فکر و شعور نے قلم دان سنبھال لیا اور قوم مسلم کی نسلیں دینی تعلیمات سے آراستہ ہونے لگیں۔ میں خود بھی اسی مادر علمی کا پروردہ ہوں۔

ادیب شہیر شاعر اہل سنت حضرت حلیم حاذق صاحب کلکتہ

محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی حقانیت و صداقت، رشد و ہدایت اور علمی و فکری شوکت کے اس خورشید تاباں کا نام ہے جس کی خوبصورت کرنوں سے چھتیس گڑھ کے بام و درمنور ہیں جنہوں نے بھکتی روحوں کو خدا سے قریب کیا اور انسانی دلوں کو گنبد خضریٰ کے جلوؤں کا امین بنایا۔

حضرت مولانا غلام جیلانی قادری، گورنمنٹ مڈل اسکول، سیتا مڑھی

محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ اس ذات گرامی کو کہتے ہیں جنہیں مصائب سے الجھ کر اور طوفانوں سے کھیل کر مسلک کی پاسبانی کا ہنر معلوم تھا۔ جن کا دل جذبہ اسلامی سے معمور اور جن کا سینہ ایمان و عرفان کے نور سے پُر نور تھا۔

حضرت مولانا مفتی محمد ندیم الزماں صاحب مصباحی خطیب و امام لیسین

مسجد، ویشا کھا پنٹم

پروردگار کا فضل، رسول گرامی و قارِ حجاز کی نوازش، غوث و خواجہ کی عنایتیں، اعلیٰ

حضرت کا فیضان علم، سرکارِ وارث پاک کی نظر اور حجۃ الاسلام و مفتی اعظم علیہم الرحمہ کا کرم مجسم ہو جائے تو اس سے محسن ملت کی شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے۔

پیر طریقت حضرت مولانا عبدالکریم صاحب، ممبئی

حضور محسن ملت جہاں شیریں بیاں خطیب، فقیہ بے بدل، فاضل اجل اور زبان و ادب کے شاہکار تھے وہیں ایک کامیاب مناظر بھی تھے اور یہ فن انہوں نے حضور اعلیٰ حضرت کے بڑے صاحبزادے حضور حجۃ الاسلام سے سیکھا اور یہ سرکار حجۃ الاسلام کی نگاہ فیض کا اثر تھا کہ جہاں گئے کامیاب و بامراد لوئے۔

حضرت مولانا محمود عالم صاحب رشیدی ممبئی

چاند کی چاندنی میں سفر کرنا اور گلشن کے بیچ رہ کر مسکرانا سب کو آتا ہے مگر کانٹوں میں رہ کر تبسم بکھیرنا، کفر کی تاریکیوں میں اسلام کا چراغ اور بدعتیہ کی شب و بچور میں حسن عقیدت کی شمع فروزاں کرنا حضور محسن ملت کا بڑا تاریخی کارنامہ ہے جس کی شہادت مدھیہ بھارت کا ہر ذرہ دے رہا ہے۔

حضرت مولانا وجود القادری صاحب جبیلور

حضرت محسن ملت ایک جید عالم دین، شیریں بیان و اعظ، شعلہ بیاں مقرر، مذہب اہلسنت کے مبلغ، مسلک اعلیٰ حضرت کے نقیب اور میدان سیاست کے بلند پایہ مفکر تھے۔ مزاج سادہ، انداز درویشانہ، عوام و خواص اور امیر و غریب سب میں یکساں مقبول تھے۔ آپ نے چھتیس گڑھ کے گاؤں گاؤں کی چھوٹی بڑی مساجد اور مدارس قائم فرما کر دین و سنیت کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔

مولانا ڈاکٹر ابرار قادری (B.U.M.S.) لکچر محسن ملت یونانی میڈیکل کالج رائے پور دین کے بے لوث خادم، عالمانہ بصیرت، فقیرانہ کروفر اور مجاہدانہ کردار کے حامل کا نام محسن ملت علامہ حامد علی فاروقی ہے جو تادم حیات پورے اخلاص کے ساتھ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کے مسلک عشق و عرفان کی ترجمانی کرتے رہے۔ پوری زندگی اسلامی جذبات اور قومی خدمات سے لبریز ہے۔ علماء کی مجلس سے لیکر صوفیہ کی بزم اور میدان سیاست سے لیکر محفل رزم تک ہر جگہ آپ کی شخصیت پُر وقار نظر آتی ہے۔

#### حضرت مولانا محمد منظور احمد مصباحی رفاقی صاحب بحرین

حضور محسن ملت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کا شمار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے اور آپ کو امام اہلسنت سے شرف بیعت بھی حاصل تھا۔ جس وقت چھتیس گڑھ میں آپ کا ورود مسعود ہوا پورا علاقہ جہالت، لادینیت اور بد عملی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا مگر جب کسی بیمار کو اچھا کرنا ہوا تو خدائے قدیر مسیحا کو مریض کے قریب کر دیتا ہے۔ محسن ملت قوم کے اس مسیحا کا نام ہے جس نے بھٹکتے لوگوں کو صراطِ مستقیم کا اجالا عطا کیا، ضلالت و گمراہی کے بطن سے رشد و ہدایت اور کفر و نفاق کے افق سے ایمان و عشق کا سورج اُگایا۔

#### حضرت مولانا اسرار الحق صاحب برکاتی ازہری، دہلی

حضور محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی کھلی کرامت بن کر سرزمینِ مدھیہ بھارت پر قدم رنجہ فرمایا اور ایمانی جاہ و جلال کے ساتھ اسلام کی حقانیت اور شجر ایمان کی آبیاری کیلئے بٹ گئے۔ دیکھتے دیکھتے پورا

علاقہ باغ و بہار بن گیا۔ آپ کے حسن تربیت، قائدانہ صلاحیت، علمی رفعت اور فکری عظمت نے ایسا انقلاب برپا کیا کہ ہر طرف عشق رسالت کی تجلی بکھرنے لگی، گویا آپ کی شخصیت نے ہر ذرے میں ایک طوفانِ شوق پیدا کر دیا۔

#### مفتی محمد عالم نوری مصباحی دارالعلوم غوث اعظم، ہزار پیاغ

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ پوری جماعت اہلسنت کے لئے سرمایہ افتخار اور عظیم رہبر و رہنما کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کی ذات بابرکات، سیادت و قیادت اور شہرت و مقبولیت کے جس اعلیٰ مقام پر فائز تھے اس میں جہاں ان کی ذاتی محنت و کاوش، جگر کاوی، جہد مسلسل اور خلوص و للہیت کا دخل تھا وہیں مجدد اعظم امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کے مکتب فیض کا فیضان بھی شامل تھا۔

#### شاعر اہل سنت جناب جابر اختر نوری سلطانپوری

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی جنہوں نے ہندوستان کی آزادی میں ایک اہم اور کامیاب کردار ادا کیا ہے۔ پروردگار عالم نے مولانا کو دینی حمیت، شرعی تقدس اور مذہبی رنگ و ترنگ کے ساتھ قومی اور ملی جذبہ بھی عطا کیا تھا۔ پورے مدھیہ بھارت میں مولانا کے بے لوث خدمات کی کہکشاں ہر طرف بکھری نظر آتی ہے۔

#### مولانا راشد القادری اناؤنسر آل انڈیا ریڈیو دارجلنگ

وہ محسن ملت جو سیاست، قیادت اور امامت کے منزل پر اسقدر بلند نظر آتے ہیں کہ انکے سامنے ہمالیہ کی بلند پیشانی بھی جھکی جھکی نظر آتی ہے۔ خدمت خلق جن کی زندگی، قرآن و سنت سے مزین جن کی گفتگو، یتیموں سے محبت اور غریبوں سے پیار جن کا شعار جو قوم کا مسیحا اور ملت کا روشن مستقبل تھا بلاشبہ آج بھی جن کی تقویٰ شعار

مولانا ڈاکٹر ابرار قادری (B.U.M.S.) لکچر محسن ملت یونانی میڈیکل کالج رائے پور دین کے بے لوث خادم، عالمانہ بصیرت، فقیرانہ کردار و مجاہدانہ کردار کے حامل کا نام محسن ملت علامہ حامد علی فاروقی ہے جو تادم حیات پورے اخلاص کے ساتھ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کے مسلک عشق و عرفان کی ترجمانی کرتے رہے۔ پوری زندگی اسلامی جذبات اور قومی خدمات سے لبریز ہے۔ علماء کی مجلس سے لیکر صوفیہ کی بزم اور میدان سیاست سے لیکر محفل رزم تک ہر جگہ آپ کی شخصیت پروار نظر آتی ہے۔

#### حضرت مولانا محمد منظور احمد مصباحی رفاقی صاحب بحرین

حضور محسن ملت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کا شمار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے اور آپ کو امام اہلسنت سے شرف بیعت بھی حاصل تھا۔ جس وقت چھتیس گڑھ میں آپ کا درو مسعود ہوا پورا علاقہ جہالت، لادینیت اور بد عملی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا مگر جب کسی بیمار کو اچھا کرنا ہوا تو خدائے قدیر مسیحا کو مریض کے قریب کر دیتا ہے۔ محسن ملت قوم کے اس مسیحا کا نام ہے جس نے بھٹکتے لوگوں کو صراط مستقیم کا اجالا عطا کیا، ضلالت و گمراہی کے بطن سے رشد و ہدایت اور کفر و نفاق کے افق سے ایمان و عشق کا سورج اُگایا۔

#### حضرت مولانا اسرار الحق صاحب برکاتی ازہری، دہلی

حضور محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی کھلی کرامت بن کر سرزمین مدھیہ بھارت پر قدم رنجہ فرمایا اور ایمانی جاہ و جلال کے ساتھ اسلام کی حقانیت اور شجر ایمان کی آبیاری کیلئے جٹ گئے۔ دیکھتے دیکھتے پورا

علاقہ باغ و بہار بن گیا۔ آپ کے حسن تربیت، قائدانہ صلاحیت، علمی رفعت اور فکری عظمت نے ایسا انقلاب برپا کیا کہ ہر طرف عشق رسالت کی تجلی بکھرنے لگی، گویا آپ کی شخصیت نے ہر ذرے میں ایک طوفان شوق پیدا کر دیا۔

#### مفتی محمد عالم نوری مصباحی دارالعلوم غوث اعظم، ہزار بیاغ

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ پوری جماعت اہلسنت کے لئے سرمایہ افتخار اور عظیم رہبر و رہنما کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کی ذات بابرکات، سیادت و قیادت اور شہرت و مقبولیت کے جس اعلیٰ مقام پر فائز تھے اس میں جہاں ان کی ذاتی محنت و کاوش، جگر کاوی، جہد مسلسل اور خلوص و للہیت کا دخل تھا وہیں مجدد اعظم امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کے مکتب فیض کا فیضان بھی شامل تھا۔

#### شاعر اہل سنت جناب جابر اختر نوری سلطانپوری

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی جنہوں نے ہندوستان کی آزادی میں ایک اہم اور کامیاب کردار ادا کیا ہے۔ پروردگار عالم نے مولانا کو دینی حمیت، شرعی تقدس اور مذہبی رنگ و ترنگ کے ساتھ قومی اور ملی جذبہ بھی عطا کیا تھا۔ پورے مدھیہ بھارت میں مولانا کے بے لوث خدمات کی کہکشاں ہر طرف بکھری نظر آتی ہے۔

#### مولانا راشد القادری اناؤنسر آل انڈیا ریڈیو دارجلنگ

وہ محسن ملت جو سیاست، قیادت اور امامت کے منزل پر اس قدر بلند نظر آتے ہیں کہ انکے سامنے ہمالیہ کی بلند پیشانی بھی جھکی جھکی نظر آتی ہے۔ خدمت خلق جن کی زندگی، قرآن و سنت سے مزین جن کی گفتگو، یتیموں سے محبت اور غریبوں سے پیار جن کا شعار جو قوم کا مسیحا اور ملت کا روشن مستقبل تھا بلاشبہ آج بھی جن کی تقویٰ شعار

مولانا ڈاکٹر ابرار قادری (B.U.M.S.) لکچرر محسن ملت یونانی میڈیکل کالج رائے پور دین کے بے لوث خادم، عالمانہ بصیرت، فقیرانہ کروفر اور مجاہدانہ کردار کے حامل کا نام محسن ملت علامہ حامد علی فاروقی ہے جو تادم حیات پورے اخلاص کے ساتھ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کے مسلک عشق و عرفان کی ترجمانی کرتے رہے۔ پوری زندگی اسلامی جذبات اور قومی خدمات سے لبریز ہے۔ علماء کی مجلس سے لیکر صوفیہ کی بزم اور میدان سیاست سے لیکر محفل رزم تک ہر جگہ آپ کی شخصیت پُر وقار نظر آتی ہے۔

#### حضرت مولانا محمد منظور احمد مصباحی رفاقی صاحب بحرین

حضور محسن ملت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کا شمار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے اور آپ کو امام اہلسنت سے شرف بیعت بھی حاصل تھا۔ جس وقت چھتیس گڑھ میں آپ کا ورود مسعود ہوا پورا علاقہ جہالت، لادینیت اور بدعملی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا مگر جب کسی بیمار کو اچھا کرنا ہوا تو خدائے قدیر مسیحا کو مریض کے قریب کر دیتا ہے۔ محسن ملت قوم کے اس مسیحا کا نام ہے جس نے بھٹکتے لوگوں کو صراطِ مستقیم کا اجالا عطا کیا، ضلالت و گمراہی کے بطن سے رشد و ہدایت اور کفر و نفاق کے افق سے ایمان و عشق کا سورج اُگایا۔

#### حضرت مولانا اسرار الحق صاحب برکاتی ازہری، دہلی

حضور محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی کھلی کرامت بن کر سرزمینِ مدھیہ بھارت پر قدم رنجہ فرمایا اور ایمانی جاہ و جلال کے ساتھ اسلام کی حقانیت اور شجر ایمان کی آبیاری کیلئے جٹ گئے۔ دیکھتے دیکھتے پورا

علاقہ باغ و بہار بن گیا۔ آپ کے حسن تربیت، قائدانہ صلاحیت، علمی رفعت اور فکری عظمت نے ایسا انقلاب برپا کیا کہ ہر طرف عشق رسالت کی تجلی بکھرنے لگی، گویا آپ کی شخصیت نے ہر ذرے میں ایک طوفانِ شوق پیدا کر دیا۔

#### مفتی محمد عالم نوری مصباحی دارالعلوم غوث اعظم، ہزار پیاغ

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ پوری جماعت اہلسنت کے لئے سرمایہ افتخار اور عظیم رہبر و رہنما کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کی ذات بابرکات، سیادت و قیادت اور شہرت و مقبولیت کے جس اعلیٰ مقام پر فائز تھے اس میں جہاں ان کی ذاتی محنت و کاوش، جگر کاوی، جہد مسلسل اور خلوص و للہیت کا دخل تھا وہیں مجدد اعظم امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کے مکتب فیض کا فیضان بھی شامل تھا۔

#### شاعر اہل سنت جناب جابر اختر نوری سلطانپوری

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی جنہوں نے ہندوستان کی آزادی میں ایک اہم اور کامیاب کردار ادا کیا ہے۔ پروردگار عالم نے مولانا کو دینی حمیت، شرعی تقدس اور مذہبی رنگ و ترنگ کے ساتھ قومی اور ملی جذبہ بھی عطا کیا تھا۔ پورے مدھیہ بھارت میں مولانا کے بے لوث خدمات کی کہکشاں ہر طرف بکھری نظر آتی ہے۔

#### مولانا راشد القادری اناؤنسر آل انڈیا ریڈیو دارجلنگ

وہ محسن ملت جو سیاست، قیادت اور امامت کے منزل پر اسقدر بلند نظر آتے ہیں کہ انکے سامنے ہمالیہ کی بلند پیشانی بھی جھکی جھکی نظر آتی ہے۔ خدمت خلق جن کی زندگی، قرآن و سنت سے مزین جن کی گفتگو، یتیموں سے محبت اور غریبوں سے پیار جن کا شعار جو قوم کا مسیحا اور ملت کا روشن مستقبل تھا بلاشبہ آج بھی جن کی تقویٰ شعاع

حیات ہم سب کے لئے مینارہ نور ہے۔

حضرت مولانا شہاب الدین اشرفی، درگ، چھتیس گڑھ

حضور محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے دینی خدمات کے لئے اس علاقہ کا انتخاب فرمایا جو ہر اعتبار سے پسماندہ، زوال پذیر اور ناہموار تھا۔ گلشن میں تو پھول کھلانا سب کو آتا ہے مگر صحرا کو چمنستان بنادینا یہ حضرت محسن ملت کے محسن تدبیر، مذہبی درد اور اسلامی سوز کا کمال تھا۔

کردیئے مسمار کتنے بدعقیدوں کے قلعے  
قاطع کفر و ضلالت محسن ملت کی ذات

☆☆☆

## محسن ملت ایک ہمہ جہت شخصیت

قاضی شہر حضرت مولانا محمد علی فاروقی صاحب رائے پور

سرزمین ہند کے وہ مایہ ناز علمائے کرام جنہوں نے آندھیوں کی زد پر اسلام کا پرانغ جلایا اور آلام و مصائب کے طوفان میں عظمت رسول کا پرچم لہرا کر تاریخ دعوت عزیمت کا وہ لازوال نقش چھوڑا جس کی روشنی صدیوں مجاہدین و مبلغین اسلام کی راہوں کو منور و تابناک کرتی رہے گی۔ ان عظیم و جلیل شخصیتوں میں گلشن فاروقیت کے گل سرسبد محسن ملت حضرت مولانا شاہ محمد حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کا نام نامی اسم گرامی ہمیشہ روشن و تابندہ رہے گا جن کی پوری زندگی قوم و ملت کے لئے وقف تھی، جن کے مجاہدانہ جاہ و جلال اور سرفروشانہ کردار و عمل کی چاندنی سے ایک جہاں فیض یاب و مستفیض ہوتا رہے گا۔

آپ کی ولادت ملک کے تاریخی شہر الہ آباد کے چھوٹے سے گاؤں چندھا میں ۱۸۸۹ء میں ہوئی، یہاں کسی وقت آپ کے آباؤ اجداد حرمین شریفین سے جہاد اور تبلیغ اسلام کا پرچم لئے ہوئے افغانستان، ملتان، دہلی، لچھاگیر وغیرہ ہوتے ہوئے تشریف لائے اور پھر وہیں بود و باش اختیار کر لی۔

خاندانی طور پر آپ سلطان العارفین، شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین گنج شکر

سے ستر ہویں پشت میں ملتے ہیں۔ حضرت بابا فرید گنج شکر دنیا کے عشق و عرفان کی وہ عظیم و جلیل شخصیت ہیں جن کے بارے میں شہنشاہ ہندوستان، سلطان الہند حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نائب و خلیفہ قطب الاقطاب حضرت سیدنا قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا تھا۔ ”قطب بڑے شہباز کو دام میں لائے۔ اس کا آشیانہ سدرۃ المنتہی ہوگا۔“ (دلی کے بائیس خواجہ ص ۳۴)

بابا صاحب پر سلطان الہند سرکار غریب نواز کے الطاف خسروانہ کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ جب آپ اور حضرت قطب صاحب اس مقام پر تشریف لے گئے جہاں بابا فرید چلہ میں تشریف فرما تھے۔ اس وقت حضرت بابا فرید اتنے کمزور ہو چکے تھے کہ آپ ان کے احترام کے لئے اٹھ بھی نہیں سکے۔ اس لئے وہیں با چشم پُرنم آپ نے سر نیاز زمین پر رکھ دیا۔ بابا صاحب کا یہ حال دیکھ کر خواجہ صاحب نے قطب صاحب سے فرمایا۔ ”اے قطب! کب تک اس بے چارے کو مجاہدہ میں گھلاؤ گے۔ آؤ اسے کچھ عطا کریں۔“ یہ کہہ کر ایک طرف خواجہ پاک نے اور دوسری طرف سے حضرت قطب صاحب نے آپ کو پکڑ کر کھڑا کیا۔ پھر حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے آسمان کی طرف منہ کر کے بارگاہ خداوندی میں دعا فرمائی۔

”خدا یا! ہمارے فرید کو قبول فرما اور اکمل درویش پر پہنچا“ غیب سے ندا آئی۔ ہم نے فرید کو قبول کیا یہ وحید عصر ہوگا۔

سلطان الہند کی اسی دعا کا اثر تھا کہ آپ کے ذریعہ سلسلہ چشتیہ نے زبردست فروغ حاصل کیا۔ خصوصاً آپ کے مرید و خلیفہ اور سجادہ نشین نظام الاولیاء محبوب پاک حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ اس نے جو عروج پایا وہ تاریخ چشت کا سنہرا باب ہے۔ ہزاروں غیر مسلموں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کر کے

نسیم حجاز کے فردوس بہاراں سے اپنے قلوب کو معطر کیا۔ سلطان العارفین کا سلسلہ نسب امیر المؤمنین امام الاعلیٰ بن غنیض المنافقین سیدنا فاروق اعظم سے جاملتا ہے۔ اس طرح آپ دنیا کے فاروقیت کے خورشید درخشاں اور گلشن چشت کے گل خنداں تھے۔ ولادت کے وقت آپ کے والد حاجی محمد شاہ علی فاروقی الہ آباد کے قریب ضلع پرتاب گڑھ کے موضع بہار کے مانے ہوئے زمیندار کی حیثیت سے زندگی گزار رہے تھے۔ شروع میں آپ نے والد صاحب سے تعلیم پائی بعد میں حافظ عبدالرزاق صاحب جو دیوان گنج پھولپور کے رہنے والے تھے ان سے علم حاصل کیا اور پھر اپنے چچا عابد علی فاروقی کے پاس پہونچے جو اس وقت لکھنؤ میں ہیڈ کانسٹیبل تھے تاکہ تعلیمی سلسلہ اور آگے بڑھایا جاسکے۔ وہیں ایک دن آپ کی ملاقات قطب دیوہ حضرت حاجی وارث علی شاہ علیہ الرحمہ سے ہوئی اس وقت آپ کے چچا جو حضرت کے خصوصی چاہنے والوں میں سے تھے وہ بھی موجود تھے۔ انہوں نے آپ کو حضرت کے سامنے پیش کرتے ہوئے دعا کی درخواست کی۔ حضرت شاہ صاحب نے خصوصی توجہ ڈالی اور سر پر ہاتھ پھیر کر دعائیں دیں اور پھر مسکراتے ہوئے فرمایا۔ ”یہ فقیری میں شاہی کرے گا اور اندھیرے میں اسلام کا اجالا پھیلائے گا۔“

جناب عابد علی صاحب فاروقی بذات خود نہایت دیندار، پابند شریعت اور اصول کے پکے آدمی تھے۔ حضرت سید شاہ حاجی وارث علی علیہ الرحمہ سے آپ کو بے حد انسیت تھی۔ قطب دیوہ کی خصوصی نگاہ کرم بھی آپ پر ہمیشہ رہا کرتی تھی۔ حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کو جناب عابد علی صاحب نے فرنگی محل لکھنؤ میں داخلہ دلوا دیا جہاں آپ نے نہایت تندہی اور انہماک کے ساتھ اپنا تعلیمی سفر جاری رکھا۔ جناب عابد علی صاحب سے جب آپ ملنے شہر تشریف لاتے تو وہ آپ کو ساتھ لے کر حضرت قطب دیوہ کی



خدمت میں ضرور لے جاتے۔

ایک دفعہ حضرت کچھ تناول فرما رہے تھے جب آپ اپنے چچا کے ہمراہ وہاں پہنچے تو حضرت نے روٹی کا ایک ٹکڑا چبا کر آپ کو عنایت کیا آپ نے بسم اللہ پڑھ کر رب زدنی علماے اللہ! میرے علم میں زیادتی عطا فرما پڑھتے ہوئے اسے تناول فرمالیا۔ حالانکہ یہ دعا آپ نے اپنے دل میں پڑھی جسے انتہائی قریب کا بیٹھا ہوا آدمی بھی نہیں سن سکتا تھا مگر حاجی صاحب قطب دیوہ تھے۔ ہمیشہ انوار و تجلیات میں شرابور رہا کرتے تھے، ان سے قلبی کیفیت اور دل کی خاموش زبان کا استغاثہ کیسے چھپ سکتا تھا انہوں نے ایک خصوصی توجہ ڈالی اور مستقبل کے پردوں کو اٹھاتے ہوئے فرمایا اس بچے کی پیشانی بتا رہی ہے کہ اس کی لکار سے حکومت گھبرائے گی اور دشمنان اسلام لرزیں گے۔ اس کی صحیح تعلیم مجدد وقت کی نگاہ فیض اثر کے سایہ میں ہوگی۔

جناب عابد علی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں فرنگی محل میں داخل تو کروایا تھا مگر وہاں قلبی سکون نہ تھا۔ جب قطب دیوہ نے مجدد وقت کے تعلق سے پیشن گوئی کی تو میں نے اس سلسلے میں معلومات فراہم کی مجھے پتہ چلا کہ بریلی کی دھرتی پر اپنے وقت کے علم و عرفان کے تاجدار تشریف فرما ہیں جن کے علمی و عرفانی فیضان کا چرچا تو میں نے کچھ سن رکھا تھا مگر اب جو معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ شخصیت تو پوری دنیائے اسلام میں منفرد ہے۔ ان کی رفعت و عظمت اور تبحر علمی کا ڈنکا ہندوستان کی سرحدوں کو پار کر کے حجاز مقدس کی دھرتی حرمین شریفین میں بج رہا ہے۔ دنیائے اسلام کے بڑے بڑے جلیل القدر اور رفیع المرتبت علمائے اسلام، مفتیان عظام اور صوفیائے کرام جن کی علمی رفعت و عظمت اور فکری جاہ و جلال کے قائل اور ان کے عشق رسول کے گن گار ہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جب میرے سامنے یہ حقیقت واضح ہوئی تو میں نے طے کر لیا کہ کچھ

وقت یہاں گزار کر آخری تکمیل کے لئے وہیں بھیجوں گا اور جب انہوں نے اپنے اس ارادہ کا اظہار حضرت محسن ملت سے کیا تو پتہ چلا کہ آپ خود بھی یہی منصوبہ لئے بیٹھے ہیں۔ لہذا کچھ سال وہاں علم حاصل کرنے کے بعد آپ اعلیٰ حضرت مجددین و ملت سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے جہاں آپ نے اعلیٰ حضرت کی نگاہ کرم کا وہ فیض حاصل کیا کہ اس کی تجلیات سے آپ کی پوری زندگی جگمگاتی رہی۔ ایک طرف حجتہ الاسلام شہزادہ اعلیٰ حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب کے فیضان صحبت تو دوسری طرف تاجدار اہل سنت سیدی حضور مفتی اعظم ہند کی کھت بار معیت اور برہان الملت حضرت مولانا برہان الحق صاحب کی رفاقت اور پھر اس پر مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے الطاف خسروانہ کی بارش نے وہ جو ہر دکھایا کہ اپنے اور پرائے سب ہی آپ کی علمی رفعت، فکری عظمت، سیاسی بالغ نظری اور دور اندیشی و قوم شناسی کے قائل نظر آنے لگے۔

حضرت برہان ملت فرماتے ہیں کہ سرکار اعلیٰ حضرت آپ کو قرب و جوار کے جلسہ و مناظرہ میں اکثر بھیجا کرتے تھے اور جانے سے پہلے حجتہ الاسلام علیہ الرحمہ آپ کو وہ خصوصی نکات بتایا کرتے تھے جس کی وجہ سے آپ جہاں گئے ہمیشہ کامیاب رہے۔ ایک دفعہ لوگوں نے حجتہ الاسلام علیہ الرحمہ سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت اکثر انہیں کو جلسہ و مناظرہ کے لئے بھیجا کرتے ہیں تو آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کی نگاہ فیض اثر مستقبل کے پردوں میں جھانک کر دیکھ رہی تھی کہ آنے والے وقتوں میں انہیں دشمنان اسلام سے کس طرح ٹکر لینا ہے اس لئے آپ نے اس کے مطابق ان کی تربیت فرمائی۔

تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ اجمیر مقدس حاضر ہوئے وہاں آپ نے طویل قیام

فرمایا اور متعدد دھچکے کئے، مراقبہ و مشاہدہ کی متعدد منازل طے کئے اور وہیں سے آپ کو مدھیہ بھارت کے لئے اشارہ غیبی ملا جب وہاں سے آپ بریلی تشریف لائے تو سرکار اعلیٰ حضرت کے خصوصی ارشاد پر حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے آپ کو مدھیہ بھارت میں تبلیغ اسلام کا مشورہ دیا گویا اس طرح سے جو بات اجیر مقدس میں اشارہ کی زبان میں کی گئی وہ یہاں شرح و تفصیل کے ساتھ آپ کے سامنے آچکی تھی۔ لہذا آپ سب سے پہلے اکثر اضلع بلا سپور تشریف لائے۔

جس وقت آپ نے اس علاقے کا دورہ فرمایا تو چند ہی دوروں میں یہ بات دوپہر کی دھوپ کی طرح آپ پر واضح ہو گئی کہ یہ علاقہ تعلیمی و تربیتی اعتبار سے نہایت پسماندہ اور کچھڑا ہوا ہے۔ علاقے کی جہالت اور قوم مسلم کی زبانوں حالی پر آپ کا کلیجہ کانپ اٹھا۔ پورے علاقے میں کہیں بھی کوئی پرانی نشانی نظر نہیں آئی جو اسلامی آثار کا پتہ دے۔ کفرستان میں ڈوبایہ علاقہ جہاں نہ کبھی کوئی مسلم حکومت آئی جو حکومتی تدبیر و حکمت سے یہاں کی تاریکی کو دور کرتی۔ یا صوفیائے کرام اور علمائے عظام کے قابل ذکر قافلہ کا گذر ہوا جو اپنی نورانی و عرفانی تجلیات سے شب و بچور کی ظلمتوں کا پردہ چاک کرتا۔ اگر کبھی کوئی گذر بھی تو ان کی روشنی اتنی مدھم تھی کہ گرد و پیش کو بھی روشن نہ کر سکی۔ آپ حالات کا جائزہ لیتے اور اپنی قوم کو آگے بڑھانے کی فکر میں نئے نئے پروگرام بناتے۔ ایک دفعہ آپ رتن پور کے پاس ایک گاؤں سے گذر رہے تھے وہاں آپ نے ایک قبر پر بانس دیکھا جو کسی نے گاڑ دیا تھا۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ اس علاقے میں دور دور تک کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جو نماز جنازہ پڑھا سکے۔ لہذا ایسے موقع پر لوگ بطور نشانی بانس گاڑ دیتے ہیں تاکہ دن دو دن میں کوئی پڑھا لکھا آدمی کا گذر ہو تو قبر ہی پر نماز جنازہ کی ادائیگی ہو سکے اس طرح کے کئی روح فرسا واقعات نے آپ کے دل پر گہرا

اثر ڈالا۔ آپ نے ایک بار تفصیلی خط حجۃ الاسلام شہزادہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں ارسال فرما کر مشورہ طلب فرمایا۔ انہوں نے حوصلہ دیتے ہوئے آپ کو علاقہ سنبھالنے اور مسلمانوں کی جہالت دور کرنے کا مشورہ دیا۔

اسی دوران رائے پور میں مسلم لیگ کا ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں یک گونہ اختلاف کے باوجود علاقائی حالات کے پیش نظر آپ نے شرکت کی۔ متعدد مقرروں کے بعد آپ کا موقع آیا تو آپ نے انگریزوں کی مخالفت میں ایسی جوشیلی تقریر کی کہ پورا علاقہ آتش بغاوت سے سلگنے لگا جس کے نتیجے میں آپ کو ۱۲/ جون ۱۹۲۲ء کو دفعہ ۱۴۳- اے کے تحت جیل کی تاریک کوٹھری میں ڈال دیا گیا مگر آپ وہاں بھی شمع ایمان بن کر ضوفشانی کرتے رہے۔ یہاں تک سیکڑوں غیر مسلموں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا جن میں متعدد انگریز بھی شامل تھے۔

جس وقت عدالت میں آپ سے معافی مانگ کر چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے کہا گیا آپ نے نہایت جاہ و جلال کے ساتھ حج کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔  
مجھ پہ الزام ہے مذہب کی طرفداری کا  
دیکھئے کونسا قانون سزا دیتا ہے مجھے

قرآن عظیم کا بانگ دہل اعلان ہے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر یعنی حکومت والوں کی اطاعت کرو جو تم میں سے یعنی مسلمانوں میں سے ہوں۔ پھر کورٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ نہ کہ اس کا فر حکومت کی۔ اس کا فر حکومت کی۔ اس کا فر حکومت کی۔ آپ شیر کی طرح دھاڑ رہے تھے اور جلال فاروقی سے ایوان حکومت لرز رہا تھا۔ تخت سلطنت دہل رہا تھا، کورٹ کے عملے کا کلیجہ کانپ رہا تھا اس

دوران کچھ مخلصین نے حکومت سے راہ و رسم پیدا کر کے معاملہ کی صلح صفائی کی کوشش کی۔ آخر کار معاملہ معذرت پر جا اٹکا۔ مگر جب آپ کو پتہ چلا تو آپ نے بلند آہنگی سے گرج کر فرمایا مجھ پر جو الزام ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ یہ حکومت غاصب ہے۔ اسلام کی، ملک و ملت کی اور پورے دیش کی دشمن ہے۔ گویا جس طرح جنگ آزادی کے مجاہد اعظم علامہ فضل حق فاروقی خیر آبادی نے انگریزوں کو لکھارا تھا جب کہ ۱۸۵۹ء میں فتویٰ جہاد کی پاداش یا جرم بغاوت میں وہ گرفتار کر کے سینا پور سے لکھنؤ لائے گئے تھے اور دوران مقدمہ جج بار بار کوشش کر رہا تھا کہ مولانا اپنے فتویٰ سے رجوع کر لیں تاکہ میں انہیں باعزت بری کر دوں مگر خدا کا شیر انجام سے بے فکر، قید و بند کی صعوبتوں سے نڈر، ہتھکڑی اور زنجیر سے بے خوف گرج کر یہی کہتا رہا کہ ”وہ فتویٰ صحیح ہے اور میرا ہی لکھا ہوا ہے۔ اور آج اس وقت بھی میری وہی رائے ہے اور شیر دکن ٹیپو سلطان نے میدان جہاد سے گرجتے ہوئے قوم کو کبھی پیغام دیا تھا کہ شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔ آج حضرت محسن ملت کی شکل میں علامہ فضل حق خیر آبادی کا جلال اور شیر دکن ٹیپو سلطان کی للکار پورے گھن گرج کے ساتھ ایوان عدالت میں گونج رہی تھی۔ بالآخر آپ کو قید بامشقت کی سزا سنائی گئی۔ قید و بند کی صعوبتوں نے آپ کا استقبال کیا۔ جیل کی تاریک کوٹھری میں آپ کو قید کر دیا گیا جہاں کوڑے برسائے گئے، لاٹھیاں چلائی گئیں، قتل کی سازشیں کی گئیں، مگر آپ مصائب و آلام کا مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے اور مسکرا مسکرا کر مجاہدین آزادی کو دعوت فکر دیتے۔

بیڑیاں مجھ کو پہننے میں ذرا بھی ذلت نہیں  
باپ دادا کا طریقہ سنت سجاد ہے

طوق و زنجیر اور بیڑیوں کی جھنکار میں قید خانہ کی چہار دیواری میں آپ قید تو کر دئے گئے مگر آپ کا پیغام اسلام وہاں بھی گونجتا رہا اور اس کی صوت سردی سے کفر و شرک کے علمبرداروں کا کلیجہ دہلتا رہا۔

ہر روز نماز تہجد کے بعد اذان و جماعت کے ساتھ نماز کی ادائیگی اور تلاوت قرآن اور اوراد و وظائف کی زمزمہ سنجی اور پھر اس کے بعد وعظ و نصیحت کی محفل ایسی نہیں تھی جو اپنا اثر نہیں دکھاتی۔ دھیرے دھیرے وہاں کے درو دیوار بھی اس کی تجلیات سے جگمگانے لگے اور دلوں کی سیاہی بھی دھلنے لگی۔ جو نام کے مسلمان تھے انہوں نے ایمان کی نئی توانائی محسوس کی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایمانی روشنی سے ان کے تاریک دل جگمگا اٹھے یہاں تک کہ کچھ انگریز بھی آپ کی دل آویز شخصیت اور ایمان افروز صحبت سے فیضیاب ہوتے ہوئے دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے۔

ایک باغی مجرم کا جیل کی تاریک وادیوں میں شمع ایمان بن کر روشنی بکھیرنا اور وہ بھی حکومت برطانیہ کا مجرم۔ یہ معمولی جرم نہیں تھا۔ نیچے سے لے کر حکام بالا تک ہر کسی کی نظروں میں آپ خار مغیلاں کی طرح کھٹکنے لگے۔ ظلم و ستم کی آندھیاں کچھ اور تیز ہو گئیں، مصائب و آلام کی تاریکیاں کچھ اور بڑھ گئیں مگر آپ مسکرا مسکرا کر مصائب و آلام کا مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے۔

میں وہ مجنوں ہوں کہ زنداں کے نگہباں کو

میری زنجیر کی جھنکار نے سونے نہ دیا

آپ کی ایمانی توانائی کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک دفعہ کوئی انگریز افسر جو کلکتر امیں رنجر ہو کر آیا تھا۔ انگریز کی حکومت تھی، بڑے بڑے تاج و تخت والے جن کے ظلم و ستم سے لرز رہے تھے، پورا ہندوستان ان کے سازشی جال میں پھنس

کر رہ گیا تھا۔ دن کا اجالا ہو یارات کی تاریکی ہر جگہ قوم مسلم کی عزت و آبرو کے لئے عیسائیت کی صلیب لٹکی ہوئی تھی۔ حکام وقت مظلوموں کے بے گور و کفن لاشوں پر اپنی بالادستی کا جھنڈا گاڑ کر جشن فتح منارہے تھے۔ کشمیر سے کنیا کماری تک ہر جگہ ظلم و ستم کا اہرن قہقہہ بلند کر رہا تھا، صاحب بہادر کے خلاف سوچنا بھی موت کو آواز دینا تھا۔ ایک دن آپ کو معلوم ہوا کہ وہی انگریز رنجریا قرآنی لکھے کاغذ پر اپنے کتے کو کھانا کھلا رہا ہے جسے دیکھ کر مسلمانوں کا دل دہل گیا، آنکھوں میں خون اتر آیا مگر اس کے سامنے بولنے اور ٹوکنے کی جرأت کس میں تھی؟ آپ کو جیسے ہی پتہ چلا آپ فوراً اس کے کمرے میں گھس گئے اور بلند آواز سے اسے ڈانٹا مگر اس پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ وہ حکومت کے نشے میں سرشار آتش بارنگاہوں سے آپ کو دیکھتا رہا۔ آخر آپ سے برداشت نہ ہو سکا۔ آپ نے اس کا گریبان تھام لیا اچانک صورت حال اتنی نازک ہو گئی کہ پورا گاؤں امنڈ پڑا۔ دوسری طرف پولس افسران بھی جمع ہو گئے اس وقت اکثر ا میں ٹھا کر رام بٹال سنگھ کا مانا ہوا مشہور و معروف خاندان تھا۔ اسی خاندان کے ایک ہونہار اور ملک پرست فرد تھے ٹھا کر چھدی لال بیرسٹر جن کی پورے علاقے میں زبردست دھاک جمی ہوئی تھی۔ انہوں نے حکومت کے افسران اور پولس والوں کو معاملہ کی نزاکت اور حضرت محسن ملت کی اہمیت سمجھائی۔ بالاخر انگریز بہادر کو جھکنا پڑا اس نے کھلے عام آئندہ مسلمانوں کے جذبات سے نہ کھیلنے کا وعدہ کیا۔

۱۲/ فروری ۱۹۲۳ء کو جیل سے چھوٹے ہی آپ نے اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ ہمدردوں اور مخلصوں کی بھیڑ میں سنٹرل جیل رائے پور سے آپ کا جلوس روانہ ہوا۔ پھولوں کی برسات اور نعرہ نگیر کی گونج میں آپ کا جلوس آگے بڑھ رہا تھا مگر آپ کا کاروان خیال ماضی کی تاریک شاہراہوں سے گزر رہا تھا۔ آپ نے محسوس فرمایا کہ

قوم کی جہالت اور علمی پسماندگی، دین و مذہب سے دوری اور آپسی رسہ کشی نے انہیں اس مقام پر لا کھڑا کیا کہ آج ان میں اکثر کو اس کا بھی شعور نہیں کہ کلمہ توحید پڑھنے کے بعد اسلام ہم سے کن کن چیزوں کا مطالبہ کرتا ہے؟ اس کا تقاضہ کیا ہے؟ اور اپنے ماننے والوں میں کیسا جذبہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے واضح طور پر محسوس فرمایا کہ ان کے والہانہ جذبات اور سرفروشانہ تمناؤں کا صحیح استعمال نہیں کیا گیا تو پھر یہ قوم ہمیشہ کے لئے جہالت کے بحر ظلمات میں ڈوب جائے گی۔

ایک طرف قوم کی یہ نازک حالت اور دین سے دوری۔ دوسری طرف شدھی آندولن اپنے پورے کروفر اور جوش و خروش کے ساتھ امت مسلمہ کو شرک و کفر کی تاریکیوں میں دفن کرنے کے لئے شب و روز نئے نئے سازشی جال پھیلاتا جا رہا تھا۔ پورے بھارت میں اس کی حشر سامانیوں نے طوفان بدتمیزی برپا کر رکھا تھا جس نے ملت اسلامیہ کے ہر صاحب بصیرت اور دین پرور شخص کو فکر مند بنا دیا۔ اس صورت حال کی نزاکت کا تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کے اس بیان سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے جسے اخبار دہلیہ سکندری نے شائع کیا تھا۔ اخبار مذکور لکھتا ہے:

”ساڑھے چار لاکھ مسلمانوں کا ارتداد“

جناب مولانا مولوی مصطفیٰ رضا خاں صاحب قادری فرزند دوم اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ ساتویں جمادی الآخر کو دفتر ہذا میں تشریف لائے اور یہ وحشتناک خبر سنائی کہ ساڑھے چار لاکھ راجپوت مسلمان جو آگرہ، میرٹھ اور دہلی کے اضلاع میں رہتے ہیں اس بات پر تیار ہیں کہ ہندو مذہب پھر اختیار کر لیں۔ (دہلیہ سکندری ۲۹/ جنوری ۱۹۲۳ء)

اتر پردیش، راجستھان، ہماچل پردیش اور پنجاب جہاں مسلمانوں کی طویل تاریخ ہے علمائے کرام اور صوفیائے عظام کا ناقابل شمار سلسلہ ہے اولیائے ملت اسلامیہ کے طلعت جمال سے جہاں کے درودیوار روشن و تابندہ ہیں۔ علم و عرفان کے بے شمار چشمے جہاں سے اہل اہل کراہیک دنیا کو فیض یاب کر رہے ہیں وہاں جب اس کی حشر سامانیاں اور فتنہ انگیزیاں اس درجہ خطرناک صورت حال اختیار کر چکی تھیں کہ سیکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مسلمان ان کے سازشی جال میں پھنس کر دین و ایمان سے دست بردار ہونے کے لئے تیار بیٹھے تھے۔ چند شہر و دیہات نہیں بلکہ پورا صوبہ کا صوبہ ان کے سازشی جال میں پھنستا جا رہا تھا تو مدھیہ بھارت کا کیا عالم ہوگا۔ خصوصاً علاقہ چھتیس گڑھ اور اڑیسہ میں ان کی شرانگیزی کس شباب پر ہوں گی۔ جہاں نہ علم کا کوئی چشمہ سیال تھا کہ اس سے کوثر و تسنیم کا دھارا بہتا، نہ صوفیائے کرام اور علمائے عظام کا قابل ذکر کارواں تھا جو بے چین و بے قرار روحوں کو ایمانی جاہ و جلال اور عرفانی شان شوکت سے آشنا کرتا۔ نہ مجاہدین اسلام اور مبلغین کرام کا قابل اثر دستہ تھا جو طوفانوں کی زد میں اسلام کا چراغ جلاتا، نہ ہی اسلامی حکومت کا کوئی قابل ذکر قافلہ تھا جو پڑمردہ روحوں اور مایوس دماغوں میں جوش حیدری اور ولولہ حسینی کی تجلیات بکھیر کر ان کے مجاہدانہ کردار و عمل اور سرفروشانہ لکار کو تقویت فراہم کرتا۔

ایسی حالت میں محسن ملت علیہ الرحمہ نے گاؤں گاؤں کا دورہ کیا، دیہات دیہات پڑاؤ ڈالا، قریہ قریہ ایمانی آواز پہونچائی اور شدھی آندولن کے لرزہ خیز، ایمان شکن طوفانوں کا نہایت کامیاب مقابلہ کر کے ہزاروں مسلمانوں کو ارتداد کے پھندے میں نہ صرف پھنسنے سے بچایا بلکہ غیر مسلموں کو بھی مسلمان بنا کر دعوت و تبلیغ کا مقدس فریضہ انجام دیا۔ آپ کی اس مجاہدانہ کردار، سرفروشانہ لکار اور بے مثال تدبیر و رواندیشی کو

دیکھتے ہوئے حجۃ الاسلام شہزادہ اعلیٰ حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ والرضوان فرمایا کرتے تھے کہ ”حامد علی تم ملت کا انمول نگینہ ہو۔ تم نے کفرستان میں اسلام کا چراغ جلایا۔“

نبیرہ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ ریحان رضا خاں صاحب سجادہ نشین خانقاہ رضویہ بریلی شریف تحریر فرماتے ہیں کہ آج لوگ اپنوں کو کلمہ پڑھاتے ہیں مگر وہ علامہ فاروقی کی شخصیت تھی جس نے غیروں کو کلمہ پڑھایا۔

ان حالات نے آپ کو قوم کے مستقبل کی طرف خصوصی طور پر متوجہ کیا۔ آپ نے محسوس فرمایا کہ آج مسلمانوں کی اکثریت علم سے دور اور تاریکی کے دبیز پردوں میں لپیٹی ہوئی غلط روی کا زبردست شکار ہے۔ اگر انہیں سنوارا نہیں گیا تو ہراٹھنے والی تحریک انہیں اپنا لقمہ تر سبھنے لگے گی۔

آپ نے وقت کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے دین کے لئے ایک مضبوط قلعہ کی ضرورت پر لوگوں کو متوجہ فرمایا۔ آپ کی ہمہ وقت کی انتھک کوششوں، شب و روز کی لگاتار قربانیوں اور بے مثال جدوجہد کے نتیجے میں مدرسہ اصلاح المسلمین و دارالیتامیٰ عالم وجود میں آیا اور جلد ہی وہ علم و عرفان کا اہل تھا چشمہ سیال بن گیا جس کے فیضان کا دریا پورے ہندوستان میں نظر آنے لگا، جس کی علمی و عرفانی تجلیات سے پڑمردہ روچین نئی زندگیاں پانے لگیں، تاریک دل علمی روشنی سے جگمگانے لگے، مایوس دماغ کردار و عمل کی توانائی محسوس کرنے لگے اور بجھے ہوئے قلب و جگر عشق رسول اور عقیدت اولیاء کی حرارت سے سلگنے لگے۔

یہ ادارہ اپنے بانی کے زیر سایہ پھولوں کی مہک، کانٹوں کی چھین، دریائوں کی

روانی، طوفانوں کی ہنگامہ خیزی، چراغ مصطفوی کی روشنی لئے شرارہ بولہبی سے الجھتا، کفر و شرک کی تاریکیوں میں عشق رسول کی تجلیات بکھیرتا، بدعت اور گمراہی کے طوفانوں میں قرآن و سنت کا چراغ جلاتا، نجدیت و وہابیت کی مسموم فضاؤں میں عقیدت اولیاء کی خوشبو بکھیرتا اور مخالفت اسلام کی امنڈتی ہوئی آندھیوں میں اسلام کا پرچم لہراتا منزل مقصود کی طرف بڑھتا رہا۔ آج اس کے سایہ میں نہ صرف یتیم و غریب بچوں کا مستقبل سنور رہا ہے بلکہ اینگلو اردو ہائی اسکول کے نام پر دنیاوی تعلیم کا چراغ بھی ندہی تقدس کے سایہ میں جل رہا ہے۔ اس کے علاوہ ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ، محسن ملت یونانی میڈیکل کالج، مرکز کتابت و کمپیوٹر ٹریننگ سینٹر وغیرہ کی متعدد شاخیں کہیں پھول پھل رہی ہیں تو کہیں روشنی بکھیرنے کے لئے وقت کا انتظار کر رہی ہیں۔

۱۵/ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان آزاد ہوا مگر آزادی کی قیمت پر انگریز ہمیشہ کے لئے دو حصوں میں تقسیم کر کے نفرت و تعصب کی نہ بجھنے والی آگ لگا گئے جس میں نسلیں جلتی رہیں گی۔ ایک طرف پاکستان عالم وجود میں آیا تو دوسری طرف پورے ہندوستان میں مسلمانوں کے خلاف آتش فشاں پھوٹ پڑا۔ اتر پردیش، بہار، بنگال اور راجستھان وغیرہ میں خون کی ندیاں بہنے لگیں، سسکتی ہوئی آہیں، ٹھٹی ہوئی فریادیں اور جلتی ہوئی لاشیں بھارت کا مقدر بن گئیں جس کے نتیجے میں پاکستان بھاگنے والوں کا ایک تاننا بندھ گیا۔ جس طرف دیکھو بستر بند لوگوں کا ایک قافلہ نظر آتا جو گھروں کو الٹے سیدھے داموں پر پہنچ کر لٹا پٹا اثاثہ کا ندھوں پر دھرے اسٹیشن کی طرف جاتے نظر آئے۔ ایسے پر آشوب اور رستہ خیز ماحول میں قوم کو سنبھالنا، انہیں دلاسا دینا، ان کی ڈھارس بندھانا آسان کام نہیں تھا مگر آپ نے نہایت مدبرانہ اور ٹھوس منصوبہ کے ساتھ حالات کا رخ موڑنے کا پروگرام بنایا۔ جو لوگ پاکستان جا رہے تھے انہیں مخاطب کرتے ہوئے

آپ نے فرمایا۔

سیدنا علیؑ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان نے بہت پہلے فرمایا تھا دشمن ہمارے لئے تین باتیں چاہتا ہے۔ سب سے پہلے ہماری موت تاکہ معاملہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو جلا وطنی چاہے گا تاکہ پاس ہی نہ رہے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکا تو آخر درجہ میں عاجز و مجبور بنانا چاہے گا۔ ایک دفعہ تم لوگوں نے ہجرت کر کے دیکھا مگر اس میں سوائے بربادی کے تمہیں کچھ ہاتھ نہیں لگا۔ آج پھر تم یہاں سے جانا چاہتے ہو مگر جانے سے پہلے سوچو، سمجھو، کچھ فیصلہ کرو۔ بھارت کی دھرتی پر ہم نے صدیوں حکومت کی ہے۔ دہلی کے لال قلعہ کی بلند پیشانی ہماری عظمتوں کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ ایسی حالت میں یہاں سے پاکستان ہجرت کرنا سوائے بربادی کے کچھ نہیں۔

۱۹۶۰ء کا عالم رستاخیز ہندوستان کی تاریخ کا نہایت دردناک باب ہے جس میں پورا ملک فرقہ وارانہ فساد کی آگ میں جل رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ ظلم و ستم اور قتل و غارت گری کی ساری قہرمانی طاقتیں ایک ساتھ امنڈ پڑی ہوں۔ نابالغ اور غیر شعور بچوں کا قتل عام، دو شیرازوں کی عصمت دری، ماؤں کی گود کو سونی کرنا، بہوؤں اور بہنوں کا سہاگ اجاڑنا عام بات ہو چکی تھی۔ پورے ملک میں انتہائی مایوسی اور کسمپرسی کی حالت طاری تھی۔ قوم و ملت کی مسیحائی تو درکنار، رستے ہوئے زخموں پر مرہم رکھنے والا بھی مشکل سے دکھائی پڑتا تھا۔ ایسے پر آشوب اور ہوش ربا حالات میں اس وقت کے ارباب و فکر و دانش اور اصحاب رائے نے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے ان کے بچتے ہوئے حوصلوں، دم توڑتی توانائی اور مایوسی کے سمندر میں ڈوبتے ہوئے قلوب کو نئی ہمت و توانائی دینے کا مضبوط اور مستحکم منصوبہ تیار کیا جس کے ذریعہ ان کی شیرازہ بندی بھی ہو سکے اور انہیں نیا حوصلہ، نیا جوش اور ولولہ کے ساتھ حالات کا مردانہ وار مقابلہ



کرنے کا ٹھوس اور مضبوط طریقہ بھی دیا جاسکے۔ اس کے علاوہ گاؤں اور شہر کی سطح سے لے کر دلی دربار تک ہر جگہ ان کا وزن بھی محسوس کیا جاسکے۔

اس سلسلے میں آپ کے ساتھ سید العلماء حضرت سید شاہ آل مصطفیٰ علیہ الرحمہ مارہرہ شریف، حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھو مقدسہ، قائد ملت حضرت مولانا سید اسرار الحق صاحب، پاسبان ملت حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی صاحب، غازی ملت حضرت مولانا سید مظہر ربانی صاحب کے علاوہ رئیس القلم مبلغ عرب و عجم حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ کا نام نامی اسم گرامی قابل ذکر ہے جنہوں نے انتہائی غورو فکر اور مسلسل کئی روز کی محنت و مشقت کے بعد آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کی شکل میں ایک ایسی مضبوط تنظیم کی بنیاد ڈالی جس نے بہت جلد ملک کے طول و عرض میں اپنا ایک اہم مقام حاصل کر لیا۔ جلد ہی دلی دربار بھی اس کی دھمک محسوس کرنے لگا۔ اس تنظیم نے ظلم و ستم کی تاریک راتوں میں عدل و انصاف کا اجالا بکھیرا اور نفرت و تعصب کی سیاہ آندھیوں میں ملک کے طول و عرض میں خلوص و محبت اور امن و شانتی کا چراغ جلایا۔

اس تنظیم کے جنرل سکریٹری کے لئے ایک ایسے مدبر، دوراندیش، بالغ نظر اور بلند ہمت سکریٹری کی ضرورت تھی جو اپنے حسن تدبیر اور روشن ضمیری سے فرقہ واریت کے امنڈتے ہوئے طوفانوں کا نہ صرف رخ موڑ دے بلکہ ایوان حکومت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسلم مسائل پر انہیں سوچنے پر مجبور کر دے۔

ایسے موقع پر سارے علمائے ملت اسلامیہ کی نظر بے ساختہ آپ کی طرف اٹھی اور آپ کو متفقہ طور پر اس کا سکریٹری جنرل منتخب کیا گیا اور پھر جلد ہی لوگوں کو احساس ہو گیا کہ آپ کی شکل میں ہمیں ایک ایسی بلند قامت شخصیت مل گئی جس کی ذات سیاسی

بصیرت، قائدانہ صلاحیت اور دوراندیشی کے ساتھ روشن ضمیری، فکری بالیدگی اور علمی گہرائی کا حسین سنگم ہے۔

رائے گڑھ، جبل پور اور جمشید پور کے فسادات کے موقع پر آپ نے جس بلند ہمتی، اولوالعزمی اور روشن ضمیری کا مظاہرہ فرمایا، کلکٹر، ایس پی وغیرہ سے لے کر دہلی تک جس طرح آپ کی گھن گرج پہنچی وہ تاریخ دعوت و عزیمت کا روشن و تابناک باب ہے۔

دیش کے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نہایت ادب و احترام کے ساتھ آپ پر ہمیشہ اعتماد کرتے تھے۔ چنانچہ ۱۹۵۲ء میں جب انہوں نے پھولپور ضلع الہ آباد کا پہلا الیکشن لڑا تو آپ کو اپنا الیکشن انچارج بنایا۔ اپنے ہر جلسہ میں آپ کی موجودگی کو خاص اہمیت دیتے تھے۔ اخبار لیڈر کی اشاعت ۳۱/ جنوری ۱۹۵۲ء کی اس رپورٹ سے اس کا کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

Another election meeting of the Congress was held at Minhajpur under the presidnet chief of Shri Nizamuddin among those who spoke's at the meeting were Shri Lal Bahadur Shastri, Shrimati Indira Gandhi and Maulana Hamid Ali Farooqui .

قوم مسلم کے تعلق سے کسی بھی فیصلہ سے پہلے وہ آپ سے اکثر رابطہ قائم کرتے۔ تقسیم ہند کے بعد مسلمانوں پر جو انحطاط و تنزلی طاری ہوئی، باطل پرستوں نے جس طرح ملت اسلامیہ کو زندہ درگور کرنے کا ناپاک منصوبہ بنایا اس کا جواں مردی سے مقابلہ کرنا، اسے ناکام بنانا اور اجڑے ہوئے بے خانماں برباد مسلمانوں کو نئی زندگی شروع کروانے میں آپ نے کئی بار براہ راست پنڈت نہرو سے گفتگو کی۔

سیاسی بصیرت، مجاہدانہ لکار، سرفروشانہ کردار کے ساتھ قلندرانہ صفت اور صوفیانہ

کردار و مزاج کے بھی آپ پر تو تھے۔ اولیائے کرام کے فیوض و برکات کے ساتھ جہاں آپ کو سرکار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خلافت و اجازت حاصل تھی وہیں قطب دیوہ حاجی وارث علی شاہ گل گلزار اشرفیت حضرت اشرفی میاں، قطب دکن حضرت شاہ عبدالعزیز عرفانی حیدر آباد، تاج الاولیاء ناگپور جیسی عظیم و جلیل ہستیوں سے بھی آپ مستفیض ہوئے۔ جنہوں نے اپنے کرم خسرانہ سے آپ کے نہاں خانہ قلب و نظر کو اس طرح جگمگایا کہ وہ اولیائے کرام کے فیوض و برکات کا جلوہ زیا اور انوار و تجلیات کا مینارہ نور بن کر عشق و عرفان اور تقویٰ و طہارت کی کرنیں بکھیرنے لگے۔

۲۵/ اپریل ۱۹۶۸ء مطابق ۲۶/ محرم الحرام ۱۳۸۸ھ کو مجاہدانہ کردار و عمل، مدبرانہ فکر و نظر اور اخلاص و محبت کی یہ عظیم و جلیل ہستی ہمیشہ کے لئے ہم سے رخصت ہو گئی۔ رائے پور کی مشہور و معروف درگاہ حضرت فاتح شاہ صاحب میں حضرت سید وزیر اشرف مقتول شاہ و ارثی اور حضرت سید فاتح شاہ صاحب علیہم الرحمہ کے مزارات کے درمیان آپ کا مزار مرجع خلافت بنا اور آج فیوض و برکات کی تجلیات بکھیر رہا ہے۔



## محسن ملت داعی الی الحق

حضرت علامہ سید محمد حسینی اشرفی  
سجادہ نشین آستانہ عالیہ شمسہ راجپور (کرناٹک)

ہندوستان کی سرزمین بڑی زرخیز ہے۔ اسی سرزمین نے ایسے ایسے زبردست صاحبان علم و فضل کو پیدا کیا کہ دنیا کے علوم و ہنر کے ماہرین نے اپنی بلند پیشانیاں خم کر دیں۔ ایک سے بڑھ کر ایک عظیم اور قدآور شخصیتیں جنم لیتی رہیں، وہ ہستیاں اپنے علوم و فنون و جہد پیہم اور فکر و آگاہی کے ایسے انمٹ نقوش چھوڑ گئی ہیں کہ تبدیلی ازمنہ بھی ان نقوش کو مٹانہ سکی۔

قابل صد مبارک باد ہیں وہ لوگ جو سراپا رشد و ہدایت بن کر مخلوق خدا کی رہنمائی کرتے رہے ہیں۔ یہی وہ بندے ہیں جو ہر میدان میں اپنے پورے فضل و کمال کے ساتھ شرق و غرب میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکتے رہے۔ ان جلیل القدر شخصیتوں کے علم و فضل کا احاطہ کرنا مجھ جیسے انسان کے لیے مشکل ترین مرحلہ ہے۔ انہیں میں وہ افراد بھی ہیں جو اپنی ذات کے اعتبار سے ایک انجمن تھے بلکہ ان میں ہر فرد کو ایک جماعت قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ان افراد میں محسن ملت حضرت علامہ مولانا شاہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ بانی مسلم یتیم خانہ رائے پور ایک مثالی شخصیت ہے۔

محسن ملت کون تھے، کیا تھے، ملک ہند اور بالخصوص علاقہ چھتیس گڑھ کے سنی مسلمان خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس سے کون واقف نہیں کہ چھتیس گڑھ کا علاقہ علم و ہنر اور بالخصوص علم دین کے اعتبار سے ہند کے دوسرے علاقوں سے زیادہ پسماندہ علاقہ کہا جاتا ہے۔ جو علاقہ دین و سنیت کے اعتبار سے بالکل کچھڑا ہوا ہے اس میں آپ کا ورود مسعود اس علاقہ کے مسلمانوں کے لئے فضل خداوندی ہے۔ خداوند تبارک و تعالیٰ کے پاس ہر فضل والے کے لئے کام کرنے کا وقت اور زمانہ وجہ مقرر ہے۔ خدا نے حضرت محسن ملت کے لئے چھتیس گڑھ کا علاقہ مقرر فرمایا تھا۔ آپ اس علاقہ میں داعی الی الحق کی حیثیت سے تشریف لائے اور وہاں سے آپ نے اپنی تحریک کا آغاز فرمایا۔

حضرت محسن ملت رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ سے خصوصی لگاؤ تھا۔ سچے عاشق اعلیٰ حضرت تھے۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد اعظم دین و ملت سے سچی عقیدت کی وجہ سے آپ دنیائے سنیت میں امتیازی حیثیت سے جانے پہچانے لگے۔ اعلیٰ حضرت اور حضور حجۃ الاسلام رحمہما اللہ سے آپ کو شرف تلمذ بھی حاصل تھا۔ جب آپ رائے پور تشریف لائے تو مسلک کا دروازہ اور اشاعت سنیت کا عظیم حوصلہ لے کر تشریف لائے۔ اس علاقے میں مسلک اعلیٰ حضرت کا علم بلند کرنے والے آپ پہلے فرد ہیں۔ چنانچہ آپ اپنی مخصوص صلاحیتوں کے ساتھ مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت اور سنیت کی ترویج میں مصروف ہو گئے۔ اسی کا اثر ہے کہ آج بھی چھتیس گڑھ کے علاقے میں کہیں بھی چلے جائیں، عاشقان اعلیٰ حضرت بکثرت ملیں گے بلکہ آپ نے پورے چھتیس گڑھ کے علاقے کو اس طرح سنبھالا کہ جب وہابیت و نجدیت کی تیز تند ہوائیں چل رہی تھیں، ڈرتھا کہ شجر سنیت کہیں اس کی زد میں نہ آجائے، وہابیوں، دیوبندیوں، تبلیغیوں نے اپنی پوری طاغوتی

طاقت کے ساتھ اس علاقے میں حملہ آور ہونے کی کوششیں کیں۔ آپ نے ان کے سارے حوصلے اور حملے پسپا کر دیئے۔

مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت میں آپ نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا لیکن گمراہیت کے سیلاب کو آگے بڑھنے نہیں دیا۔ محسن ملت کا قومی اور ملی درد جواں سالی کی منزل سے پیرانہ سالی تک نہ صرف مسلسل و پیہم رہا بلکہ روز بروز بڑھتا ہی رہا اور یہ درد گونا گوں ذمہ داریوں اور مصروفیتوں میں اضافہ ہی کرتا رہا۔

جہاں آپ دین و مذہب میں اونچا درجہ رکھتے تھے وہیں میدان سیاست میں اتنے اونچے مقام پر فائز تھے کہ آپ کا دہلی میں کسی بھی عہدہ کا حاصل کرنا بہت معمولی چیز تھی۔ حکمرانوں پر آپ کا اتنا گہرا اثر تھا کہ معمولی اشارے پر بڑے سے بڑا عہدہ مل سکتا تھا بلکہ بڑے سے بڑے عہدے پیش کئے گئے آپ نے کبھی قبول نہیں کیا۔ آپ کا جنگ آزادی میں خصوصی کردار ہے۔ ہر وقت آپ مسلمانوں کے تابناک مستقبل کی فکر میں لگے رہتے تھے۔ صرف بات اتنی سی ہے کہ ہمارے اکابر علماء نے جو بھی کام کیا شہرت و ناموری سے علیحدہ رہ کر۔ وہابیوں، دیوبندیوں اور دیگر فرق باطلہ نے اپنے ہر کام کے لئے پروپیگنڈے کا سہارا لیا اور جھوٹے و غلط پروپیگنڈے کی وجہ سے انہیں جنگ آزادی کا ہیرو قرار دیا گیا۔ حالانکہ اس سلسلے میں ان کی نااہلی اور خود غرضی وغیرہ کی مثالیں بھری پڑی ہیں۔ مگر حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ دین کے سچے خادم، سنیت کے عظیم علمبردار اور ملک کے وفادار تھے۔ آپ نے ہمیشہ خود غرضانہ سیاست سے اپنے آپ کو دور رکھا اور صاف ستھری سیاست جس میں قوم کی بھلائی ہو اختیار کی۔ اپنے علاقے میں سنیت کی خدمت اور مسلمانوں کی حفاظت کے علاوہ غیر مسلموں میں بھی اسلام کو اس خوبصورتی سے پہنچایا کہ شدھی آندولن دم توڑنے لگا اور دشمنان اسلام

کا سر نیچا ہونے لگا جو یقیناً سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ کا فیض تھا جو آپ کی زبان پر جاری تھا۔ آپ بوڑھے ہو گئے تھے مگر آپ کے عزائم ہزاروں جوانوں پر بھاری تھے۔

☆☆☆

ملی و مذہبی  
خدمات

## محسن ملت ایک پُر سوز مبلغ و داعی

حضرت مفتی محمد انور نظامی صاحب مصباحی

مدرسہ فیض النبی، ہزاری باغ

محسن ملت حضرت علامہ مولانا مفتی حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ (م ۱۳۸۸ھ / ۱۹۶۸ء) الہ آبادی ثم رائے پوری ایک ذات نہیں بلکہ انجمن کا نام تھا۔ اس انجمن میں مذہب و ملت کا درد، اقتصاد و سیاست کا ہنر، مجاہدہ و ریاضت کی تڑپ، انگریزوں کے خلاف محاذ آرائی، برائیوں کے مقابل صف بندی اور "اصلاح المسلمین" کیلئے متاع حیات کی قربانی جیسی ہزاروں جلوہ آرائیاں نظر آتی ہیں۔ ان جلوؤں نے وسط ہندوستان کے ایک تاریک خطے کو علم دین کی نورانی کرنوں سے منور و تاباں کر دیا۔ جہالت کے اندھیروں میں نام کے مسلمانوں کے دلوں کو حقیقی اسلام کی روشنی سے جگمگادیا۔ وہ باطل شکن مجاہد تھا جس نے انگریزوں کو ہندوستان کی سرزمین سے نکالنے کے لئے نفس کی تتلیوں سے پیار کیا اور زنداں میں ایمان کی وہ روشنی پھیلائی کہ قید خانے کے در و دیوار اسلامی رنگ میں رنگنے کے لئے بے قرار ہو گئے۔ وہ ایک پُر سوز مبلغ و داعی تھے، ان کی دعوت میں بلا کا جوش تھا، سوز و گداز ان کی دعوتی تحریکوں کی روح تھی۔ ان کے اثر انگیز کلمات میں پاکستان ہجرت کرنے والوں کے لئے خواجہ غریب نواز اور امام احمد رضا کا پیغام تھا، "تم" مجھے چھوڑ کے کہاں جا رہے ہو؟ "ہجرت کے ارادے سکونت میں تبدیل

آنے والی نسلیں ہم کو بھول سکیں ناممکن ہے  
نقش قدم کے مٹتے مٹتے راہ گذر بن جائیں گے

ہو گئے، بے قراروں کو قرار مل گیا، بندھے بستر کھل گئے، سامان پھر گھروں میں واپس آنے لگے۔ جی ہاں وہ ایک پرسوز مبلغ و داعی کی دعوتِ قرار کا نتیجہ تھا۔ زیرِ نظر تحریر میں محسنِ ملت کی زندگی کے اسی داعیانہ گوشوں کی تلاش میرا مقصود ہے۔ لیکن پہلے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی روشنی میں ایک مبلغ و داعی کے اوصاف کی نشاندہی ہو جائے، دعوت و تبلیغ کے اسرار و رموز کی عقدہ کشائی کر لی جائے۔ دعوت و تبلیغ کے طور طریقوں پر گفتگو ہو جائے تاکہ اس کی روشنی میں ان کی زندگی کے ان روشن گوشوں کی تلاش آسان ہو جائے۔

## دعوت و تبلیغ کا مفہوم

دعوت کا لغوی معنی ہے "کسی چیز کی طرف بلانا" اور تبلیغ کا لغوی مفہوم ہے "کوئی چیز پہنچانا" شرعاً دعوت کا معنی دین کی طرف بلانا، اور تبلیغ کا مفہوم ہے "دین کے احکام کو پہنچانا"

کلامِ الہی میں دعوت اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو:

۱۔ وَمَا كَانَ لِي عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي (ابراہیم-۲۲)

اور میرا تم پر قابو نہ تھا مگر یہی کہ میں نے تم کو بلایا تم نے میری مان لی۔ (کنز الایمان)

۲۔ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَ نَهَارًا. فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَائِیْ اِلَّا فَرَارًا (نوح-۶۵)

اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو رات دن بلایا۔ تو میرے بلانے سے انہیں

بھاگنا ہی پڑا۔ (کنز الایمان)

قرآن حکیم میں "تبلیغ" کے مذکورہ مفہوم کو اس آیت کریمہ میں بیان کیا گیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ (المائدہ-۶۷)

اے رسول تمہارے پاس جو رب کے پاس سے اتر رہا ہے اسے پہنچا دو۔،

حدیثِ پاک میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً (الصحيح للبخاری) میری طرف سے پہنچا دو اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔

## دعوت و تبلیغ کے مدارج

دعوت و تبلیغ حسب مراتب ہر مسلمان پر واجب ہے۔ طاقتور پر بزرگ و شمشیر منکرات و معاصی سے روکنا فرض ہے۔ اہل علم اپنی زبان سے منع کریں اور عوام جوان کی استطاعت نہیں رکھتے دل سے برا جانیں۔ فرمان رسول ہے۔ مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ. وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ (الصحيح للمسلم ۵۱/۱) تم میں سے جو کوئی خلاف شرع کام دیکھے تو اسے ہاتھ سے بدل دے، برا جانے اور یہ کمزور ایمان والا ہے۔

علمائے اسلام فرماتے ہیں کہ ہاتھ سے روکنا اہل سطوت و اقتدار کی ذمہ داری ہے کہ منکرات شرعیہ کو بزرگ و طاقتور روکیں۔ علماء کی ذمہ داری ہے کہ زبان سے روکیں اور جو عوام ان دونوں میں سے نہیں وہ کم از کم دل سے اس برے کام کو برا جانیں۔ یہ ایمان کا سب سے کم تر درجہ ہے۔ اگر برے کاموں کو دل سے بھی برا نہ جانے تو اس میں ایمان کا کوئی حصہ نہیں۔ (بہار شریعت ۱۶/۲۲۳ ملحوظ)



علامہ اسماعیل حق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "تفسیر روح البیان" میں چار مراتب بیان فرمایا ہے۔ اعلم ان للدعوة مراتب. الاولى دعوة الانبياء عليهم السلام فانهم يدعون الى الله تعالى بالمعجزات والبراهين والمرتبة الثانية دعوة العلماء فانهم يدعون الى الله تعالى بالحجج والبراهين فقط. المرتبة الثالثة الدعوة بالسيف وهي للملوك فانهم يجاهدون الكفار حتى يدخلون في دين الله وطاعته. فالعلماء خلف الانبياء في عالم الارواح، والملوك خلف الانبياء في عالم الاجسام. والمرتبة الرابعة دعوة المؤذنين الى الصلوة. (تفسیر روح البیان ۸/۲۵۸ بحوالہ دینی دعوت صفحہ ۱۹ اشرفیہ) ترجمہ دعوت الی اللہ کے چند مراتب ہیں

☆ انبیاء علیہم السلام کی دعوت، جو معجزات و براہین اور تلوار سے ہوتی ہے۔

☆ علماء کی دعوت جو دلائل و براہین سے دی جاتی ہے۔

☆ بادشاہان اسلام کی دعوت یہ حضرات بزور شمشیر دیتے ہیں۔ یہ حضرات کفار سے جہاد فرماتے ہیں تا وقتیکہ وہ دین حق میں داخل ہو جائیں اور اسے مان لیں۔ علماء کرام باطنی امور میں انبیاء کے نائب ہوتے ہیں اور بادشاہان اسلام ظاہری امور میں انبیاء کی نیابت فرماتے ہیں۔

☆ نماز کے لئے مؤذن کی دعوت۔

## دعوت و تبلیغ کے قرآنی اصول

دعوت و تبلیغ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (نیکیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے

باز رکھنا) اس امت مسلمہ کا امتیازی وصف ہے۔ اسی سے "خیر امت" کا لقب بارگاہ رب العزت سے ملا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (ال عمران ۱۱۰) ترجمہ۔ تم لوگ ان سب میں بہتر امت ہو جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، بھلائی کا حکم دیتے ہو، برائی سے باز رکھتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیہ کریمہ میں ایمان باللہ کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے مؤخر کیا، حالانکہ ایمان مقدم ہے اس کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان کے متعلق امتیں مشترک ہیں۔ اس امت کو جو شئی سابقہ امتوں سے ممتاز کرتی ہے وہ یہی دعوت و تبلیغ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ہے۔ (تفسیر روح البیان۔ جلد ۳، جزء ۴، ص ۴۸، بحوالہ دینی دعوت اشرفیہ ص ۳۳) دعوت و تبلیغ کے زیر اصولوں کی رہنمائی کلام الہی میں اس طرح ہے۔ اذْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ. وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ. وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْهُمْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ. إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ (انحل ۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸)

ترجمہ۔ اپنے رب کے راستے کی جانب پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے بلاؤ اور ان سے اچھے طریقے پر بحث کرو۔ بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے اس کو جو اس راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور ان کو بھی اچھی طرح جانتا ہے جو ہدایت پانے والے ہیں۔ اور اگر

تم بدلہ لو تو اتنے ہی بدلہ لو جتنا تم کو ستایا ہے۔ اور اگر صبر کرو تو صبر کرنے والوں کے لئے صبر سب سے بہتر ہے۔ اور صبر کرو، تمہارا صبر صرف توفیق الہی سے ہے۔ اور ان لوگوں پر غم نہ کرو اور جو حیلہ وہ کر رہے ہیں ان سے تنگ دل نہ ہو۔ بے شک اللہ پر ہیز گاروں اور نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔،، مذکورہ آیات مبارکہ میں اللہ رب العزت نے دعوت و تبلیغ کے چند زریں اصول ارشاد فرمایا ہے (۱) پکی تدبیر (حکمت) (۲) موعظہ حسنہ (اچھی نصیحت) (۳) جدال احسن (اچھے طریقے پر بحث) (۴) صبر و استقامت (۵) تقویٰ و احسان۔

## حکمت

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ بات کتنی خوبصورت اور دلنشین ہو اگر دلائل و براہین سے آراستہ نہیں تو وہ قابل اعتنا اور مؤثر نہیں ہوتی۔ اسی طرح مخاطب کے فہم و ادراک اور عقل و شعور کے مطابق ہی گفتگو ہو یہ بھی حکمت میں شامل ہے۔ فرمان رسول ہے۔ لوگوں سے ان کے عقل و شعور کے مطابق ہی گفتگو کرو،،

## موعظہ حسن

دعوت میں جتنے بھی وزنی دلائل پیش کئے جائیں، مگر انداز کلام اگر نرم و شیریں نہ ہو، اس میں اخلاص و مروت کی فراوانی نہ ہو تو وہ بے اثر ہوتے ہیں۔ ہادی کائنات ﷺ کی بارگاہ میں ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا کہ میں اسلام کے ہر حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہوں۔ مگر مجھے زنا کی اجازت دی جائے۔

بارگاہ رسالت میں ایک حرام قطعی کی اجازت مانگنے کی جسارت کرنے کے باوجود

رحمت عالم ﷺ اس پر برہم نہیں ہوئے بلکہ اس کے دل کے مرض کا علاج اپنے نصیحت آمیز جملوں سے کرتے ہیں۔ "آپ نے فرمایا" اچھا یہ بتاؤ اگر کوئی شخص تمہاری ماں کے ساتھ زنا کرے تو کیا تم اس کی اجازت دو گے،، اس شخص نے عرض کیا "نہیں" یا رسول اللہ میری غیرت کیسے یہ گوارہ کر سکتی ہے! آپ نے فرمایا کوئی تمہاری بیٹی یا بہن کے ساتھ زنا کرے تو اس نے کہا ہرگز نہیں میری غیرت اسے بھی گوارہ نہیں کر سکتی، آپ نے فرمایا،، بھلا بتاؤ جس عورت کے ساتھ زنا کی اجازت تم مانگ رہے ہو، وہ بھی تو کسی کی بہن، بیٹی یا ماں ہوگی۔۔۔! اس کی غیرت یہ کیسے گوارہ کر سکے گی کہ کوئی ان کی آبروریزی کرے؟

داعی کائنات ﷺ کے ان نصیحت آمیز نرم و شیریں جملوں نے اس کے دل کے دروازے کھول دیئے۔ غیرت ایمانی کے ساتھ غیرت ملی بھی بیدار ہو چکی تھی، عرض کیا یا رسول اللہ! اب میرے دل کا مرض دور ہو چکا ہے، اب میں کبھی زنا کے قریب بھی نہیں بھٹکوں گا۔

تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے  
عقل غیاب و جستجو عشق حضور واضطراب

## جدال احسن

یعنی دعوت و تبلیغ میں بھی کبھی بحث و مناظرہ کی نوبت آجائے تو اپنے دلائل نہایت متانت و سنجیدگی کے ساتھ پیش کرے اور مجادلہ و مکابره سے پرہیز کرے اور لڑائی جھگڑے کی نوبت نہ آنے دے۔

## صبر و استقامت

دعوتِ دین کی راہ میں بے شمار مصائب و آلام اور مشکلات و مسائل پیدا ہوتے ہیں کبھی قوم کی بے اعتنائی، ان کی بے وفائی اور پھر ان کی مخالفت اور ظلم و ستم کا بھی نشانہ بننا پڑتا ہے، یہ وادی پر خار ہے کبھی راہوں میں کانٹے بچھائے جاتے ہیں، کبھی کوڑے برسائے جاتے ہیں، کبھی پابہ سلاسل زندان کی نذر کیا جاتا ہے، پتی ریت میں ننگے بدن گھسیٹا جاتا ہے، آتشِ نمرود میں کودنے پر مجبور کیا جاتا ہے، گھربار، بلکہ ساری دنیا چھین لی جاتی ہے اور بے سروسامانی کے عالم میں ترک وطن پر مجبور کیا جاتا ہے۔ ایسے آلام روزگار میں صبر و استقامت سے سوزِ بلالی، عشقِ غلیل اور استقامتِ محمدی کی ضرورت ہوتی ہے اور جنہیں صبر و استقامت کی توفیق مل جاتی ہے وہ ظلم و استبداد کے مقابلے میں سید سکندری بن جاتے ہیں۔

یہ عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھ لیجئے  
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

اور جب آگ کے اس دریا سے کامیابی کے ساتھ پار ہو جاتے ہیں تو انہیں تقویٰ و نیک و کاری کی سند امتیاز بارگاہِ الہی سے مل جاتی ہے۔

## تقویٰ و احسان

ایک داعی کے لئے تقویٰ اور احسان ایسا وصف ہے جس کے بغیر اس کی دعوت موثر نہیں ہو سکتی، جو شخص دوسروں کو نیکی کی دعوت دے اور گناہوں سے روکے اگر وہ خود اس کا جامع نہیں وہ خود گناہوں سے نہیں بچتا تو یقیناً اس کی دعوت عملی دعوت نہ

ہوگی۔ اس کے برعکس ایسا داعی جو خود تقویٰ و احسان اور اتباعِ شریعت کا مرقع ہو اس کی دعوت میں ایسا اثر ہوگا کہ اس کی گفتگو سے زیادہ عملی دعوت موثر ہوتی ہے۔ الحاصل ایک داعی و مبلغ کے لئے مذکورہ بالا اوصاف کی موجودگی ہی اس کی دعوت کی کامیابی کی ضمانت ہوگی۔

نگہ بلند، سخن دل نواز، جاں پُر سوز

یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لئے

مندرجہ تفصیلات کی روشنی میں محسنِ ملت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمۃ والرضوان کی داعیانہ زندگی کا ایک اجمالی جائزہ ذیل میں لیا جائے گا جس سے ان کے ایک پُر سوز مبلغ و داعی ہونے کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

## چھتیس گڑھ کے مسلمانوں کی مذہبی حالت

یوں تو ہندوستان میں چھ سات سو سال تک مسلمانوں کی حکومت رہی اور یہاں اسلامی آثار کی فراوانی بھی، صوفیاء کرام کے قافلے بھی سرزمینِ ہند پر اترے ہیں اور اپنی دینی خدمات سے زمینِ ہند کے بیشتر حصے کو کفر کی جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر علم اور ایمان کی روشنی سے منور و تاباں فرمایا ہے۔ لیکن اس حقیقت سے بھی چشم پوشی نہیں کی جاسکتی کہ بادشاہوں کی فتوحات کی ساری تاریخ سرسبز و شاداب میدانِ علاقوں سے ہی متعلق ہے۔ سندھ اور پنجاب سے لیکر بنگال تک ہمالہ کے بطن سے نکلنے والے دریاؤں نے جو میدانی علاقہ بنایا ہے جسے ہندوستان کا غذائی مرکز بھی کہا جاتا ہے۔ یہی شاداب اور لہلہاتا ہوا میدان بادشاہوں کے لئے توجہ کا مرکز رہا اور انہیں فوجی قافلوں کے جلو میں عشق و عرفانی شعور و آگہی اور ایمان و اسلام کا چراغ روشن کرنے والے

صوفیاء اور علماء اسلام کا کارواں بھی چلا ہے۔

جنوب کا پٹھار اور کوہستانی جنگل اپنی شادابی اور معدنیاتی ذخائر کے باوجود بادشاہوں کی نظر توجہ حاصل نہ کر سکا (الامشاء اللہ) یہی وجہ ہے کہ جہار کھنڈ، چھتیس گڑھ جیسے کوہستانی علاقوں میں نہ کوئی لال قلعہ ملے گا نہ ہی محبت کا کوئی "تاج محل" یہاں عظیم آباد کے پر شکوہ دروازے ہیں نہ ہی کسی بڑے نواب کی بھول بھلیا، کیونکہ ان کی تمام تر توجہ "صبح بنارس" اور "شام اودھ" پر مرکوز تھی۔ کہیں سے اگر ایمان و اسلام کی روشنی پہنچی تو وہ بھی اتنی مدہم تھی کہ ہندوستانی معاشرہ کی مسموم ہوائیں اسے اپنی حقیقت کی شناخت کا موقع ہی نہیں دیتی تھیں خصوصاً کوہستان کا دیہی علاقہ تو مسلم و کافر کی شناخت بھی کھوتا جارہا تھا۔ علم دین ناپید تھا دور تک کوئی جنازہ پڑھانے والا اور جانور ذبح کرنے والا نہیں ملتا۔ اگر قسمت سے کبھی کسی مولوی صاحب کا گزر ہو جاتا تو لوگ چھری میں پھونک دلا کر رکھ لیتے اور پھر اسی سے جانور ذبح کرتے۔ فاتحہ کے لئے بانس کی ٹنکی میں فاتحہ پڑھوا کر کپڑے ٹھونس کر اس کا منہ بند کر دیتے۔ فاتحہ کا سامان سامنے رکھ کر اس ٹنکی کا منہ ٹھوڑا کھول دیتے اور انکا "فاتحہ" ہو جاتا۔ کسی کی موت ہو جاتی تو اس کی قبر پر بانس گاڑ دیتے جب کوئی مولوی صاحب آتے تو اس قبر پر نماز جنازہ ہوتی۔ مولانا محمد علی فاروقی چھتیس گڑھ کے ایسے ہی ایک علاقے سے متعلق رقم طراز ہیں۔

ایک دفعہ آپ (محسن ملت) رتن پور کے پاس ایک گاؤں سے گزر رہے تھے وہاں آپ نے ایک قبر پر بانس دیکھا جو کسی نے گاڑ دیا تھا۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ اس علاقے میں دور دور تک کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جو نماز جنازہ پڑھا سکے۔ لہذا ایسے موقع پر لوگ بطور نشانی بانس گاڑ دیتے ہیں تاکہ دن دو دن میں کوئی پڑھا لکھا آدمی کا گذر ہو تو قبر ہی پر نماز جنازہ کی ادائے کی ہو سکے۔ (محسن ملت ایک تعارف۔ ص ۹۱-۹۲)

## چھتیس گڑھ آمد

ان حالات میں اس علاقے کو ایک ایسے مبلغ و داعی کی ضرورت تھی جن میں صدیق اکبر کا فکر و تدبیر، فاروق اعظم کا جلال، حضرت بوذر و بلال کا سوز و گداز، غوث اعظم کی احیائے دین کی تڑپ، غریب نواز جیسا بادیہ پیائی کا جذبہ اور امام احمد رضا جیسا عشق رسول ہو جو اپنی دعوت و تبلیغ سے نہ صرف مسلمانوں کو علم و عمل کی دولت سے نوازے بلکہ خواجہ ہند کی غلامی کا حق ادا کرتے ہوئے کفار و مشرکین کو بھی دولت و ایمان سے سرفراز فرمائے۔ مشیت ایزدی نے اس کام کے لئے ایسے باکمال شخص کا انتخاب کیا تھا جو امام احمد رضا کے در کا پروردہ تھا۔ خواجہ غریب نواز کی بارگاہ سے اشارہ غیبی پا کر بریلی اور بریلی سے اعلیٰ حضرت کا صریح حکم لے کر مدھیہ پردیش کے اس علاقے کے لیے روانہ ہو گیا جو آج چھتیس گڑھ کی شکل میں نیا صوبہ معرض وجود میں آچکا ہے۔ مولانا محمد علی فاروقی رقم طراز ہیں۔ "تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ اجیر مقدس حاضر ہوئے۔ وہاں آپ نے طویل قیام فرمایا اور متعدد چلے گئے اور مراقبہ و مشاہدہ کی معتد منازل طے کئے۔ وہیں آپ کو مدھیہ پردیش کے لئے اشارہ غیبی ملا۔ جب وہاں سے آپ بریلی تشریف لائے تو سرکار اعلیٰ حضرت کے خصوصی ارشاد پر حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے آپ کو مدھیہ بھارت میں تبلیغ اسلام کا مشورہ دیا۔ گویا اس طرح سے جو بات اجیر مقدس میں اشارہ کی زبان میں کی گئی وہ یہاں شرح و تفصیل کے ساتھ آپ کے سامنے آچکی تھی۔ لہذا آپ سب سے پہلے اکثر اضلاع بلا سپور تشریف لائے۔ (محسن ملت ایک تعارف ص ۹۱) جب آپ نے علاقہ دیکھا، اسکی مذہبی حالت دیکھی، تعلیم و تربیت کا فقدان ملاحظہ فرمایا اور ہر طرف کفر و شرک کا بول بالا دیکھا مسلمانوں کی مذہبی و تعلیمی خستہ حالی

ملاحظہ فرمائی تو اپنے استاد حجۃ الاسلام مولانا حامد علی رضا خان علیہ الرحمہ کو تفصیلی خط لکھا حضرت نے حوصلہ بخشے ہوئے علاقہ سنبھالنے کا مشورہ دیا۔ اور مسلمانوں کی جہالت دور کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے اپنی خداداد صلاحیت سے اس علاقے میں اسلام کی تعلیمات کو عام کیا اور مسلمانوں کے مذہبی اور تعلیمی حالات کی اصلاح کے لئے کئی طرح کے اقدامات کئے، اور اپنی دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں کو تیز کر دیا۔ ان کے ہم عصر عالم دین پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ والرضوان فرماتے ہیں۔ فراغت کے بعد جب وہ چھتیس گڑھ تشریف لائے تو یہاں کا دیہی مسلمان پرانے مراسم کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ ایک کفن بردوش مجاہد کی طرح گاؤں گاؤں کا دورہ کیا، گلی گلی کی خاک چھانی، دن کہیں، رات کہیں، صبح کہیں، شام کہیں کی منہ بولتی مثالی بن گئے۔ پھولوں کی بیج پر نہیں کانٹوں اور انگاروں سے گزرتے، بلا دوا مصار میں آپ مشن کی دھن میں دیوانہ وار جٹے رہے، جہاں پہنچے کلمہ حق کہا، مذہب اہل سنت کی تلقین کی، مسلک رضویت کو فروغ دیا۔ انکے سینے میں ایک درد مند دل تھا جس نے انہیں سیماب صفت رکھا وہ مسلمانوں کے غم میں کسی کروٹ چین نہ پائے وہ ملک دوست بھی تھے اور مسلمانوں کے دکھ درد کے ساتھی بھی۔ (محسن ملت ص ۳۲)

## جیل میں دعوت و تبلیغ

سیاسی اعتبار سے آپ کانگریسی تھے تاہم ملک کی آزادی کی جدوجہد میں پارٹی سے اوپر اٹھ کر کام کرتے تھے۔ ۱۹۲۲ء میں رائے پور میں مسلم لیگ کا جلسہ تھا اس میں آپ نے شرکت کی اور انگریزوں کے خلاف پر جوش تقریر کی کہ پورے علاقے میں

انگریزوں کے تئیں نفرت و عداوت کی آگ سلگنے لگی اور دفعہ ۱۳۴-اے کے تحت ۱۲/ جون ۱۹۲۲ء میں آپ کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ جیل کی تاریک کوٹھری میں بھی آپ نے شمع ایمان سے اسلامی نور پیدا فرمایا۔ آپ کی دعوت حق سے سینکڑوں غیر مسلموں نے اسلام کے دامن رحمت میں پناہ لیا۔ جن میں متعدد انگریز بھی شامل تھے۔ مولانا محمد علی فاروقی فرماتے ہیں۔ "رائے پور میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ جس میں ایک گونہ اختلاف کے باوجود علاقائی حالات کے پیش نظر آپ نے شرکت کی۔ متعدد مقرروں کے بعد آپ کا موقع آیا تو آپ نے انگریزوں کی مخالفت میں ایسی جوشیلی تقریر کی، کہ پورا علاقہ آتش بغاوت سے سلگنے لگا جس کے نتیجے میں آپ کو ۱۲/ جون ۱۹۲۲ء کو دفعہ ۱۳۴-اے کے تحت جیل کی تاریک کوٹھری میں ڈال دیا گیا۔ مگر آپ وہاں بھی نور ایمان بن کر صوفشانی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ سینکڑوں غیر مسلموں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا جن میں متعدد انگریز بھی شامل تھے۔ جس وقت عدالت میں آپ سے معافی مانگ کر چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے کہا گیا آپ نے نہایت جاہ و جلال کے ساتھ حج کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مجھ پہ الزام ہے مذہب کی طرف داری کا  
دیکھئے کون سا قانون سزا دیتا ہے

بالآخر آپ کو قید با مشقت کی سزائی گئی۔ قید و بند کی صعوبتوں نے آپ کا استقبال کیا۔ جیل کی تاریک کوٹھری میں آپ کو قید کر دیا گیا جہاں کوڑے برسائے گئے، لاٹھیاں چلائی گئیں، قتل کی سازشیں کی گئیں۔ مگر آپ مصائب و آلام کا مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے اور مسکرا کر مجاہدین آزادی کو دعوتِ فکر دیتے رہے۔

بیڑیاں مجھ کو پہننے میں ذرا بھی ذلت نہیں  
باپ دادا کا طریقہ، سنت سجاد ہے

طوق وزنجیر کی اور بیڑیوں کی جھنکار میں قید خانہ کی چہار دیواری میں آپ قید تو کر دئے گئے مگر آپ کا پیغام اسلام وہاں بھی گونجتا رہا۔ اور اس کی صوتِ سرمدی سے کفر و شرک کے علم برداروں کا کلیجہ دہلتا رہا۔ ہر روز نماز تہجد کے بعد اذان و جماعت کے ساتھ نماز کی ادائیگی، تلاوت قرآن اور اوراد و وظائف کی زمزمہ سنجی اور پھر اس کے بعد وعظ و نصیحت کی محفل ایسی نہیں تھی جو اپنا اثر نہیں دکھاتی۔ دھیرے دھیرے وہاں کے درو دیوار بھی اس کی تجلیات سے جگمگانے لگے۔ اور دلوں کی سیاہی بھی دھلنے لگی۔ جو نام کے مسلمان تھے انہوں نے ایمان کی نئی توانائی محسوس کی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایمانی روشنی سے ان کے تاریک دل جگمگا اٹھے۔ یہاں تک کہ کچھ انگریز بھی آپ کی دل آویز شخصیت اور ایمان افروز صحبت سے فیضیاب ہوئے اور دامنِ اسلام سے وابستہ ہو گئے۔

ایک باغی مجرم کا جیل کی تاریک وادیوں میں شمعِ ایمان بکھر روشنی بکھیرنا اور وہ بھی حکومتِ برطانیہ کا مجرم! یہ معمولی جرم نہیں تھا۔ نیچے سے لیکر حکامِ بالائیک ہر کسی کی نظروں میں آپ خارِ مغیلاں کی طرح کھٹکنے لگے۔ ظلم و ستم کی آندھیاں کچھ اور تیز ہو گئیں۔ مصائب و آلام کی تاریکیاں کچھ اور بڑھ گئیں۔ مگر آپ مسکرا مسکرا کر مصائب و آلام کا مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے۔

میں وہ مجنوں ہو کہ زنداں کے نگہبانوں کو  
میری زنجیر کی جھنکار نے سونے نہ دیا

## شدھی تحریک کے خلاف نبرد آزمائی

۱۲۳۱ھ/۱۹۲۳ء میں متعصب ہندوؤں نے سادہ لوح مسلمانوں کو نعوذ باللہ مرتد بنانے کی مہم شروع کی جسے یہ لوگ شدھی تحریک کہتے ہیں۔ امام احمد رضا کی جماعت رضائے مصطفیٰ کے زیرِ اہتمام علماء اہل سنت نے اس تحریک کو کچلنے کے لئے جہاد چھیڑ دیا۔ شہر شہر، قریہ قریہ سواری سے اور پیدل سفر کر کے اس فتنے کو کچلنے میں مصروف ہو گئے۔ حجت الاسلام مولانا حامد رضا خان (م ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۲ء) مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان وغیرہ علماء اہل سنت نے نہ صرف یہ کہ اس فتنہ کو روکا بلکہ حضرت مفتی اعظم ہند نے پانچ لاکھ ہندوؤں کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا۔ اس تحریک کی تفصیلات اس زمانے میں ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور ۱۹۲۳ء، ہفت روزہ ماہنامہ اشرفی کچھوچھ جولائی ۱۹۲۳ء، روزنامہ خلافت ممبئی ۳۰ جون ۱۹۲۳ء، ہفت روزہ دبدبہ سکندری راپور میں شائع ہوئیں۔ مولانا حجت الاسلام مولانا حامد رضا خان خلف اکبر امام احمد رضا نے مراد آباد کے آل انڈیا سنی کانفرنس ۱۹۲۵ء کے خطبہ صدارت میں شدھی تحریک کی فتنہ سامانیوں اور علماء اہل سنت کی اس کے مقابل خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اب تک تو شدھی کی تحریک راجپوتانہ ہی میں تھی، لیکن اب انہوں نے اپنا میدان عمل وسیع کر دیا ہے، اور تمام ہندوستان میں جہاں موقع ملتا ہے ہاتھ مارتے ہیں، قومیں کی قومیں ان کی دستبرد سے تباہ ہو رہی ہیں۔ مسلمانوں کی مذہبی انجمنیں ہر جگہ نہیں ہیں، جو ہیں ان سے رابطہ نہیں جس سرزمین کو خالی دیکھا وہاں آریہ دوڑ پڑے۔ جب تک علماء اسلام کسی حصہ ملک سے بلائے تب تک کتنے غریب شکار ہو چکے ہیں۔ راجپوتانہ میں ہمیں تجربہ ہو چکا ہے کہ آریوں کے زر، زور، طمع اور دباؤ وغیرہ کی تمام قوتیں اسلامی فضلاء کی دعوتِ حق



کے مقابل بیکار ہو جاتی ہیں۔ جاہل ناداروں کے سامنے ہزار ہا روپیہ پیش کیا جاتا تھا اور انہیں مرتد ہو جانے پر بہت ولولہ انگیز مشردے سنائے جاتے تھے۔ وہاں ہمارے پاس اسلامی زہد اور بزرگوں کے ذکر کے سوا کوئی نسخہ نہ تھا۔ جو ایسے مریض پر کارگر ہوتا ہے۔ مگر یہ نسخہ ایسا بے خطا اثر کرتا تھا کہ دیہاتی نوجوان اپنی سرمستی سے ہوش میں آکر دل بھانے والی صورت اور مال و منال کے لالچ دونوں کو نفرت کے ساتھ ٹھوکر مار کر اطاعت الہی کے لئے کمر بستہ ہو جاتا تھا۔،، (خطبہ حجۃ الاسلام ص ۵۱-۵۲، بحوالہ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ ص ۳۹۰۔ مرتبہ مولانا عبدالحق رضوی رحمۃ اللہ علیہ)

۱۹۲۳ء میں فتنہ ارتداد کی مہم شروع ہوئی اور ہندوستان کے تمام صوبوں بالخصوص بہار کے گوپال گنج میں مسلمانوں کی شدھی کر لی گئی۔ آل انڈیا سیرت کی سرکردگی میں علماء اہل سنت نے پھر اس کا قلع قمع کیا۔ ڈاکٹر شوکت صدیقی ہزاری باغ رقم طراز ہیں: "مولانا سید ظفر سجاد صاحب نائب صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت صوبہ بہار شاخ کی زیر نگرانی اسلامی مبلغین و واعظین کے وفود نے بہار کے مختلف اضلاع و قصبات اور دیہاتوں میں تبلیغی گشت کی، آل انڈیا تبلیغ سیرت کے وفود نے اسلامی احکامات اور سیرت مصطفیٰ ﷺ کو ان علاقوں میں زور و شور سے عام کیا جہاں شدھی کی تحریک زوروں پر تھی اور حضور مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمن اڑیسوی علیہ الرحمۃ والرضوان صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت اس وقت صوبہ گجرات ضلع احمد آباد کھٹال گاؤں تشریف لے گئے۔ جبکہ حکومت کی طرف سے وہاں جانا ممنوع، دوسری طرف جان و مال کا خطرہ تھا۔ شہر سے کافی دور جہاں آسانی سے سواری نہ جاسکے، آپ دیہات کی پگڈنڈیوں پر چلتے چلتے اس گاؤں تک جا پہنچے۔

مجاہد ملت کے ہمراہ مجاہد دوراں علامہ مظفر حسین کچھوچھوی (ایم۔ پی۔) پاسبان ملت مشتاق احمد نظامی، طوطی حق مولانا احسان علی صاحب باندوی اور مولوی نعمت اللہ غازی پوری و دیگر علمائے کرام بھی تھے۔ بہت سے مصائب برداشت کئے، وہاں پہنچ کر پتھر کھائے، گالیاں سنیں مگر یہی کہتے رہے کہ سرور عالم ﷺ کی سنت پر عمل کی یہ بھی ایک تصویر ہے۔ بالاخر فتنہ ارتداد کی مہم نے دم توڑ دیا۔"

(ہفت روزہ نوائے حبیب کلکتہ، مجاہد ملت نمبر ص ۱۶۳-۱۶۵)

اتر پردیش، راجستھان، پنجاب، بہار میں جہاں یہ شدھی تحریک زوروں پر چل رہی تھی وہیں مدھیہ پردیش کا چھتیس گڑھ جو مذکورہ بالا صوبوں کی طرح علمی و روحانی سرزمین نہیں تھا وہاں شدھی تحریک نے اور زیادہ زور پکڑ رکھا تھا۔ محسن ملت مولانا حامد علی فاروقی نے گاؤں گاؤں جا کر نہ صرف مسلمانوں کے دولت ایمان کی حفاظت کی بلکہ سینکڑوں غیر مسلموں کو بھی دولت اسلام سے بہرہ ور کیا۔ مولانا محمد علی فاروقی لکھتے ہیں: "ایسی حالت میں محسن ملت علیہ الرحمہ نے گاؤں گاؤں دورہ کیا، دیہات دیہات پر اوڈالا، قریہ قریہ ایمانی آواز پہنچائی اور شدھی آندوں کے لرزہ خیز، ایمان شکن طوفانوں کا نہایت کامیاب مقابلہ کر کے ہزاروں مسلمانوں کو ارتداد کے پھندے میں نہ صرف پھنسنے سے بچایا بلکہ غیر مسلموں کو بھی مسلمان بنا کر دعوت و تبلیغ کا مقدس فریضہ انجام دیا۔ آپ کے اس مجاہدانہ کردار، سرفروشانہ لکار اور بے مثال تدبیر و راندیشی کو دیکھتے ہوئے حجۃ الاسلام شہزادہ اعلیٰ حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب علیہ الرحمہ والرضوان فرمایا کرتے تھے کہ حامد علی تم ملت کا انمول نگینہ ہو۔ تم نے کفرستان میں اسلام کا چراغ جلایا۔ نیرۃ اعلیٰ حضرت علامہ ریحان رضا خان صاحب سجادہ نشین خانقاہ رضویہ بریلی

شریف تحریر فرماتے ہیں کہ آج لوگ اپنے کو کلمہ پڑھاتے ہیں مگر یہ وہ شخصیت تھی جس نے غیروں کو کلمہ پڑھایا۔“  
(محسن ملت ص ۹۷-۹۸)

## عورت کی قوالی روکی

آپ کی دعوتی تبلیغی سرگرمیاں صرف یہی نہیں تھیں کہ صرف مخالفین کا مقابلہ کیا جائے اور ان کے شر سے مسلم عوام کو محفوظ رکھا جائے بلکہ آپ نے اپنوں میں پھیلی بے راہ روی کا بھی مردانہ وار مقابلہ کیا اور مسلم معاشرے کی اصلاح کی جدوجہد فرمائی۔ ایک دفعہ کسی بزرگ کے مزار پر عورت کی قوالی ہوتی تھی آپ نے کس طرح مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے اس کو بند کیا اسے آپ کے سفر و حضر میں ساتھ رہنے والے رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی دل پذیر تحریر میں پڑھیے۔ ”ایک بار رائے پور میں کسی بزرگ کے مزار پر عورتوں کی قوالی کا پروگرام بنالیا، اس کو اپنے وقار کا سوال بھی بنالیا۔ مولانا بھی سر سے کفن باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ اتفاق سے انہیں ایام میں مجھے بمبئی کا ایک سفر پیش آیا۔ میں نے مولانا کو اپنے اس پروگرام سے مطلع کر دیا تھا۔ رائے پور اسٹیشن پر جب میری ٹرین پہنچی، تو مولانا پلیٹ فارم پر انتظار میں کھڑے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی باغ باغ ہو گئے۔ مولانا نے عورت کی قوالی کے سلسلے میں مجھے یہاں کا سارا حال سنایا۔ آخر میں فرمایا کہ منظمین بھی بھند تھے کہ وہ مزار شریف پر یہ پروگرام کر کے رہیں گے اور میں بھی تہہ کر لیا کہ شریعت کے ناموس کے تحفظ اور عرس کے تقدس کو برقرار رکھنے کے لئے مجھے اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑے تو میں قدم پیچھے نہیں ہٹاؤں گا۔ دم رخصت انہوں نے بھرائی آواز میں مجھے وصیت کی کہ مقدر کی ارجمندی سے اگر میرا جذبہ سرفروشی اپنی مراد کو پہنچ گیا تو تم میرے مدرسہ کا خیال رکھنا اور میرے

یتیم بچوں کی خبر گیری کرتے رہنا۔ مولانا کے اس رقت انگیز جملے سے میری آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے۔ میں نے انہیں تسلی دی کہ آپ کا جذبہ عشق و اخلاص سلامت رہے، ابھی وقت نہیں آیا ہے کہ رائے پور کے غیور مسلمان آپ کو دار کی طرف بڑھنے کے لئے چھوڑ دیں گے۔ رہ گیا وہ کام جو آپ نے مجھے سونپا ہے وہ آپ کے مرنے پر ہی موقوف نہیں ہے آپ کی زندگی میں بھی میں آپ کی یہ وصیت یاد رکھوں گا۔“

بمبئی کی واپسی میں پھر حضرت اسٹیشن تشریف لائے اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ غریب نواز نور اللہ مرقدہ کے صدقے خدا نے قبول حق کے لئے منظمین کا سینہ کھول دیا۔“

## مدرسہ اصلاح المسلمین رائے پور

علم انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ علم ہی نے حضرت آدم کو ملائکہ پر فضیلت بخشی، علم زندگی ہے اور جہل موت ہے، علم روشنی ہے اور جہالت اندھیرا، علم وہ چشمہ صافی ہے جس سے حیاتِ سرمدی کے سوتے نکلتے ہیں۔ علم معرفتِ الہی کا ذریعہ ہے۔

پکھلنا علم کی خاطر مثال شمعِ زیبا ہے

بغیر اس کے نہیں پہچان سکتے کہ خدا کیا ہے

علم وہ دولت ہے جسکو دنیا کی کوئی طاقت چھین نہیں سکتی۔ علم جتنا خرچ کیا جاتا ہے اس میں اتنا ہی اضافہ ہو جاتا ہے۔ علم سے دوستوں کی تعداد بڑھتی ہے۔ علم انسان کو باوقار بناتا ہے۔ علم انسان کو عزت و عظمت عطا کرتا ہے۔

عزیز علم سے بڑھ کر کوئی وقار نہیں

یہ وہ چمن ہے جہاں گل ہی گل ہیں خار نہیں

علم کی ضرورت ہر فرد اور ہر معاشرہ کو ہے۔ خصوصاً ایسے افراد جو جہالت ہی نہیں شرک و کفر کی تاریک راہوں میں بھٹک رہے ہوں۔ ان کے لئے علم وہ مینارۂ نور ہے جو سمت سفر کے تعین میں راہنما ہوتا ہے۔ چھتیس گڑھ کی جہالت زدہ انسانیت کو قعر ظلمت سے نکالنے کے لئے بھی ایک ایسے ہی نوری مینار کی ضرورت تھی جو ہمیشہ آنے والی نسلوں کو جہالت کے اندھیروں سے نکالنے کا کام کرتی ہے اور زندگی میں سفر کی صحیح سمت متعین کرنے میں معاون ہو اور وہ علم دین ہی ہو سکتا تھا جو انسانیت کو اس کی خودی کی شناخت کرائے۔ محسن ملت نے مسلمانان چھتیس گڑھ کے لئے ایسے ہی ایک اسلامی قلعے کی ضرورت کے احساس کے تحت دعوت و تبلیغ کے اپنے سفر میں ایک روشن منزل کو جوڑ دیا جو جہالت کے تھکا دینے والے ہيجان سے مسافر ان حیات کو آرام گاہ فراہم کرے جہاں سستا کر اور ایک نئی زندگی حاصل کر کے شاہراہ حیات میں نشان منزل بن کر نکل پڑیں اور دوسروں کو سرمدی حیات کا پتہ دیتے رہیں۔ ۱۹۳۲ء ہندوستان غلامی کی زنجیروں سے آزاد ہونے کے لئے بے قرار تھا۔ دوسری جانب محسن ملت نے جہالت کی غلامی سے چھتیس گڑھ کے مسلمانوں کو آزاد کرانے کی بھی ٹھان لی اور مدرسہ اصلاح المسلمین کی بنیاد رکھ دی۔ قوم کے یتیم و نادار بچوں کو بھی قرار آ گیا۔ علم کی وہ روشنی پھیلی کہ پورا علاقہ جگمگا اٹھا۔ آپ کے ہم عصر قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری تحریر فرماتے ہیں۔ ”انہوں نے جس زمانے میں چھتیس گڑھ کو اپنی مذہبی، تبلیغی اور اصلاحی سرگرمیوں کا مرکز بنایا وہ علمی اور مذہبی اعتبار سے اس علاقے کا بہت ہی تاریک دور تھا۔ اس علاقے میں علمی اور دینی شعور برپا کرنے کے لئے بڑے سنگین مراحل سے

گزرنا پڑا۔ ساہا سال کی قربانیوں اور پرسوز جدوجہد کے بعد اس علاقے میں دین و سنت کی بہار آئی، مولانا نے سب سے پہلے مدرسہ اصلاح المسلمین دارالیتامی کے نام سے رائے پور میں ایک رہائشی قسم کا دینی تعلیمی ادارہ قائم کیا اور اس پاس کے اضلاع اور قرب و جوار کے یتیم و نادار بچوں کو خورد و نوش کی کفالت کے ساتھ اپنے مدرسہ میں داخل کیا۔ اور جب مولویوں اور حافظوں کی ایک فوج تیار ہو گئی، تو انہوں نے امام کی حیثیت سے اپنے علاقے کی مسجدوں کو سنبھال لیا۔ آج چھتیس گڑھ میں مسلک اہل سنت کا جو فروغ آپ دیکھ رہے ہیں اس کی سرخی میں مولانا کے خونِ جگر کا بہت بڑا حصہ ہے۔ علاقے کی بنجر زمینوں میں جب تک فصلیں اگتی رہیں گی اور دانہ چننے والے چنتے رہیں گے اسے مولانا ہی کا مفتوحہ علاقہ کہا جاتا رہے گا۔“

(محسن ملت ایک تعارف ص ۲۶، ۲۵)

مجاہد دوراں مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ رقم فرماتے ہیں۔

”مولانا موصوف نے پورے مدھیہ پردیش میں یہ دیکھ کر کہ یہاں کوئی دینی و دنیاوی ادارہ نہیں ہے اور یہاں کے لوگ مذہب سے نا آشنا ہیں اور نہ انکو اپنے بچوں کو تعلیم دلانے کا شوق ہے۔ اللہ کا نام لے کر اپنے آبائی وطن الہ آباد چھوڑ کر رائے پور میں قلعہ مصطفیٰ ﷺ کی بنیاد رکھی تھی۔ اس سلسلے میں حضرت کو بڑے بڑے امتحانات سے گزرنا پڑا۔ اپنے اور بیگانوں کے ہاتھوں نہ جانے کیسے کیسے مصائب اٹھانے پڑے۔ لیکن حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ نے ہر ایک حملہ کا جواب مسکراتے ہوئے دیا، جس کے نتیجے میں اس سرزمین پر دین کا ایک عظیم ادارہ قائم ہے۔ (محسن ملت ایک تعارف ص ۳۶) مفتی عبدالحلیم اشرفی رضوی لکھتے ہیں۔ ”مولانا حامد علی فاروقی ایک متحرک اور فعال شخصیت کا نام ہے۔ جو ملک اور ملت کی خدمت سے کبھی تھکے نہیں، اگر وہ آپ کو

کبھی دینی اجلاس میں اپنی قوم کی رہنمائی کرتے دکھتے تو دوسری طرف ملک کی تعمیر و ترقی میں اپنی خداداد صلاحیتوں کو استعمال کرتے نظر آتے۔ وقت کے بہترین عالم، صفِ اوّل کے خطیب اور میدانِ سیاست کے ماہر تھے۔ قوم کی نباضی اور سیاسی بالغ نظری ان میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی، میں اپنے اس دعوے میں مدرسہ اصلاح المسلمین و دارالیتامیٰ اور اینگلو اردو ہائی اسکول کو پیش کر سکتا ہوں۔

مولانا نے مدرسہ قائم کر کے امید اور یقین کا ایک چراغ جلایا اور چونکہ ہر طرف آزادی کی لہر دوڑ چکی تھی، دنیاوی تعلیم میں بھی اپنے قوم کی پسماندگی کو محسوس کیا۔ ایسے ہولناک ماحول میں وقت کے تقاضے کو پورا کرتے ہوئے اینگلو اردو ہائی اسکول کو عملی جامہ پہنایا تا کہ قوم مسلم کے نو نہال جہاں دنیاوی تعلیم میں بھی کسی قوم سے پیچھے نہ رہیں۔ گویا اپنی تعلیمات سے آراستہ ہو کر جہاں مذہب کی اشاعت کریں وہیں دنیاوی تعلیم سے پیراستہ ہو کر ملک کی تعمیر و ترقی میں اپنے اسلاف کا نمونہ بکر دوسری قوموں کے لئے مثال بن سکیں۔“

آج محسن ملت کا قائم کردہ مدرسہ اصلاح المسلمین چھتیس گڑھ کے مسلمانوں کا علمی مرکز بن گیا ہے اور یہ افتخار علم پر آفتاب بن کر علم کی روشنی سے پورے چھتیس گڑھ اور اس کے اطراف و اکناف کو منور و تاباں کر رہا ہے۔

مدرسہ کے علاوہ اب اینگلو اردو ہائی اسکول اور طبیہ کالج کی پر شکوہ عمارت اور خدمات سے پورا صوبہ ممنون ہے۔ محسن ملت یونی میڈیکل کالج، غریب نواز انگلش، ہندی میڈیم اسکول حضرت کے پوتے عالی جناب اکبر علی فاروقی کی صدارت میں ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ رب ذوالجلال مزید عروج بخشے۔ آمین۔

## مہاجرین کو دعوت قرار

ہندوستانیوں کے مسلسل جدوجہد اور بے مثال قربانیوں کے نتیجے میں انگریزوں نے ہندوستان تو چھوڑا مگر یہاں کے لوگوں میں آپسی نفرت و عداوت کی آگ ہمیشہ کے لئے لگا گئی۔ ہندوستان کی تقسیم کی قیمت پر ملک آزاد ہوا۔ ۱۴/ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان اور ۱۵/ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان آزاد ملک کی فہرست میں شامل ہوا۔ پاکستان کا وجود ہندوستانی مسلمانوں کے لئے ایک نئے طوفان کی شکل میں ہوا۔ ہندوستانی مسلمانوں نے ایک نئی اسلامی ریاست کا خواب دیکھا تھا، جہاں اسلامی امن کے سائے میں دین و مذہب محفوظ ہوگا۔ اسلامی معاشرہ سے ملک جنت کا نمونہ ہوگا، جہاں ظلم و ستم اور بربریت کا شکار نہ ہوگا۔ جہاں ماں بہنوں کے عصمتوں کا سودا نہیں ہوگا، خواتین کی عزتیں محفوظ ہوں گی، اسلام کا بول بالا ہوگا، اسلامی نظام عدل مساوات انسانی کا پیغام لے کر آئیگا۔ انہیں تصورات نے ہندوستانی مسلمانوں میں یہ جذبہ جنون کی حد تک بھردیا تھا کہ ہندوستان میں رہنے کے بجائے ہمیں اب پاکستان میں مستقل بود و باش اختیار کرنی ہے جہاں فرقہ وارانہ فسادات کی آگ میں ہمیں جلنا نہیں پڑے گا۔ ہجرت کا سیلاب تھا ہزاروں خاندان کے افراد اپنے آبائی وطن کو چھوڑ کر زمین جائداد اونے پونے داموں میں فروخت کر کے اہل و عیال کے ساتھ نکل پڑے۔ بستی کی بستی خالی ہو گئی۔ مکانات پر غیر مسلموں نے سستے داموں میں قبضہ کر لیا۔ مسجدیں ویران ہو گئیں اور انہیں موشیوں کی رہائش گاہوں میں تبدیل کر دیا گیا۔ مسجدوں کا تقدس پامال ہوا۔ پھر ہجرت کرنے والے بھی توجیح و سلامت منزل مقصود تک نہ پہنچ سکے۔ ان نہتے قافلوں پر کبھی سکھ درندوں کا حملہ ہوتا تھا، تو کہیں ہندو بھیڑیوں کا۔ کتنے دوشیزاؤں کی

عصمتیں کٹ گئیں، کتنی پردہ نشینوں کو بے نقاب کر دیا گیا، سہاگنیں ابھاگن بنیں، بچے یتیم ہوئے، قافلہ لٹتا گیا، فسادات کی آگ بھڑک اٹھی۔ اس سیلاب نے نہ جانے کتنے خاندان تباہ و برباد کر ڈالے، کتنے دریا برد ہو گئے، اسے تاریخ بھی بتانے سے قاصر ہے۔ ہاں تاریخ کو اتنا ضرور یاد ہے کہ اپنے وطن عزیز سے پاکستان کا خواب دیکھ کر جو لوگ خاک و خون کا دریاعبور کر کے لاہور یا کراچی پہنچے انہیں وہاں کے انصار نے مہاجر ہی قرار دے رکھا ہے اور آج بھی ان کے ساتھ دوسرے درجہ کے شہریوں کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ ہجرت کے ہولناک مناظر اور اس سے قوم مسلم کے لئے پٹے کارواں کی جو تصویر بعد میں لوگوں نے دیکھی اسے انکے مخلص قائدین نے مومنانہ فراست سے پہلے ہی دیکھ لیا تھا اور مسلمانوں کو ہجرت سے بارہا منع فرمایا تھا۔ نام نہاد مسلم لیڈر اپنے غیر مسلم آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے پہلے بھی مسلمانوں کو افغانستان ہجرت کر جانے کا فتویٰ دے چکے تھے اور ہندوستان سے اسلام اور مسلمانوں کو مٹا دینے کی ان کی اس سازش میں وہ بھی شریک نظر آئے۔

آزادی سے قبل مولانا آزاد کے فتویٰ ہجرت افغانستان کی امام احمد رضا نے کھل کر مخالفت کی تھی۔ اس ہجرت کے نتیجے میں مسلمانوں کی بربادی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا تھا۔ آزادی کے بعد پاکستان ہجرت کرنے والوں کو ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری اور حضور حافظ ملت علیہما الرحمة والرضوان جیسے مدبروں نے ہجرت سے روکا تھا جس کے نتیجے میں بہت سے خاندان آزادی کے بعد بھڑکے فسادات کی آگ میں جلنے سے محفوظ رہے۔ چھتیس گڑھ میں بھی ترک وطن کر کے پاکستان جانے کا خواب دیکھنے والوں کی کمی نہیں تھی۔ محسن ملت نے انہیں واقعی صورت حال سے آگاہ فرماتے ہوئے تباہی سے بچانے کی کوشش بلوغ فرمائی۔ مولانا محمد علی فاروقی رقم طراز ہیں۔ "ایسے

پُر آشوب اور رستہ خیز ماحول میں قوم کو سنبھالنا، انہیں دلا سہ دینا آسان کام نہیں تھا۔ مگر آپ نے نہایت مدبرانہ اور ٹھوس منصوبہ کے ساتھ حالات کا رخ موڑنے کا پروگرام بنایا اور جو لوگ پاکستان جا رہے تھے انہیں مخاطب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

”سیدنا علی حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمة والرضوان نے بہت پہلے فرمادیا تھا کہ دشمن ہمارے لئے تین باتیں چاہتا ہے۔ سب سے پہلے ہماری موت تاکہ معاملہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو جلا وطنی چاہیگا، تاکہ پاس ہی نہ رہے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو آخر درجہ میں عاجز و مجبور بنانا چاہے گا۔ ایک دفعہ تم لوگوں نے ہجرت کر کے دیکھ لیا، مگر اس میں سوائے بربادی کے تمہیں کچھ ہاتھ نہیں لگا۔ آج پھر تم یہاں سے جانا چاہتے ہو، مگر جانے سے پہلے سوچو، سمجھو، کچھ فیصلہ کرو۔ بھارت کی دھرتی پر ہم نے صدیوں حکومت کی ہے۔ دہلی کے لاقلعہ کی بلند پیشانی ہماری عظمتوں کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ ایسی حالت میں یہاں سے پاکستان ہجرت کرنا سوائے بربادی کے کچھ نہیں۔

ایک جگہ نہایت مدبرانہ اور مفکرانہ انداز میں ایسی بکھری قوم کو آواز دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ”تم کہاں جا رہے ہو؟ خواجہ کی دھرتی تمہیں پکار رہی ہے، مخدوم سمنان کا روضہ تمہیں آواز دے رہا ہے، محبوب پاک کا آستانہ تمہیں یاد کر رہا ہے، تمہارے آباؤ اجداد کی ہڈیاں تمہیں للکار رہی ہیں، خواجہ کا آستانہ چھوڑ کر کہاں جاؤ گے؟ مخدوم پاک کا روضہ چھوڑ کر تم سکون کیسے پاؤ گے؟ مخدوم کا سایہ چھوڑ کر تمہیں کہاں چین ملے گا؟ سرکار علی حضرت کے فیضان سے بھاگ کر تم کیسے جی سکو گے؟

(ہفت روزہ ہمارا قدم دہلی۔ ۱۷/ جنوری ۹۱، بحوالہ محسن ملت ص ۱۱۰)

آپ کے پر جلال صدائے بختے دلوں میں امیدوں کی شمع روشن کردی، پڑمردہ روحوں کو نئی زندگی مل گئی۔ مفلوج دل و دماغ نئی امنگوں سے سرشار ہو کر آپ کے اشارہ ابرو پر قربان ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔ وقت کی لکار نے سیکڑوں اجڑتے گھروں کو بسا دیا۔ ہزاروں بہکتے قدم تھم گئے۔ صد ہا عورتیں بیوہ ہونے اور ہزاروں بچے یتیم ہونے سے بچ گئے۔

آپ نے نہ صرف انہیں لکارا، انکے حوصلوں کو بلند کیا، نئی امنگ اور نیا جذبہ عطا فرمایا، بلکہ بھاگنے والوں کو روکنے کے لئے متعدد ڈولیاں بنائیں جن میں سے ایک گروہ ریلوے اسٹیشن پر متعین تھا۔ تو دوسرا بس اسٹینڈ پر نگرانی کر رہا تھا۔ اور آپ خود ایک گروہ کے ساتھ لوگوں کے گھر پہنچتے، حالات معلوم کرتے، ہمت بندھاتے، حوصلہ بندھاتے اور بھاگنے والوں کو سمجھا بھجا کر یہیں جینے مرنے کے عہد لیتے۔

آپ کی اسی محنت و جانفشانی کا نتیجہ ہے کہ علاقہ چھتیس گڑھ اجڑنے اور برباد ہونے سے نہ صرف بچا ہے، بلکہ سرزمین رائے پور پر مسلمانوں کی ایک عظیم تعداد گاؤں دیہات میں بکھرے مسلمانوں کو ہمت و حوصلہ دے رہی ہے۔ شہزادہ غوث الواری، سرتاج مارہرہ، سید السادات حضرت مولانا شاہ حیدر حسن میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں۔ "ان کی بلند ہمتی و جفا کشی اور بے باکی ملت کے لئے سرمایہ افتخار ہے۔" شہزادہ محبوب سبحانی حضرت مولانا سید شاہ علی حسین صاحب اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے جوشِ حسینی، ولولہ حیدری، ایمانی توانائی اور خدمتِ دین کا بے مثال جذبہ دیکھ کر فرمایا تھا کہ "آپ کی زبان میں خدا نے وہ تاثیر دی ہے جو پل بھر میں لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ آپ جس علاقے میں پہنچ جائیں گے اسلام کا بول بالا ہوگا اور آپ کے رہتے دشمنوں کی کوئی سازش کامیاب نہیں ہو سکتی۔"

(نثرانہ نور اسلام ص ۳، بحوالہ محسن ملت ایک تعارف ص ۱۰۹)

جلالہ العلم، استاذ العلماء حضور حافظ ملت علامہ عبدالعزیز مراد آبادی، بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں: "قوم کی صحیح نباضی اور سیاسی دوراندیشی کا آپ پیکر اور حضور اعلیٰ حضرت کے فیضان کی چلتی پھرتی تصویر تھے، اس دیران اور اجاڑ علاقے میں آپ نے جس محنت و قربانی کے ساتھ اسلام کا پیغام پہنچایا وہ خود اپنی مثال ہے۔"

محسن ملت کی ذات ایک انجمن تھی، وہ ایک پرسوز مبلغ و داعی تھے اور دعوت و تبلیغ کا انہوں نے پورا پورا حق ادا کیا جس کی شہادت سرزمین چھتیس گڑھ دے رہی ہے۔ ان کے اندر داعیانہ اوصاف کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں "مولانا کی گفتگو کا انداز سب سے نرالا تھا۔ وہ اپنے مقابل کی بڑی سی بڑی دلیل اس خوبی سے مسکراتے ہوئے مسمار کر دیتے تھے کہ آدمی ہنگامہ بگاہ رہ جاتا تھا۔"

مختصر یہ کہ محسن ملت کی زندگی ایک مخلص داعی و مبلغ کی زندگی ہے۔ انہوں نے اپنی عمر عزیز ملت بیضاء کی سرفرازی میں صرف فرمادی، جہالت زدہ مسلمانوں کو علم و عرفان کی روشنی عطا کی اور ان کی اس روشنی سے رائے پور ہی نہیں پورا چھتیس گڑھ جگمگاتا رہے گا۔

جب تک یہ فضا شام و سحر بار رہے گی  
اے ساز شکستہ تیری جھنکار رہے گی



## محسن ملت ایک کثیر الجہات شخصیت

ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی

صدر شعبہ اردو فارسی بہار یونیورسٹی، مظفر پور

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی (۱۸۸۹ء تا ۱۹۶۸ء) ایک کثیر الجہات اور محمود الصفات شخصیت کا نام ہے۔ اپنے عہد کے ایک جید عالم دین، مبلغ اسلام، سیاسی مدبر اور دین و سنیت کے پر جوش داعی کی حیثیت سے ملک کے طول و عرض میں جانے اور پہچانے گئے۔ بلاشبہ وہ بہت بلند اور برگزیدہ ہستیوں میں تھے جن پر یہ شعر پوری طرح منطبق ہوتا ہے کہ ۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں  
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

محسن ملت ایک ایسے ہی انسان تھے جو اپنی دینی بصیرت، خلوص و للہیت اور انقلابی سرگرمیوں کی بدولت محبوب ملت بن گئے۔ ہوا کی زد پر چراغ جلا نا ہر کس و نا کس کا مقدر نہیں۔ انہیں کام کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیادہ۔ محسن ملت کی غیر معمولی قوت ارادی، اولوالعزمی اور اخلاص فی العمل نے ان کو ہر میدان میں شاندار فتوحات سے ہمکنار کیا اور ان کے جذبہ پر خلوص کو مرجح کہا۔

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے علاقہ چھتیس گڑھ کو اپنا تبلیغی مرکز اور مستقر بنایا۔ اس علاقے کے مسلمان تعلیمی اور تہذیبی اعتبار سے حد درجہ پسماندہ اور جہالت و ضلالت کی آخری منزل میں تھے۔ اس لئے آپ نے ان کی اصلاح و تربیت کا عزم بالجزم کیا۔ اور اپنی بہترین صلاحیتیں بروئے کار لا کر ان کو اسلامی تعلیمات سے قریب کیا۔ جہالت کی تاریکیاں دور ہوئیں اور ہر طرف ایمان و عقیدے کا اُجالا پھیل گیا۔ اپنے اس مشن کو استحکام بخشنے کے لئے آپ نے ایک مدرسہ اصلاح المسلمین کے نام سے ۱۹۲۴ء میں قائم فرمایا۔ جو پورے علاقے بلکہ پوری ریاست مدھیہ پردیش کے لئے مینارۂ نور ثابت ہوا۔

میرے نزدیک محسن ملت کا سب سے قابل قدر اور اہم کارنامہ شدھی تحریک فتنوں کا سد باب ہے۔ یہی ایک عمل ان کو صدیقین و صالحین کی صف میں شامل کرانے کے لئے کافی ہے۔ یہ ہولناک تحریک دراصل تحریک خلافت کی بالواسطہ دین تھی۔ مولانا محمد علی جوہر، حکیم اجمل اور ڈاکٹر مختار احمد انصاری جو خلافت تحریک کے بانیوں اور علم برداروں میں سے تھے۔ ہندو مسلم اتحاد کے سلسلے میں احتیاط اور اعتدال کی حدوں سے تجاوز کر گئے۔ انہوں نے شردھانند جیسے کٹر اسلام دشمن اور ہندو مبلغ سے رابطہ قائم کیا اس کو جامع مسجد دہلی کے منبر سے خطاب کرنے کی دعوت دی۔ اس موقع پر شردھانند کے حامیوں نے بڑی چالاکی سے سب کی تصویریں کھینچ لیں بعد میں شردھانند نے ریاست اتر پردیش کے مغربی علاقوں خصوصاً ملکانہ کے نو مسلم راجپوتوں کو ان تصویروں کو دکھا کر یہ سمجھانا شروع کیا کہ مسلمانوں کے اکابرین اور قائد تو ہمارے قدموں میں ہیں۔ ہم سے تعاون کی بھیک مانگتے ہیں۔ کفر و اسلام کا فرق محض نمائش اور عارضی ہے۔ اس لئے

تم لوگ اپنی اصل کی طرف لوٹ آؤ۔ شدھی کے عمل کے ذریعہ پھر سے ہندو دھرم اپنالو۔ یہ خبر وحشت اثر نے مسلمانوں میں سخت اضطراب پیدا کیا خصوصاً علمائے اسلام کی دینی حمیت نے ان کو ماہی بے آب کی مانند کر دیا۔ سب سے پہلے حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ (مفتی اعظم ہند) انجمن رضاؑ مصطفیٰ کے اراکین کے ساتھ شدھی تحریک کی سرکوبی کے لئے سورش زدہ علاقوں میں پہنچے اور ان جدید الاسلام مسلمانوں میں ایمانی پختگی پیدا کی۔ صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین علیہ الرحمہ نے ایک ادارہ گوکل (دارالمبلغین) قائم کیا جس کے ذمے داروں اور رضا کاروں نے شدھی تحریک کی کمر توڑنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ نے انجمن خدام الصوفیا کے پلیٹ فارم سے مسلمانوں کے دین و ایمان کے تحفظ کی ہر ممکن کوشش کی۔ محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ نے نوجوان عالموں پر مشتمل ایک ٹیم تیار کی جس نے آپ کی محکم قیادت میں گاؤں گاؤں اور چپے چپے کا دورہ کیا چنے اور ستوپر گزارہ کر کے اس تحریک کو کیفر کردار تک پہنچایا اور اس طرح سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان کو بچا لیا۔ ان بزرگان ملت اور داعیان اسلام کو حق تھا اگر یہ کہتے:

شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

محسن ملت ایک سیاسی قائد کی حیثیت سے بھی بہت محترم اور قد آور نظر آتے ہیں۔ سیاست کو کبھی ذاتی اغراض و مفاد کا وسیلہ نہیں بنایا بلکہ ملک و ملت کی بے لوث خدمت کا جذبہ اختیار ان کو اس وادی پر خار میں لایا جہاں سے وہ دامن بچا کر کمال ہوشمندی سے گزر گئے۔ وہ کانگریس کی سیاست کرتے تھے مگر اس کی غلط پالیسیوں کی کبھی ہم نوائی نہیں کی۔ وہ اس وقت کے وزیر اعظم ہند جواہر لال نہرو کے بہت قریب تھے

انتخابات کے موقع پر پنڈت جی ان کے محتاج تھے مگر محسن ملت کبھی ان کے محتاج نہیں رہے۔ وہ اشارہ کی زبان میں بھی اقتدار کی خواہش ظاہر کرتے تو راجیہ سبھا کی ممبری طشت میں رکھ کر انکو پیش کی جاتی۔ مگر ان کی شان بے نیازی، حب جاہ و حب مال کو کب خاطر میں لانے والی تھی۔ سیاست میں بھی اس شعر کی عملی تفسیر بنے رہے کہ۔

دنیا میں ہوں دنیا کا طلبگار نہیں ہوں

بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں

اس لئے سیاست کے قد آدم آئینے میں ان کی تصویر بالکل صاف و شفاف اور بے داغ و بے غبار نظر آتی ہے۔ محسن ملت کی حق گوئی و بے باکی کا اندازہ کرنے کے لئے بس ایک مثال کافی ہے کہ وہ اس وقت کی ظالم و جابر حکومت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتے تھے۔ احتجاجی جلسوں میں شریک ہوئے اور اس کی پالیسیوں کی کھل کر مذمت کرتے تھے جس کی پاداش میں ۱۹۲۲ء میں وہ جیل میں ڈال دئے گئے مگر اس سے ان کے سیاسی موقف پر کوئی اثر نہیں پڑا ان کے احتجاج کی لے اور تیز تر ہو گئی اور انہوں نے اپنی عملی سرگرمیوں کے ذریعہ حکومت وقت کو اپنے فیصلے کی نظر ثانی پر مجبور کر دیا۔

☆☆☆

## محسن ملت اور ان کی قومی خدمت

حضرت علامہ الحاج مفتی عبدالحلیم صاحب اشرفی، ناگپور

میں نے ایک واقعہ حضرت ابواسحاق ابراہیم بن احمد بن اسماعیل بغدادی کے تعلق سے پڑھا۔ موصوف کا وصال ۲۸ھ میں ہوا آپ کا شمار مشائخ کبار اور گروہ صوفیاء میں ہوتا ہے۔

واقعہ یوں ہے کہ حضرت ابواسحاق خواصی کے لقب سے مشہور تھے۔ خواص غالباً ٹوکری بنانے والے کو کہتے ہیں ٹوکریاں بنانا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ آپ بغداد میں نہر کے کنارے جاتے اور اس کے کنارے گھاس پھوس کو اکھاڑ کر ٹوکریاں بناتے اور اسے دریا میں پھینک دیتے اور اس کے بہنے کا دور تک نظارہ کرتے انہیں اس عمل میں لطف محسوس ہوتا ایک عرصہ دراز تک یہ کام کرتے رہے ایک دن اچانک انہیں محسوس ہوا کہ میں فضول کام میں اس عمر عزیز کو ضائع کر رہا ہوں جس سے خلق خدا کو کوئی فائدہ نہیں۔ لہذا اپنی گرانمایہ زندگی کے لیے کوئی ایسا نیک کام ڈھونڈنا چاہئے جس سے خدا کی مخلوق مستفید ہو اور اپنی کارکردگی پر میں خود مطمئن ہو سکوں چنانچہ وہ ایک دن دیر سے ندی کے کنارے پہونچے دیکھا کہ ایک خاتون گریہ وزاری میں مصروف ہے اس کے قریب گئے اور رونے کا سبب دریافت کیا اس نے کہا کہ میں ایک بدنصیب عورت

ہوں جس کے ذمہ پانچ یتیم بچوں کی کفالت ہے میرا شوہر دنیا سے جاتا رہا نہ اس نے کوئی اثاثہ چھوڑا نہ کوئی لڑکا جس سے ان یتیموں کی کفالت کروں۔ چنانچہ میں اس ندی کے کنارے آتی اور بہتی ہوئی ٹوکریوں کو پکڑ لیتی اسے بازار لے جا کر فروخت کر دیتی اور اس سے یتیموں کی کفالت کرتی۔ آج بہت دیر سے ٹوکریوں کا انتظار کر رہی ہوں مگر کوئی ٹوکری اب تک ہاتھ نہیں آئی اس غم میں رو رہی ہوں کہ ان بچوں کو کہاں سے کھلاؤں گی۔ حضرت ابواسحق ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس عورت سے جب سارا واقعہ سنا تو بارگاہ الہی میں ہاتھ اٹھادئے مولیٰ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرے فضول کام سے بھی کسی کو فائدہ پہونچ رہا ہے اگر مجھے علم ہوتا تو میں ہرگز اس کام کو ترک نہیں کرتا۔

اس واقعہ میں آپ ایثار و قربانی کی جھلک محسوس کریں گے اور خدمت خلق کا جذبہ بھی اور یہی ایثار و خدمت اگر رضائے الہی کے لئے ہو تو عبادت الہی میں شمار ہونے لگتا ہے۔ عارف حق مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دل بدست آورد کہ حج اکبر است  
صد ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است  
درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو  
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرو بیاں

اس عالم رنگ و بو میں جب سے موت و حیات کا کارخانہ شروع ہوا نہ جانے کتنے لوگ آئے اور گوشہ گنما کی دین پر دے میں ایسے چھپ گئے کہ ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا لیکن انہیں جانے والوں میں بعض نفوس قدسیہ ایسے بھی ہیں جن کو زریز میں ہوتے صدیاں بیت گئیں مگر ان کے کارناموں کی بنیاد پر آج بھی تاریخ کے صفحات پر ان کا نام روشن ہے انہیں پاکباز لوگوں اور تاریخ ساز شخصیتوں میں محسن ملت حضرت

مولانا حامد علی صاحب فاروقی بھی ہیں موصوف اپنی مذہبی سیاسی اور سماجی کارکردگی کے سبب محتاج تعارف نہیں وہ اپنے اندر قوم و ملت کی خدمت کا بہترین جذبہ اور یثار و قربانی کا بھرپور حوصلہ رکھتے تھے۔ مولانا حامد علی فاروقی ایک متحرک اور فعال شخصیت کا نام ہے جو ملک اور ملت کی خدمت سے کبھی تھکے نہیں۔ اگر وہ آپ کو کبھی دینی اجلاس میں اپنی قوم کی رہنمائی کرتے دکھتے تو دوسری طرف ملک کی تعمیر و ترقی میں اپنی خداداد صلاحیتوں کو استعمال کرتے نظر آتے۔ وقت کے بہترین عالم، صف اول کے خطیب اور میدان سیاست کے ماہر تھے۔ قوم کی نباضی اور سیاسی بالغ نظری ان میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ میں اپنے اس دعوے میں مدرسہ اصلاح المسلمین و دارالیتامی اور اینگلو اردو ہائی اسکول کو پیش کر سکتا ہوں۔

انگریزی دور حکومت میں خصوصاً مسلمانوں پر جس جبر و استبداد اور ظلم و بربریت کا مظاہرہ کیا گیا۔ مذہبی تعلیمات سے اس نسل کو دور رکھ کر جس جہالت کے گڈھے میں ڈھکیلا گیا وہ کسی تاریخ داں سے پوشیدہ نہیں ایسے پُر آشوب اور خطرناک ماحول میں جب کہ خصوصاً پورے چھتیس گڑھ کو جہالت کی تاریکیوں نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ مولانا نے مدرسہ قائم کر کے امید اور یقین کا ایک چراغ جلایا اور چونکہ ہر طرف آزادی کی لہر دوڑ چکی تھی اور دنیاوی تعلیم میں بھی اپنی قوم کی پسماندگی کو محسوس کیا۔ ایسے ہولناک ماحول میں وقت کے تقاضے کو پورا کرتے ہوئے اینگلو اردو ہائی اسکول کو عملی جامہ پہنایا تاکہ قوم مسلم کے نو نہال جہاں دینی تعلیمات سے مزین ہو کر قوم کی قیادت و امامت کریں وہیں دنیاوی تعلیم میں بھی کسی قوم سے پیچھے نہ رہیں۔ گویا اپنی تعلیمات سے آراستہ ہو کر جہاں مذہب کی اشاعت کریں وہیں دنیاوی تعلیم سے پیراستہ ہو کر ملک کی تعمیر و ترقی میں اپنے اسلاف کا نمونہ بن کر دوسری قوموں کے لیے

مثال بن سکیں۔

آج دیکھا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے میدان سیاست میں قدم رکھا وہ ملک و ملت بچاؤ کا نعرہ دیکر ملک و ملت بچ آؤ کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ بے ایمانی اور ضمیر فروشی اور مفاد پرستی کے خوگر ہو جاتے ہیں۔ مگر ہم آپ کی سیاست کو بالکل اس کے برعکس پائیں گے انہوں نے اپنی سیاسی سوچ بوجھ کو قوم و مذہب کے لیے استعمال کیا اس کی بہترین مثال رائے پور کی مساجد ہیں۔ مولانا نے اپنی سیاسی و علمی حکمت سے رائے پور کی سر زمین پر جمیعۃ العلماء کو قدم رکھنے نہیں دیا یہی وجہ ہے کہ آج رائے پور کی تمام مساجد بحق سنیت محفوظ ہیں۔

میں مولانا کی اس سیاسی بالغ نظری کو داد و تحسین پیش کرتا ہوں ان کے ان انقلاب آفریں کارناموں کی بنیاد پر انہیں محسن ملت کہنا بے جا نہ ہوگا اس محسن ملت کو قوم کس طرح فراموش کر سکے گی۔ اس حسین کارنامے کے سبب مولانا کا نام تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ زندہ و پائندہ رہے گا۔ مجھے کہنے دیجئے کہ مولانا کی یہ سیاست جس کو انہوں نے مذہب کے لیے استعمال کیا ممکن ہے یہی ان کے نجات کا ذریعہ بن جائے۔

☆☆☆

## محسن ملت اور تحفظ سنیت

ادیب شبیر حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب، دارالعلوم قادریہ، چریاکوٹ

علمائے اہل سنت میں ایک تابندہ نام آتا ہے مجاہد حریت حضرت علامہ مفتی محمد حامد علی فاروقی رضوی رائے پوری علیہ الرحمہ کا، جو یک وقت سیاسی قائد بھی تھے اور مذہبی مصلح و مرشد بھی، جنگ آزادی ہند میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا لیکن افسوس کہ تاریخ میں آپ کو یکسر بھلا دیا گیا ہے۔ معلوم نہیں اس طرح کے اور کتنے گمنام مجاہدین آزادی ہیں جن کے نام تک کو چھپانے میں پوری کوشش کی گئی ہے۔ ان کی ایک اور حیثیت ہے مفتی ہونے کی بھی اس کو تو شاید بہت کم ہی لوگ جانتے ہوں گے، اپنے وقت میں پورے چھتیس گڑھ، مدھیہ پردیس میں آپ ایک مایہ ناز مفتی کی حیثیت سے مسلمانوں کی رہنمائی کرتے رہے۔ ہوش سنبھالنے کے بعد سب سے پہلے میں نے آپ کو ایک مفتی ہی کی حیثیت سے جانا، ہوا یہ کہ بنارس میں بے داڑھی والے یا حنسی داڑھی والے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں شرعی حکم پر مشتمل ایک پوسٹر شائع کیا گیا جس میں علمائے کرام کے فتاویٰ تھے اس پوسٹر میں نمایاں طور پر ایک فتویٰ محسن ملت حضرت مولانا مفتی حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کا بھی تھا۔ میں نے اس پوسٹر کے ذریعہ حضرت محسن ملت علامہ فاروقی صاحب کو جانا۔ یہ ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء کی بات ہے، اس

کے دو ہی سال کے بعد آپ کا انتقال بھی ہو گیا۔ چونکہ میں ابتدائی درجوں میں زیر تعلیم تھا اس لئے اخبارات و رسائل کے ذریعہ ان کے انتقال کی مجھے خبر بھی نہ ہو سکی۔ پھر ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء میں جب بغرض تعلیم دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی آغوش میں آ گیا تو وہاں طالب علم کی حیثیت سے حضرت محسن ملت کے نبیرہ مولانا محمد علی فاروقی سے ملاقات ہوئی جو مجھ سے جو نیر تھے پھر آپ ہی کے ذریعہ حضرت محسن ملت کے تعلق سے باتیں ہوتی رہیں اور آپ کی عقیدت و اہمیت ذہن و دماغ میں بستی رہی، لیکن ان کے تذکرے اور سوانح میں کوئی تحریر نظر سے نہیں گزری، نہ ہی کسی رسالے میں ان کا تذکرہ پڑھنے کو ملا، ہاں چند سال پیشتر مولانا محمد علی فاروقی کی کوششوں سے ”محسن ملت“ کے نام سے ایک مختصر تذکرہ نظر سے گزرا۔ میں اب تک حیرت میں ہوں کہ ایسے عظیم قائد اور محسن کو ملت نے کیسے بھلا دیا۔ غیر تو غیر اپنوں نے بھی غفلت برتی۔ اب ان کے نبیرہ جناب مولانا اکبر علی فاروقی اور مولانا محمد قمر الزماں مصباحی مطفر پوری کی کوششوں سے ان پر کام ہو رہا ہے۔ مواد جمع کیا جا رہا ہے۔ اب ہمیں امید ہو چلی ہے کہ مولانا اکبر علی فاروقی کی محنت اور سعی پیہم نے انگریزی کی ہے تو کام آگے بڑھے گا، گمنام گوشے سامنے آئیں گے اور ان کی حیات کے گم شدہ اوراق منصہ شہود پر جلوہ گر ہوں گے اور غفلتوں کا کفارہ بھی ادا ہو جائے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کے قائدانہ کارناموں کو منظر عام پر لایا جائے۔ اس وقت کے اخبارات و رسائل کو کھنگالا جائے۔ احباب و متعلقین سے مل کر معلومات فراہم کی جائیں، ان کے مریدین و متوسلین سے بھی مل کر ان کے تاثرات قلم بند کیے جائیں۔ محسن ملت علیہ الرحمہ کے فتاویٰ اور دیگر تحریروں کو بھی منظر عام پر لانے کی سعی کی جائے، تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی اگر کچھ متروک ہے تو اسے بھی چھپایا نہیں

مجھ پایا جائے۔

اب ہم ذیل میں موصوف سے متعلق کچھ یادداشتیں حوالوں کی روشنی میں سپرد قریاس کرتے ہیں۔

شہزادہ مفتی اعظم کانپور حضرت مولانا مفتی الشاہ محمد محمود احمد صاحب رفاقتی اپنی کتاب تذکرہ علمائے اہل سنت میں حضرت محسن ملت کے گوشہ حیات کو اس طرح اُجاگر کرتے ہیں۔

”حضرت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کا وطن پر تات گڑھ ہے آپ وہیں پیدا ہوئے۔ مدرسہ منظر اسلام بریلی کے اساتذہ مولانا نورالحسین رامپوری، مولانا رحم الہی منگوری سے درسیات پڑھ کر ۱۳۴۰ھ میں سند تکمیل حاصل کی۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا قدس سرہ سے دور طالب علمی میں مرید ہو گئے۔ فراغت کے بعد تجارت کو مشغلہ بنایا، کمبل کے کاروبار کے سلسلے میں ۱۹۲۱ء میں رائے پور گئے، گاؤں گاؤں پھر کر تجارت کے ساتھ تبلیغی فریضہ بھی انجام دینے لگے۔ اسی سنہ میں بغاوت کے جرم میں گرفتار کر لیے گئے، دو سال بعد رہائی پائی۔ رائے پور میں تعلیم کے فروغ اور اشاعت مذہب اہل سنت کے لیے کرایہ کے مکان میں مسلم یتیم خانہ قائم کیا۔ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے ممبر تھے، نہرو، شاستری کے ساتھ جیل میں رہے، سیاسی بصیرت بہت بہتر تھی۔ بیعت بھی لیتے تھے۔ ۲۶/ محرم الحرام ۱۳۸۸ھ کی صبح کو چار بجے وفات ہوئی۔

(تذکرہ علمائے اہل سنت ص ۸۵، مطبوعہ کانپور)

دوسرے راوی کا کہنا ہے کہ آپ کی ولادت الہ آباد کے ایک چھوٹے سے گاؤں چندھا میں ۱۸۸۹ء میں ہوئی۔ آپ کا خاندانی رشتہ شیخ الاسلام بابا فرالدین گنج شکر رحمۃ

اللہ علیہ سے بتایا جاتا ہے۔ اسی لئے آپ حضرات اپنے کو فاروقی لکھتے ہیں کیونکہ حضرت شکر گنج فاروقی نسبت کے حامل تھے۔ (حضرت محسن ملت ایک تعارف ص ۸۶)

آپ نے ابتدائی تعلیم فرنگی محل میں حاصل کی پھر وہاں سے بریلی شریف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے زیر سایہ منظر اسلام کے اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ حضور؟ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان اور سرکار مفتی اعظم مصطفیٰ رضا نوری بریلوی علیہ الرحمہ کے الطاف خسروانہ کے بھی مورد بنے۔

حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے حسب حکم آپ سب سے پہلے اکثر اضلاع بلاسپا تشریف لے گئے، پھر وہاں سے رائے پور منتقل ہو گئے، اس دوران مسلم لیگ کے آب جلسے میں بھی شرکت کی، جس میں انگریزوں کے خلاف نہایت جوشیلی تقریر کی جس۔ پور علاقہ آتش بغاوت سے سلگنے لگا، جس کے نتیجے میں آپ کو ۱۲/ جون ۱۹۲۲ء کو دہلی ۱۳۴۲ء کے تحت جیل میں قید ہونا پڑا۔ آپ اصلاً داعی حق تھے اور اعلان حق آپ شیوہ تھا، جیل کی کوٹھری میں بھی آپ نے تبلیغ حق کا مشغلہ جاری رکھا جس کی وجہ۔ سیکڑوں غیر مسلموں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا جس میں کئی انگریز بھی شامل تھے۔

جس وقت آپ جیل میں تھے، آپ سے معافی مانگ کر چھٹکارا حاصل کر لینے۔ لئے کہا گیا تو آپ نے معافی مانگنا گوارا نہ کیا اور بدستور اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ آپ جیل میں بھی اذان کہلاتے اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے، جس کے۔ بہتر اثرات مرتب ہوئے کہ کتنے بے نمازی نمازی بن گئے اور کتنے کافر ایمان لے آئے۔ ۱۲/ فروری ۱۹۲۳ء کو جیل سے جب چھوٹے تو ہر طرف ایک افراتفری کا ماحول



تھا، کٹر ہندوؤں کی طرف سے شدھی تحریک چل پڑی تھی بہت سے مسلمان جو دین و شریعت سے بالکل بیگانہ اور نام کے مسلمان تھے وہ زور دباؤ میں آکر کچھ پیسے کی لالچ میں پڑ کر ہندو مذہب اختیار کرتے جا رہے تھے اس صورت حال نے آپ کو سراپا اضطراب بنادیا چنانچہ آپ نے جان کی بازی لگا کر مسلمانوں کو اس بلا سے نجات دلائی جگہ جگہ مسلمانوں کو ایمان کی پختگی کا درس دیا۔ جو پھر چکے تھے انہیں دوبارہ اسلام کی عظمت سے روشناس کیا اور اسلام میں واپس لائے۔ اس وقت آپ نے اپنے کانگریس لیڈروں کا بھی کچھ پاس و لحاظ نہ کیا بلکہ ڈٹ کر دشمنان اسلام کا مقابلہ کیا۔ جب کہ ماضی میں بہت سے کانگریس نیتا مولوی ایسے بھی تھے جو مسٹر گاندھی کو جامع مسجد دہلی کے منبر پر بیٹھا کر تقریریں کرا رہے تھے اور گاندھی مسلمانوں کی خلافت کمیٹی کی حمایت کر کے مسلمانوں کو تھکیاں دے رہے تھے دوسری طرف کٹر پن্থی ہندو مسلمانوں کو مرتد بنا رہے تھے۔

۱۹۴۷ء کے ہنگامہ آزادی و تقسیم ہند کے پر آشوب دور میں آپ نے ملک چھوڑ کر بھاگنے والوں کو روکا اور جھوٹی ہجرت کا پردہ چاک کرتے ہوئے مسلمانان ہند کو پامردی و ثبات قدمی کا درس دیا چنانچہ اس کا ایسا اثر ہوا کہ آپ کے علاقے سے بہت کم مسلمان وطن چھوڑ کر کہیں جاسکے۔

اس سلسلے میں آپ نے بڑے مجاہدانہ کارنامے انجام دیے۔ آپ نے نہ صرف انہیں لکرا کر، بھاگتے ہوؤں کو بلایا بلکہ اس کے لیے احباب کی متعدد ٹولیاں بنائیں جن میں ایک ٹولی ریلوے اسٹیشن پر، دوسری بس اسٹینڈ پر مسلمانوں کی نگرانی کرتی انہیں بھاگنے سے روکتی وہیں آپ خود ایک گروہ کے ساتھ مسلمانوں کے گھروں میں جا کر انہیں

سمجھاتے اور یہیں مرنے جینے کا عہد لیتے۔ آپ کی اس ہمت مردانہ سے چھتیس گڑھ کا علاقہ برباد ہونے سے بچ گیا۔

حضرت محسن ملت کے رفیق دیرینہ قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ محسن ملت کی حیات و خدمات اور ان کی دینی جذبات سے آگاہ کرتے ہوئے نہایت حقیقت افروز رشحات سپرد قریاس کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ ”چھتیس گڑھ کے اس علاقے میں علمی اور دینی شعور برپا کرنے کے لئے (محسن ملت کو) بڑے سنگین مراحل سے گزرنا پڑا، سالہا سالہا کی قربانیوں اور پرسوز جدوجہد کے بعد اس علاقے میں دین و سنیت کی بہار آئی۔ مولانا نے سب سے پہلے مدرسہ اصلاح المسلمین دار الیتامی کے نام سے رائے پور میں ایک رہائشی قسم کا دینی تعلیمی ادارہ قائم کیا اور اس پاس کے اضلاع اور قرب و جوار کے یتیم و نادار بچوں کو خورد و نوش کی کفالت کے ساتھ اپنے مدرسہ میں داخل کیا اور جب مولویوں اور حافظوں کی ایک فوج تیار ہوئی تو انہوں نے امام کی حیثیت سے اپنے علاقے کی مسجدوں کو سنبھال لیا، آج چھتیس گڑھ میں مسلک اہل سنت کا جو فروغ آپ دیکھ رہے ہیں اس کی سرخی میں مولانا کے خون جگر کا بہت بڑا حصہ ہے۔ علاقے کی بنجر زمینوں میں جب تک فصلیں اگتی رہیں گی اور دانہ چننے والے چنتے رہیں گے اسے مولانا ہی کا مفتوحہ علاقہ کہا جاتا رہیگا۔ مولانا کی اس قرار واقعی پر پردہ ڈالنا اور اس کے تذکرہ سے زبانیں بند رکھنا بہت بڑی ناشکری اور احسان فراموشی ہوگی۔

مولانا کی روح میں عشق و عقیدت کی چنگاری ہمیشہ دہکتی رہتی تھی جس کی حرارت سے میں نے بہت سے پتھروں کو پگھلتے دیکھا ہے۔ طبیعت میں سوز و گداز کی استعداد پہلے ہی سے موجود تھی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے فیضان صحبت نے مولانا کو کیف و مستی کے ایک عالم خود فراموش میں پہنچا دیا، وہ سرکار غوث الوری کے ساتھ جیسی والہانہ

اور خدا کا رانہ عقیدت رکھتے تھے بہت کم لوگوں کو ایسی سرفرازی نصیب ہوئی ہوگی۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ان کے اندر قادری نسبت کا رنگ امین خزانہ قادریت اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے فیضان صحبت سے پیدا ہوا تھا۔ اعلیٰ حضرت کے فیضان صحبت کا ہی یہ اثر تھا کہ اعراس کی محافل میں ناخواندہ عوام کی مداخلت سے جو منکرات شامل ہو گئے ہیں، مولانا نہایت شد و مد کے ساتھ ان کی مخالفت کرتے تھے، ایک بار رائے پور میں عوام نے کسی بزرگ کے مزار پر عورتوں کی قوالی کا پروگرام بنالیا اور اس کو اپنے وقار کا سوال بھی بنالیا، مولانا بھی سر سے کفن باندھ کر کھڑے ہو گئے، اتفاق سے انہیں ایام میں مجھے ممبئی کا ایک سفر پیش آیا۔ میں نے مولانا کو اپنے اس پروگرام سے مطلع کرایا تھا، رائے پور اسٹیشن پر جب میری ٹرین پہنچی تو مولانا پلیٹ فارم پر انتظار میں کھڑے تھے، مجھے دیکھتے ہی باغ باغ ہو گئے، مولانا نے عورت کی قوالی کے سلسلے میں مجھے یہاں کا سارا حال سنایا آخر میں فرمایا کہ، منتظمین بھی بضد ہیں کہ وہ مزار شریف پر یہ پروگرام کر کے رہیں گے اور میں نے بھی تہیہ کر لیا کہ شریعت کے ناموس کے تحفظ اور عرس کو تقدس کے برقرار رکھنے کے لیے مجھے اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑے تو میں قدم پیچھے نہیں ہٹاؤں گا، دم رخصت انہوں نے بھرائی آواز میں مجھے وصیت کی کہ مقدر کی ارجمندی سے اگر میرا جذبہ سرفروشی اپنی مراد کو پہنچ گیا تو تم میرے مدرسہ کا خیال رکھنا اور میرے یتیم بچوں کی خبر گیری کرتے رہنا۔ مولانا کے اس رقت انگیز جملے سے میری آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے، میں نے انہیں تسلی دی کہ آپ کا جذبہ عشق و اخلاص سلامت رہے، ابھی وقت نہیں آیا ہے کہ رائے پور کے غیور مسلمان آپ کو دار کی طرف بڑھنے کے لیے چھوڑ دیں گے، رہ گیا وہ کام جو آپ نے مجھے سونپا ہے وہ آپ کے مرنے ہی پر موقوف نہیں ہے، آپ کی زندگی میں بھی میں آپ کی یہ وصیت یاد رکھوں گا۔ ممبئی کی

واپسی میں پھر حضرت ٹرین پر تشریف لائے اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ، حضور غوث پاک اور خواجہ غریب نواز کے صدقے میں خدا نے قبول حق کے لیے منتظمین کا سینہ کھول دیا۔ (محسن ملت ایک تعارف ص ۲)

قائد اہل سنت علیہ الرحمہ نے محسن ملت علیہ الرحمہ کے تعلق سے جن گرانقدر تاثرات کا اظہار فرمایا ہے اس سے یہ بات اظہار من الشمس ہو جاتی ہے کہ رائے پور اور چھتیس گڑھ کی سر زمین میں دین و سنیت کی جو بہار آئی ہے وہ سب دین ہے حضرت محسن ملت کی، انہوں نے اپنے خون جگر سے اس خطے کو نہ سنبھا ہوتا تو سنیت کا یہ چمن لہلہاتا ہوا نظر نہیں آتا۔ ضرورت ہے کہ اس چمن کی اسی طرح آبیاری کی جاتی رہے جس طرح محسن ملت نے کی تھی، ان کے چھوڑے ہوئے علاقوں پر نظر رکھی جائے، ان کی سنیت کا جائزہ لیا جاتا رہے اور ان کی علمی یادگار مدرسہ اصلاح المسلمین کو مزید ترقی دی جائے تاکہ یہ پورے صوبے کا مرکزی ادارہ بن جائے، اور فضیلت تک کی تعلیم کا معقول بندوبست ہو۔ آج افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ پورے چھتیس گڑھ میں منتہی کتابوں کی کوئی قابل ذکر درس گاہ دیکھنے میں نہیں آرہی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ پورا خطہ مسلکی پختگی میں آگے ہوتے ہوئے بھی علم و ادب کے میدان میں پسماندگی کا شکار ہے۔ کاش میری یہ آواز وہاں کے اہل علم کے کانوں سے ٹکرائے اور اہل ثروت حضرات کو بھی بیدار کرے تو کامیابی کی سحر ہونے میں دیر نہیں لگے گی۔

## محسن ملت اپنے مجاہدانہ کردار کے آئینے میں

حضرت مولانا ڈاکٹر سید شمیم احمد صاحب گوہر، سجادہ نشین خانقاہ حلیمیہ الہ آباد

اپنی درسگاہوں میں بیٹھ کر ہمارے علمائے کرام حدیث وفقہ کے دریا بہا رہے ہوں یا خانقاہوں میں بیٹھ کر عبادت گزار بندے علم لدنی کے چراغ جلا رہے ہوں، مقررین کرام اپنی شعلہ بیانی کے ذریعہ حق و باطل کے درمیان خط امتیاز کھینچ رہے ہوں یا اصحاب قلم تصانیف و تالیف کے ذریعہ علم و ادب کے خزانے لٹا رہے ہوں، مفتیان عظام پیچیدہ مسائل کے ایمان افروز جوابات دیکر قوم کی اصلاح فرما رہے ہوں یا شعرائے اسلام اپنے مخصوص رنگ سخن کے سہارے عشق رسالت کی دھڑکنیں تیز کر رہے ہوں، مدیران محترم اپنے دینی رسائل کی اشاعت سے دور دراز علاقوں میں آوازِ حق پہونچا رہے ہوں یا ائمہ مساجد لاکھوں کروڑوں مسجدوں میں نمازیں پڑھانے کا فریضہ انجام دے رہے ہوں غرض کہ خدماتی شعبہ جات کی کمی نہیں۔ زندگی کا لمحہ لمحہ خیر و خوبی کا محتاج ہے۔ اب جس کے حصے میں جو بھی توفیق الہی آتی ہے جس کا جو بھی میلان و رجحان ہوتا ہے اسی کے مطابق فرائض نبھانے کی کوشش کرتا ہے۔ مشاہدات و تجربات بتاتے ہیں کہ خانقاہوں اور درسگاہوں سے باہر بھی بے شمار ذمہ داریاں اور اخلاقی تقاضے آواز دیتے

رہتے ہیں۔ لاکھوں کروڑوں پریشان حال اور دکھیا رہے اپنے سچے محسن و غم گسار کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں مگر ایسے دکھیاروں کے جذبات و مسائل پر اپنا خون پسینہ وہی صاحب کردار اور مرد مومن نچھا کر سکتا ہے جو تعلیمات اسلامیہ سے وابستہ ہو، جس کا سینہ خشیت الہی اور عشق رسالت مآب سے معمور ہو، جسکے پاس تقویٰ و طہارت کی دولت ہو اور جو ایثار و قربانی کی سچی لذتوں سے آشنا ہو۔ چنانچہ ان تمام نعمتوں، برکتوں اور لذتوں سے آشنائی رکھنے والوں اور کثیر اوصاف و محاسن کے افق پر چھا جانے والوں میں محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ چاند، تاروں کی طرح چمکتی اور خیر و برکت کی چاندنی میں نہائی ہوئی آپ کی روحانی شخصیت اگر ایک طرف علم و ادب، حسن اخلاق اور جذب سلوک کی تبلیغ میں مصروف رہی تو دوسری طرف مجاہدانہ جسارت و حرارت اور غازیانہ کردار و عمل کے پُر خارا ستون پر گامزن رہی۔ زندگی کے تمام اوصاف و محاسن اور تمام نقل و حرکت کا تجزیہ کرنے پر کوئی بھی اندازہ لگا سکتا ہے کہ حضرت محسن ملت نے کانٹوں کے سیج کے سامنے فرش بلور کی کوئی حیثیت نہ جانی۔ میدانِ عمل کے سامنے اوقاتِ راحت کو کبھی فوقیت نہ دی، تپتے ہوئے ریگزاروں کے سامنے درختِ سایہ دار کی طرف مڑ کر نہیں دیکھا۔ مجاہدانہ زندگی کا یہی اصل وقار ہے اور یہی چیز ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ اور آپ کے سچے غلاموں کی زندگیاں مجاہدات و مغازیات سے معمور و منور رہی۔ یہ ہمت و جسارت، صبر و استقلال اور وجاہت و فہمی سَبَّیْلِ اللہ ہی کی برکت و عظمت تھی کہ امام عالی مقام نے میدانِ کربلا میں اپنے ایمان و یقین کا امتحان دے کر آج ساری دنیا میں اسلام کا پرچم بلند کر دیا۔ جن کے پاس ہمت ہے، حوصلہ ہے، جوش و ولولہ ہے وہ آج بھی اس راہ پر چلنے کو بیتاب رہتے ہیں۔ حضرت محسن ملت کی ساری زندگی مجاہدات و مشکلات کی تمنائی رہی انہوں نے

قدم قدم پر مصائب کا خیر مقدم کیا اور ہر گام پر تحفظ نانوس رسالت مآب کیلئے خطرات کا استقبال کیا۔ کوئی بھی رہزور ہو، کوئی بھی موسم ہو یا کوئی بھی موقع ہو اپنی جبین جسارت پر کبھی شکن نہ آنے دی۔ محسن ملت کا روحانی کردار چیخ چیخ کر کہتا ہے کہ موقع شناسی، جاہ طلبی اور خود غرضی کی بنیاد پر جہد خیر کی منزلیں طے نہیں ہوتیں اور نہ ہی ابن الوقتی کی چال چلنے والے مجاہد کہلانے کی سچی سند پاسکتے ہیں۔ مجاہد ہمیشہ حق و صداقت کی بات کرتا ہے دنیا داری کی نہیں۔ مجاہد ہمیشہ خالی دامن رہتا ہے مال و زر کے لئے جھولی نہیں پھیلاتا۔

محسن ملت علیہ الرحمہ بلاشبہ بیسویں صدی کے انہیں مجاہدین میں سے ایک تھے جن کا جسم جوش مارتے ہوئے لہو اور ریگتے ہوئے گرم پسینوں سے آشنا تھا جن کی ایڑیاں خار مغیلاں سے آشنا تھیں اور جن کا سینہ میدان کارزار میں دوڑتے ہوئے اسپ تازی کے بھانپ کے مانند گرم تھا اسی سرگرمی عمل کی بنیاد پر آپ آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے جنرل سکریٹری منتخب ہوئے اسی متحدہ محاذ کی جانب سے ۱۹۶۰ء میں دہلی کے ایک عظیم الشان اجلاس میں آپ نے تحفظ مسلم اوقاف کے موضوع پر اتنی جامع اور جوشیلی تقریر فرمائی کہ دہلی کے سارے سیاسی دجگوں کے دل دہل گئے اور غاصبانہ جہتوں کی دنیا کانپ کر رہ گئی۔ چھتیس گڑھ جیسے پس ماندہ اور بے تہذیب علاقوں کو آپ نے اپنی علمی سرگرمیوں، خطابت و وعظ اور حسن سلوک سے آباد کیا اور عرفان و آگہی کے سیکڑوں چراغ روشن کئے۔ جن کے اوصاف و کارکردگی کو اہل چھتیس گڑھ کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ خدماتی سفر کو آگے بڑھاتے ہوئے آپ نے رائے پور میں ”مدرسہ اصلاح المسلمین و دارالیتامی“ کی شاندار بنیاد رکھی اور درس و تدریس کی شمع روشن کرتے ہوئے تشنگان علم کی پیاس بجھانے کا بندوبست کیا گویا جہد مسلسل کا سلسلہ ہر لمحہ، ہر پل جاری رہا۔ رائے

پور میں مسلم لیگ کی جانب سے ہونے والے جلسہ میں آپ نے فرنگی فرماں رواؤں کی بد اعمالیوں کے خلاف ایسی بیباک تقریر فرمائی کہ ارکان بالا برداشت نہ کر پائے اور آپ کو جیل بھیج دیا گیا۔ بیباک و بے خوف مجاہد کسی بھی محاذ سے ٹکرانے کے لئے ہر دم اپنی ہمت کو جوان رکھتے ہیں اپنے حوصلوں کو چمکاتے رہتے ہیں۔ جیل کی کالی کوٹھری میں بھی آپ نے جسارت و عزم کے آئینے پر بال نہ آنے دیا۔ دارورسن اور اپنی زنجیروں کی قربت کے باوجود نہ صرف اپنے حوصلوں کی روشنی سے جیل کی کال کوٹھری کو چمکایا بلکہ اپنے تبلیغی فرائض اور عشق رسالت کی دعوتوں سے نہ جانے کتنے کافروں کے دلوں کو نور اسلام سے آباد کر دیا۔ سبحان اللہ! اتنی مشکل گھڑی کے باوجود اپنے فرائض کو سامنے رکھے رہنا اور اپنے ایمان افروز تقاضوں کو چمکاتے رہنا آسان کام نہیں۔ یہ ایک سچے اور پکے مرد مؤمن ہی ہونے کی علامت ہے جو ہر مقام پر اپنے جذبات کو تقویت پہنچاتا رہتا ہے۔ انہیں طوفانی جذبات کو دیکھتے ہوئے فرنگی حکومت کے ناپاک گرگے یہ اعلان کرنے پر مجبور ہوئے کہ اگر یہ قیدی حکومت سے معافی مانگ لے تو رہائی ہو سکتی ہے۔ یہ اعلان سن کر مرد مجاہد کا تیور اور بھی سنگین ہوا اور جذبات کی فراوانی اپنی زبان حال سے کہنے لگی کہ معافی میں مانگوں جسے خدا کی کبریائی بولنے پر قید کیا گیا، معافی میں مانگو جو دارورسن کے سایہ میں عظمت و عشق رسالت کے چراغ جلانے کا حوصلہ رکھتا ہے، معافی میں مانگوں جس کے ضمیر و ضمیر کی توہین کرتے ہوئے کال کوٹھری میں ڈال دیا گیا ہو۔ نادم و شرمندہ تو انہیں ہونا چاہیئے جو سرزمین خواجہ کے غاصب، انصاف سے محروم اور اسلام کے دشمن ہیں۔

خاطر میں کون لاتا ہے دارورسن کو یار  
شاداب اپنے خوں سے کریں گے چمن کو گوہر

میں ہوئی۔ اس تقریب سعید کے موقع پر یہ راقم خاکسار بھی شریک تھا۔ ان دونوں حضرات علیہما الرحمہ کے تعلقات و ارتباط کا وہ زمانہ تھا جب اس راقم خاکسار کی عمر بہت مختصر تھی حصول علم کے لئے اکثر الہ آباد سے باہر ہی رہنا ہوتا تھا اس لئے مجھے تعلقات کے مناظر کو دیکھنے سمجھنے کا کوئی موقع نہ مل سکا۔ جناب مولانا اکبر علی فاروقی نے اپنی وراثت یابی کا حق ادا کر کے رکھ دیا اور رائے پور میں محسن ملت کے نام سے ”محسن ملت یونانی میڈیکل کالج“ قائم کر کے عظیم کارنامہ انجام دیا اور وقت کی اہم ترین ضرورت کو پورا کیا۔ اتنے عظیم حوصلے کی پرورش کرنا سب کے مقدر کی چیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کے صدقے مولانا کو ہمت و سلامتی کے ساتھ شاد و آباد رکھے اور دین متین کی زیادہ سے زیادہ خدمات انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

## محسن ملت اور ان کی قائدانہ بصیرت

حضرت مولانا مفتی نذیر القادری صاحب مصباحی  
استاذ دارالعلوم قادریہ پوریہ، سون بھدر

محسن ملت حضرت علامہ شاہ حامد علی فاورقی علیہ الرحمہ کا شمار دین و ملت کے ان مجاہدوں میں ہوتا ہے جنہوں نے ملت اسلامیہ کی آبیاری کے لئے اپنی رگ حیات کا ایک قطرہ نچوڑ کر رکھ دیا تھا۔

حضرت محسن ملت وہ پہلے مرد مجاہد ہیں جنہوں نے علاقہ چھتیس گڑھ میں کفر و شرک اور انگریزی جبر و تشدد کی شدید آندھیوں کے زد پر عشق و ایمان اور قوم و ملت کے تحفظ کا پہلا چراغ روشن کیا۔ جو الحمد للہ آج تک روشن ہے اور انشاء اللہ قیامت تک روشن رہے گا۔

تاہم اس سچائی سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ محسن ملت اپنی گرانقدر دینی و ملی جذبات کی بدولت دنیائے قمر طاس و قلم کی جانب سے جس اعزاز اور خراج تحسین کے مستحق تھے وہ آج تک ان کی خدمت میں پیش نہیں کئے جاسکے۔۔۔ ان کی دینی، مذہبی اور سیاسی خدمات کے ہزاروں نقوش ایسے ہیں جو اب تک پردہ ذہن سے صفحہ قمر طاس پر منتقل ہونے کے لئے راہ دیکھ رہے ہیں۔ ۱۵ سال تک آپ کے رفیق کار رہے رئیس القلم حضرت

علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کو اس بات کا بے حد افسوس تھا وہ لکھتے ہیں:

”ہمیں نہایت قلق ہے کہ مولانا (محسن ملت) جیسی ہمہ گیر شخصیت پر جس نے نصف صدی تک ہندوستان کے قلب صوبہ متوسطہ میں بیٹھ کر اسلام و سنیت کی جو جوت جگائی اس پر ہمارے کسی صاحب قلم نے اب تک کچھ نہیں لکھا“

مجھ کو پلکوں پہ بٹھالیتے یہ زمانے والے  
میرے معیار کو دنیا نے جو سمجھا ہوتا

حضرت محسن ملت نے بریلی شریف میں تکمیل تعلیم اور بارگاہ اعلیٰ حضرت سے سند اجازت و خلافت سے سرفراز فرمائے جانے کے بعد جس وقت مدھیہ بھارت کا رخ کیا وہ وقت انگریزی حکومت کے جبر و تشدد کے شباب کا دور تھا۔ آپ نے پہلا قیام ضلع بلاسپور کے قصبہ اکثر امیں فرمایا اور کسب حلال کے طور پر تجارت کا مشغلہ اپنایا۔ اور اس طرح کمبل کے کاروبار کے سلسلے میں ۱۹۲۱ء میں رائے پور کی سرزمین پر قدم رنجہ فرمایا۔ دنیوی تجارت کے ساتھ ساتھ تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کی اخروی تجارت کو آپ نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا۔ آپ گاؤں گاؤں گھومتے اور قوم کی حالت کا مشاہدہ فرماتے تو دل خون کے آنسو روتا اور آپ اپنی قوم کو انگریزی جبر و تشدد سے نجات دلانے کو بیقرار ہو جاتے۔ اسی دوران رائے پور میں مسلم لیگ کا ایک بہت بڑا اجلاس منعقد ہوا جس میں ایک گونہ اختلاف کے باوجود علاقائی حالات کے پیش نظر آپ نے شرکت کی اور انگریزوں کی مخالفت میں ایسی جوشیلی تقریر کی کہ پورا علاقہ آتش بغاوت میں سلگنے لگا جس کے نتیجے میں آپ کو ۱۹۲۲ء میں دفعہ ۱۴۴/اے کے تحت جیل بھی جانا پڑا مگر قید و بند کی صعوبتوں نے آپ کے عزم و ارادے میں ذرہ برابر تزلزل پیدا نہیں کیا

بلکہ آپ کے جذبہ جہاد کو اور بھی برا بیگنہ کر دیا۔

کہیں پھونکوں سے بجھتی ہے بجلی نورِ ایماں کی  
ہوا رو کے تو کشتی تیز چلتی ہے مسلمان کی

اور یہیں سے آپ کی سیاسی زندگی کا آغاز ہوتا ہے جس کا سلسلہ آخری دم تک جاری رہا۔ آپ کی مذہبی سرگرمیاں آپ کے سیاسی کارناموں پر غالب آئیں ورنہ آج جنگ کی آزادی تاریخ میں ”محسن ملت اور آزادی وطن کیلئے ان کی قربانیوں“ کے نام سے ایک الگ باب ہوتا۔

چنانچہ آپ کے سیاسی کارناموں پر تبصرہ کرتے ہوئے رئیس القلم حضرت علامہ مولانا ارشد القادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں ”افسوس کہ مولانا (محسن ملت) کی سیاسی زندگی کا بڑا حصہ ان کی مذہبی سرگرمیوں کے انبار میں دب کر رہ گیا ورنہ مولانا محمد علی جوہر کے دوش بدوش رہے خلافت کمیٹی کے زمانے میں ملک کی آزادی کے لئے اپنی قربانیوں اور جیل کی زندگی کے جو واقعات وہ ہمیں سنایا کرتے تھے اگر وہ قلم بند ہو گئے ہوتے تو جنگِ آزادی کی اہم کڑی ہمارے ہاتھوں سے ضائع نہ ہوتی۔ (محسن ملت ص ۲۴)

ایک اور مقام پر آپ کی سیاسی قیادت اور ماہرانہ سیاست میں آپ کی انفرادیت کا نقشہ کچھ اس طرح کھینچتے ہیں

”حضرت محسن ملت کی زندگی کا مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پہ پہنچا ہوں کہ مولانا گونا گوں محاسن و کمالات کے جامعیت کے اعتبار سے حیرت انگیز شخصیت کے مالک تھے۔ تدبر اور سیاسی قیادت میں ہمارے ساتھیوں کے اندران کا کوئی جواب نہیں تھا۔“



آپ کی سیاسی زندگی کا ایک اہم باب ہے ”آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ“ اس کے زیر اہتمام ملک کے گوشے گوشے میں بڑی بڑی کانفرنسوں کا انعقاد ہوا۔ حضرت محسن ملت اس تنظیم کے تاعمر جنرل سکریٹری رہے۔ مجاہد دوراں حضرت علامہ سید مظفر حسین کچھوچھوی صاحب علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ

”ممبئی، گجرات، راجستھان، دہلی، اتر پردیش اور بہار وغیرہ میں دنیائے سنیت کی بڑی کانفرنسوں کے قیادت آپ نے کی اور ایک عرصے تک ”آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ“ کے جنرل سکریٹری رہے۔ آپ ہی کی قیادت میں سب سے پہلے ۱۹۶۱ء میں دہلی کے لال قلعہ کے میدان میں ایک آل انڈیائی اوقاف کانفرنس ہوئی تھی جس میں دہلی کی تمام مساجد و مقابر اور مزارات مقدسہ کے غیروں کے ہاتھوں سے نکالنے اور واگذار کرنے کا مطالبہ تھا اس کانفرنس کے بعد محسن ملت کی قیادت میں اہل سنت کا ایک وفد پنڈت نہرو سے ملا اور بہت سی مسجدیں و قبرستان چند دنوں میں واگذار کرا لئے گئے۔

اس تنظیم کی اہمیت کا اندازہ حضرت علامہ ارشد القادری کے اس بیان سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس تنظیم کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اس وقت اہل سنت کے دل و دماغ اس کے پرچم کے نیچے جمع ہو گئے تھے۔

مسلم متحدہ محاذ تو ان کے دائرہ کار کا مرکز تھا اس کے علاوہ دیگر تنظیمیں بھی آپ کی سیاسی قیادت سے مستفید ہوتے رہتی تھیں۔ مولانا ظہیر الدین ایڈیٹر ماہنامہ استقامت کے بقول سنی جمیعۃ العلماء کی تاسیس اور قانون سازی میں آپ کا بڑا کردار تھا اور کسی ادارے یا تنظیم کی دستور سازی کوئی آسان کام نہیں ہے اسکے لئے قانون کی نزاکتوں پر گہری

گرفت رکھنا بہت ضروری ہے اس باب میں بھی آپ کی انفرادیت کا اندازہ علامہ ارشد القادری کے ایک پیرا گراف سے لگایا جاسکتا ہے ”سیاسی بصیرت کے علاوہ قانون کی نزاکتوں پر بھی محسن ملت بہت گہری نظر رکھتے تھے عموماً تجاویز کا مسودہ میں ہی تیار کرتا تھا جب مولانا تجویز کی عبارتوں میں ترمیم کرتے اور مسکراتے ہوئے اس کے وجوہات بیان کرتے تو ہمیں ایسا محسوس ہوتا کہ ہم اچانک اندھیرے سے اجالے میں آگئے ہیں۔

ایک کامیاب سیاسی قائد کی بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنا ایک الگ مذہبی و سماجی نقطہ نظر رکھنے کے باوجود وسعت اخلاق اور حسن سلوک کا ایسا دھنی ہو کہ ہر قوم اور ہر مذہب کے لوگ اسے اپنا ہمدرد اور مسیحا تصور کریں۔ حضرت محسن ملت کو قدرت نے یہ وصف بھی بڑی فیاضی کے ساتھ عطا فرمایا تھا حضرت علامہ ارشد القادری فرماتے ہیں ”مولانا (محسن ملت) نے کبھی اور کسی حال میں بھی کسی ضرورت مند کو مایوس نہیں ہونے دیا وہ ہر شخص کے زخموں پر تسکین کا مرہم رکھتے تھے اور ہر شخص کے کام آتے تھے۔“ (ایضاً ۲۸)

آپ کے شب و روز کا نہایت قریب سے مشاہدہ کرنے والے حضرت علامہ شاہ وجود القادری نائب صدر آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے مطابق ان کا سیاسی حلیہ کچھ یوں تھا:

”مزاج سادہ و درویشانہ، نفرت و تعصب سے پاک، امیروں غریبوں، ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک ہی طور پر مقبول تھے۔“ (ایضاً ۵۸)

لطف کی بات یہ ہے کہ آپ نے اپنی اس سیاسی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کو بچانے کے لئے کبھی بھی مداخلت سے کام نہ لیا اور نہ ہی اپنے سیاسی نصب العین سے کبھی الگ

ہوئے۔

خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ ان کی بے داغ سیاسی زندگی کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں

”انہوں نے سیاست کو چھوا اور سونگھا، اس میں ڈوبے نہیں، ہر کہ درکان نمک رفت نمک شد“ کی مثال نہ تھے بس اس قدر اس سے متعلق رہے جو آڑے وقت میں مسلمانوں کے کام آ سکے۔ (ایضاً ۳۲)

یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے مسائل کے تعلق سے مدھیہ پردیش کی حکومت اور مسلمانوں کے درمیان آپ کی ذات ”برزخ“ کا درجہ رکھتی تھی۔ حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

”مسلمانوں کے مسائل میں مدھیہ پردیش کی حکومت بھی مولانا کی اہمیت محسوس کرتی تھی شہر اور علاقے کے مسلمان بھی اپنے چھوٹے بڑے مسائل میں مولانا (محسن ملت) کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ (ایضاً ۲۸)

حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

”سابق وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو آپ پر بہت اعتماد کرتے تھے اور سیاسی جلسوں میں نہرو جی کے ساتھ مولانا خطاب فرماتے اور بے دھڑک بڑی بے باکی کے ساتھ مسلم مسائل کو پیش فرماتے۔ (ایضاً ص ۳۲)

خاص بات یہ ہے کہ حضرت محسن ملت نے جب بھی حکومت کے سامنے مسلمانوں کے تعلق سے کسی مسئلہ کو اٹھایا تو آج کل کے نام نہاد مسلم لیڈران کے بھیک مانگنے کی طرح نہیں بلکہ ایک شیر دل مجاہد کی طرح دھاڑتے ہوئے پوری غیرت اور خودداری

کے ساتھ اپنے حق کا مطالبہ کیا اور جہاں کہیں حکومت نے اس بارے میں ذرہ برابر جانب داری دکھائی تو پھر ”جلال فاروقی“ کا تیور دیکھنے کے قابل ہو گیا۔ حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے بیان کے مطابق ۱۹۶۰ء میں جب ”آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ“ کے زیر سایہ کل ہند سنی اوقاف کانفرنس پر یڈ گراؤنڈ دہلی میں منعقد ہوئی اور محاذ کے ارکان ایک وفد کی شکل میں اس وقت کے وزیراعظم جواہر لال نہرو سے ملے اور انہیں بتایا کہ ملک میں اہل سنت کی تعداد نوے فیصد سے بھی زیادہ ہے اس کے باوجود آپ نے جمیعۃ العلماء کو سنی اوقاف کا مالک بنا دیا جسے وہ اپنی مرضی کے مطابق خرد برد کرتے رہتے ہیں۔ دوران گفتگو نہرو جی نے کہا کہ تقسیم ہند کے وقت سارے لوگ مسلم لیگ کے ساتھ ہو گئے تھے مگر جمیعۃ العلماء ہمارے ساتھ تھی آج اپنی حکومت میں ہم اسے کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں۔ نہرو جی کا اتنا کہنا تھا حضرت محسن ملت نے تیور بدلا اور وقت کے وزیراعظم کو لاکارتے ہوئے فرمایا:

”نہرو جی اگر آپ کو انکا اتنا ہی خیال ہے تو آپ کیوں نہیں اپنے مکان کے کسی کونے میں ان کے لئے کوئی آفس کھولوا کر انہیں رکھ لیتے مسلمانوں کے وقفہ جابدا کو اس طرح برباد نہ کیجئے ورنہ اسکا انجام اچھا نہیں ہوگا۔“ (ص ۱۰۴)

حضرت محسن ملت کی یہ لاکار پورے طور پر نتیجہ خیز ثابت ہوئی اور نہرو جی کو حضرت محسن ملت کے دلائل کو تسلیم کر کے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنی پڑی۔

نہرو جی یوں بھی آپ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے اور شروع ہی سے بھرپور اعتماد رکھتے تھے۔ آزادی کے بعد نہرو جی جب پھولپور الہ آباد سے پہلا الیکشن لڑ رہے تھے تو الیکشن کا سارا چارج انہوں نے آپ کے ہاتھوں میں دے رکھا تھا جسے آپ نے بڑی

خوبی سے نبھایا اور جب الیکشن جیت گئے تو اس صلی میں پنڈت جی نے راجیہ سبھا کی کرسی آپ کو پیش کی جسے آپ نے مکمل شانِ درویشی کے ساتھ اس لئے ٹھکرا دیا کہ یہ کہیں آپ کے ”آیہ الکرسی“ کی حفاظت کے جذبے کو سرد نہ کر دے۔ آپ سب کچھ برداشت کر سکتے تھے مگر دنیاوی منفعت کے لئے ضمیر کا سودا کر لیں، قوم و ملت کا وقار گروی رکھیں یہ آپ کو ہرگز گوارا نہ تھا۔ آپ نے اپنی پوری سیاسی زندگی میں اپنے قول و فعل کے ذریعہ دنیا والوں کو یہی پیغام دیا۔

جب کبھی ضمیر کا سودا ہو دوستو!

قائم رہو حسین کے انکار کی طرح

حضرت محسن ملت کی سیاسی بصیرت کا باب اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک ”شدھی تحریک“ اور اسکے خلاف آپ کی بھرپور جدوجہد کا تذکرہ شامل نہ کیا جائے۔

۱۹۲۲ء کا فتنہ شدھی آندھن مسلمانوں کے لئے قیامت کے فتنہ سے کسی طرح کم نہیں تھا۔ مسلمانوں کو مرتد بنانے والی اس تحریک نے تقریباً پورے ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ صورتِ حال کی نزاکت کا اندازہ اس اخباری رپورٹ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے جس کا عنوان تھا ”ساڑھے چار لاکھ مسلمانوں کا ارتداد“ جسکی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔ ”جناب مولانا مولوی مصطفیٰ رضا خان صاحب قادری فرزند اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ دفتر ہذا میں تشریف لائے اور وحشتناک خبر سنائی کہ ساڑھے چار لاکھ راجپوت مسلمان جو آگرہ، میرٹھ اور دہلی کے اضلاع میں رہتے ہیں اس بات پر تیار ہیں کہ پھر سے ہندو مذہب اختیار کر لیں۔“

(دبدبہ سکندری ۱۹/ جنوری ۱۹۲۳ء)

ایسے حوصلہ شکن ماحول میں حضرت محسن ملت نے علاقہ چھتیس گڑھ میں اس فتنہ کا نہایت پامردی کے ساتھ مقابلہ فرمایا۔ گاؤں گاؤں کا دورہ کیا، دیہات دیہات پڑاؤ ڈالا اور قریہ قریہ ایمانی آواز پہونچائی اور نہ صرف یہ کہ اس علاقہ کے ہزاروں مسلمانوں کو اس فتنہ کے جال میں پھنسنے سے بچا لیا بلکہ غیر مسلموں کے سامنے اسلام کی ایسی صحیح تصویر پیش کی کہ ان میں سے بہتوں کے سینے بھی نورِ ایمان سے منور ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

یہ تھی حضرت محسن ملت کی قائدانہ زندگی کی ایک جھلک جس سے دنیائے اسلام قیامت تک رہبری حاصل کرتی رہے گی اور رحمت الہی آپ کے اخلاص کے صلہ میں آپ کے مرقد پر رحمتوں کے پھول نچھاور کرتی رہے گی۔

مثل ایوان سحر مرقد ہو فروزاں تیرا

حشر تک نور سے معمور رہے خاکی شبستاں تیرا

☆☆☆

## محسن ملت عزم و ہمت کی داستان

شہزادہ سمنان حضرت مولانا سید شاہ اجمل حسین اشرفی جیلانی  
سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ جہانگیرہ کچھوچھو شریف

بت پرستی کی تمام تر لعنتوں اور اندھی عقیدتوں کے داعی آریہ جب ہندوستان میں آئے تو انہیں کوٹھ، بھیل، دراوڑ اور سنہتال نامی انتہائی غیر مہذب علم و عرفان سے نا آشنا اور شعورِ آدمیت سے محروم ایسی قومیں ملیں جن کے یہاں مذہب کا کوئی تصور تک نہ تھا۔ اسی کمی کا آریوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔ وہ قدرے مہذب، دور اندیش، جابرانہ نظام اور حاکمانہ مزاج کے حامل تھے اور اپنے مروجہ اسلحوں سے لیس تھے۔ انہوں نے ہندوستان میں قدم رکھتے ہی جبر و تشدد، ظلم و عدوان، برہنہ جارحیت و چنگیزی آمریت اور اپنی فطری شیطیت کا ایسا بازار گرم کر دکھایا کہ بھولے بھالے ہندوستانی اس آفت ناگہانی سے بوکھلا اٹھے۔ کچھ نے اپنی عزت و آبرو اور زندگی بچانے کے لئے آریوں کی غلامی تسلیم کر لی اور کچھ جنگلوں اور پہاڑوں میں روپوش ہو گئے اور اپنی قدیم روش پر قائم رہے۔

آریہ جو ہندوانہ عقائد و نظریات پر یقین رکھتے تھے ہندوستان میں ہندو مذہب کے بانی ہیں۔ انہوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کے ایسے جابرانہ طریقے اپنائے

اور ظلم و تعدی کی ایسی ایسی مثالیں قائم کیں جس کا کسی مذہب و قوم سے تصور بھی ممکن نہ تھا۔ ان کی بربریت کا تسلسل نہ تھے اور بے سرو سامان ہندوستانیوں کو ہندو بناتا رہا اور تہذیب جو انسانوں کو حیوانیت کا لباس پہنا رہی تھی ہندوستان کی تقدیر بنتی رہی اور اس طرح ہندوستان پر کفر و ضلالت کے اندھیرے مسلط ہو گئے۔

معبودانِ باطل کے جہوم اور بت پرستی کے ہنگاموں میں خالق حقیقی کا تصور بھی ممکن نہ رہا۔ انسانیت تہذیب و تمدن کے نام پر رسوا ہوتی رہی۔ آدمیت اوہام پرستی کی بھینٹ چڑھتی رہی۔ عزت نفس کا احساس اور انسان کی فطرت شرم و غیرت بے حیائی و بے شرمی کے سیل رواں میں فنا کے گھاٹ اترتی رہی۔ بالآخر پورا ہندوستان دورِ جہالت کا عرب بن گیا جہاں بیوہ اور بے سہارا عورتوں کو اپنے شوہروں کی چٹاؤں پر جبراً دولہن بنانے کے زندہ جلایا جانے لگا۔

ایسے میں قدرت کو ہندوستانیوں کی مظلومی، بے بسی و بے کسی پر رحم آیا اور ہادی اعظم رسول مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلام ہادی و غازی بن کر ہندوستان میں داخل ہوئے۔ ان حق پرست و حق نما انسانوں نے اپنے عمل و کردار اور معبود حقیقی کی بندگی و پرستش کو اسلامی رنگ و روپ میں اس طرح متعارف کیا کہ کفر اپنی تمام تر دہشت انگیزی اور وحشت سامانی کے باوجود سرنگوں ہوتا گیا۔ اندھیروں میں علم و عرفان کی کرنیں پھوٹی رہیں۔ اجالے پھلتے رہے تاریکیاں سمٹی رہیں لیکن اندھیروں اور اجالوں کی یہ کشمکش ہندوستان کو تقسیم بھی کرتی رہی کہیں اجالوں کی حکومت بنی اور کہیں اندھیرے حکمران رہے۔ کفر اپنی تمام تر اتوانائیوں کے ساتھ اسلام پر حملہ کرتا رہا اور مسلمان دین حق کی عزت و بقاء کے لئے بدرواؤ حد کی تاریخ دہراتا رہا۔

ایسے میں ہندوستان کو ضرورت تھی ایک ایسے آفتاب جہاں تاب کی جس کی ضیا باریاں کفر و طغیان کی آنکھوں کو خیرہ کر دے۔ جس کی حقانیت و صداقت اوہام پرستی کو مہبوت کر دے۔ جس طرز بندگی، بت پرستی کو نخن و بن سے اکھاڑ پھیکے، جس کا اخلاق دلوں کو مسخر کر دے، جس کی ایک نظر تقدیر حیات کو عرش کی عظمتیں دیدے، جس کی ایک ادا انسانی عظمت و کردار کی امین بن جائے، جس کا وجود و سخاوت رحمت کھول دے۔ جس کا درد سنگیر بے کساں بن جائے، جس کا وجود امن و آشتی کی ضمانت ہو جائے، جس کی قوت ایمانی طاغوتی طاقتوں کو اپنے کوزہ اقتدار میں سمیٹ لے۔

الغرض ایک بار پھر قدرت ہندوستان پر مہربان ہوئی اور مجمع الکملات خواجہ خوجگان حضرت سیدنا معین الدین چشتی حسن سنجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلطان الہند بن کر ہندوستان تشریف لائے۔ اس وقت دہلی کے تاج و تخت پر غور و کفر اور نشہ حکومت راجہ پر تھوی راج چوہان کے روپ میں حکومت کر رہا تھا۔ پرتھوی راج کا سرکشانہ مزاج جب سلطان الہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں گستاخ ہوا تو جلال و ولایت سلطان محمد غوری کی صورت میں ہندوستان پر چھا گیا۔ طاغوتی طاقتیں تباہ و تاراج ہوئیں، ہر سو اسلامی عظمتوں کے پرچم لہرائے۔ ہندوستان میں باضابطہ طور سے اسلامی اقدار و افکار کا تصرف ہوا اور اللہ وحدہ لا شریک کی ربوبیت و شان کبریائی کا غلغلہ بلند ہوا۔

سرکار غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان غریب نوازی تقریباً ایک ہزار سال تک مسلم شہنشاہوں کی صورت میں امن و شانتی کا اعزاز حاصل کرتا رہا۔ مگر دھیرے دھیرے ہندوستانی عظمتوں کا سورج گہنانے لگا، طاقت کے پجاریوں کی ابن الوقتی اور مسلمانوں کی شامت اعمالی انگریزوں کی صورت میں ہندوستان پر مسلط ہو گئی۔

عروج و ارتقاء کی ضامن قوم زوال مسلسل کی علامت بن گئی اور ہندوستان میں ایک بار پھر آریاؤں کی بربریت و درندگی کی تاریخ دہرائی جانے لگی۔ آریاؤں کی غلامی کی زنجیریں توڑ کر وطن عزیز ہندوستان کو آزاد کرانے والی قوم اپنے ملک کے ساتھ ہی خود بھی غلام بن گئی۔

یہ دور انحطاط ابھی جاری ہی تھا کہ ایک مرد مومن حضرت علامہ فضل حق فاروقی خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں غازیانہ شان سے اٹھا اور آزادی کا صور پھونکا۔ یہ صور محض صور آزادی نہ تھا۔ انگریز سامراج کے لئے صور اسرافیل بن گیا۔ ظلم و بربریت کی نئی نئی داستانیں مرتب کی جانے لگیں۔ مگر انگریز جو خود ہی صلیب زدہ تھا، نعرہ لا الہ الا اللہ کی تاب نہ لا سکا اور بالآخر تقریباً دو سو سال بعد برٹش حکومت کا آفتاب غروب ہو گیا مگر جب آزادی نصیب ہوئی تو کفری جبلت صلیبی سازشوں کی بنیاد پر ہندوستان پر غالب ہو گئی اور وہ مسلم قوم جس نے جدوجہد آزادی پر اپنا سب کچھ قربان کیا تھا، جس نے اپنے دیگر برادران وطن سے زیادہ وطن عزیز کی عزت و ناموس پر اپنا خون بہایا تھا اپنے ہی ہم وطنوں کی تعصب زدہ قیادت کا شکار ہو کر پارہ پارہ ہو گئی۔ کبھی مسلمانوں کی عصمتیں اور عقبتیں نیلام ہوئیں، کبھی تباہی و تاراجی نصیبہ بنی، کبھی مساجد صطبل بنائی گئیں اور کہیں ان عبادت خانوں کو جبراً شہید کر کے بت پرستی کے ٹھکانے بنائے جانے لگے۔ یہ سلسلہ ستم روز افزوں ہوا جا رہا تھا کہ پھر قادر مطلق کو مسلمانوں کی حالت زار اور بے چارگی پر رحم آ ہی گیا اور سرزمین الہ آباد کے مشہور درویش گھرانے کا چشم و چراغ اپنی شان قلندری اور مجاہدانہ عزم و ہمت کے ساتھ رائے پور مدھیہ پردیش تشریف لایا جسے دنیا محسن ملت حضرت مولانا شاہ حامد علی فاروقی کے نام سے جانتی ہے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب مسلمانوں کی لاشوں پر ملک کی تقسیم ہو چکی تھی۔ ٹوٹے ہوئے دل اور برستی ہوئی آنکھوں میں اپنے چہیتوں کی زخمی محبتوں کا ساون بھادوں لئے مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ اجنبی راہوں پر اپنے وطن سے دور بہت دور لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے بڑھ رہا تھا اور جو لوگ حب وطن پر اپنا سب کچھ داؤ پر لگا چکے تھے وہ بھی آہوں، سسکیوں اور کراہوں میں اپنے پچھڑے عزیزوں، بے گور و کفن لاشوں، یتیموں اور بیواؤں کے مرجھائے ہوئے چہروں میں اپنے درخشندہ ماضی، کربناک حال اور خطرات و اندیشوں سے پُر مستقبل کے سایوں میں اپنے بکھرے ہوئے وجود کے ذرات تلاش کر رہے تھے۔ آنسوؤں اور سسکیوں کا مارا مسلمان اپنی عزت و بقاء کی آخری جنگ خود اپنے ہم وطنوں سے لڑ رہا تھا اور کبھی زخموں سے نڈھال ہو کر امرائے حکومت سے دادرسی کی آس لئے اپنی مظلومی کی دلدوز داستان در بدر بھٹک کر سنار ہا تھا۔ ماحول کی قیامت خیزی کا یہ حال تھا کہ نہ کوئی ٹھکانہ دے رہا تھا نہ ہی آسرا۔ آج وہی قوم جس نے اپنے جذبہ حب الوطنی سے سرشار ہو کر ہندوستان کو جنت نشان بنایا اور ہندوستانیوں کو علم و ادب، تہذیب و شائستگی، دین حق، عدل و انصاف، شعور انسانیت اور عروج و ارتقاء کی ساری عظمتیں عطا کر دی تھیں۔ خود تہی دست و تہی دامن کھڑی تھی۔ نہ کوئی ہمد نہ کوئی مونہ۔ ایسے شکستہ حالات میں بھی کفر اپنی فطری درندگی پر نازاں آمادہ پیکار تھا۔

ایسے عالم کرب و بلا میں ہمت و شجاعت، عزم و استقلال، صبر و تحمل، شوق شہادت، جذبہ جہاد، قربانی و ایثار، حقانیت و صداقت اور ایمانی دلوں کا پیکر مدھیہ بھارت کا عظیم مسیحائے ملت حضرت مولانا شاہ محمد حامد علی فاروقی جیسی شخصیت اٹھی اور اپنی پڑمردہ قوم کو اس انداز سے زندگی کی توانائیاں عطا کر گئی کہ تھوڑے ہی عرصے میں فسادات

و انتشار کا شکار قوم آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے پرچم تلے منظم نظر آئی۔ یہ تنظیم اس پایہ کی تھی کہ دہلی دربار بھی اس کی دھمک محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔

ہندوستان میں دین و ایمان کو ذبح کرنے والی شدھی تحریک رہی ہو یا مسلمانوں کو سیاسی اعتبار سے قعر مذلت میں دفن کرنے کی منظم سازشیں رہی ہوں ہر مقام پر اس مرد حق آگاہ نے ظلم و ستم سہہ کے بھی اپنی قوم کو جینے کا حوصلہ دیا۔ علم و عرفان، شعور و آگہی اور دینی بیداری کا یہ سلسلہ قوم مسلم میں باقی اور جاری و ساری ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے مدرسہ اصلاح المسلمین اور دارالیتامی قائم کیا۔ فکری پاکیزگی اور روحانی توانائیوں کے لئے خانقاہوں سے وابستہ رہنے کی ترغیب دی۔ ملک گیر دورہ کیا اور مردہ دلوں کو جذبہ سرفروشی سے آشنا کیا۔

اسی طرح اپنی ساری زندگی دین و ملت پر وقف کر دینے والے اس مرد مومن کو مدھیہ پردیش کا مسیحائے محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے ہم جانتے اور پہچانتے ہیں۔

دعاء ہے کہ رب کریم اپنے حبیب رؤف و رحیم ﷺ کے صدقے و طفیل ہم مسلمانوں کو حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔





## محسن ملت ایک بالغ نظر قائد

حضرت مولانا مفتی محمد عالم نوری مصباحی دارالعلوم غوث اعظم، ہزاری باغ

محسن ملت حضرت مولانا الحاج حامد علی فاروقی علیہ الرحمۃ پوری جماعت اہل سنت کے لئے سرمایہ افتخار اور عظیم رہبر و رہنما کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کی ذات بابرکات، سیادت و قیادت اور شہرت و مقبولیت کے جس اعلیٰ مقام پر فائز تھے، اس میں جہاں ان کی ذاتی محنت و کاوش، جگر سوزی، جہد مسلسل اور خلوص و للہیت کا کافی حد تک دخل تھا، وہیں حضور مجدد اعظم اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے مکتب با وقعت کی عظیم کرامت اور فیضان نظر کی بے پناہ تاثیر بھی تھی۔ آپ خود اعتمادی اور خدا اعتمادی کے سہارے دینی و علمی سیاسی و سماجی ہر میدان میں منزل مقصود کو طے کرتے ہوئے عزم و حوصلے کے ساتھ آگے بڑھتے چلے گئے۔

چیتے کا جگر چاہیے شاہیں کا تجسس  
دنیا نہیں مردانِ جفاکش کے لئے تنگ

یہ ایک اصولی بات ہے کہ کسی بھی فرد کو قائد و مقتدا بننے کے لئے ضروری ہے کہ اس میں چار بنیادی خوبیاں ہوں اور یہ خوبیاں جس میں جتنی زیادہ ہوں گی وہ قوم کا اتنا ہی بڑا رہبر و رہنما ہوگا۔ جو ہر ذاتی، خلوص، ایثار اور جہد مسلسل۔ اس لحاظ سے بھی اگر

حضرت محسن ملت کی حالات زندگی اور حیات و خدمات کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ متذکرہ بالا چہار خوبیاں آپ کی ذات با صفات میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ اور آپ ان اوصاف و کمالات کے بخوبی حامل و عامل تھے۔ دین مبین کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ۱۹۲۱ء میں سب سے پہلے چھتیس گڑھ کی سرزمین اکلتر (بلا سپور) تشریف لائے اور پھر یہیں سے آپ نے دینی، مذہبی، سیاسی، سماجی ہر معاملے میں اپنی خداداد قائدانہ صلاحیتوں کے مظاہرے کا آغاز فرمایا۔ اور ایسے عظیم الشان کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ ان کے قومی و ملی خدمات کو دنیا ہمیشہ خراج عقیدت پیش کرتی رہے گی۔

حضرت محسن ملت علیہ الرحمۃ کے سینے میں قوم و ملت کی فلاح و بہبودی اور آبرو مندانی بقا و سلامتی کے لئے جو بے پناہ درد پنہاں تھا اس نے آپ کی ذات گرامی صفات کو اس شعر کا مجسم آئینہ اور سراپا مصداق بنا دیا تھا۔

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پر سوز  
یہی ہے زحمت سفر میر کارواں کے لئے

حضرت محسن ملت جس وقت پہلی بار چھتیس گڑھ تشریف لائے اس وقت وہاں کا ماحول تعلیمی، تعمیری، سیاسی، سماجی ہر لحاظ سے نہایت ہی پسماندہ تھا۔ مسلمان اپنے پرانے رسم و رواج کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور جہالت و سفاہت کی تاریک وادیوں میں بھٹک رہے تھے۔ آپ نے جب ان کی پسماندگی اور زبوں حالی کا جائزہ لیا تو تڑپ اٹھے اور علاقے میں دینی و مذہبی شعور پیدا کرنے کے لئے گاؤں گاؤں کا دورہ کیا۔ گلی گلی کی خاک چھانی، چین و سکون کو قربان کر دیا اور شب و روز، صبح و شام

حصول مقصود کی خاطر دیوانہ وار پھرتے رہے۔ جہاں بھی گئے لوگوں کو حصول علم کی جانب توجہ دلائی۔ مذہب حق اہل سنت کی تلقین فرمائی۔ برائیوں سے دور و نفور اور اچھائیوں سے ہمکنار رہنے کی نصیحت کی۔ آخر کار ساہا سال کی جدوجہد اور بے مثال ایثار و قربانی کی بعد اس تنگ و تاریک علاقے میں علم و عرفان اور دین و سنیت کی بہار آئی اور اس عظیم قائد و رہنما نے ۱۹۲۴ء میں مدرسہ اصلاح المسلمین مسلم یتیم خانہ و دار لیتامی کے نام سے رائے پور کی سرزمین پر ایک دینی تعلیمی ادارہ کی بنیاد رکھی۔ اس پاس کے اضلاع نیز قرب و جوار کے غریب و یتیم بچوں کو معقول طعام و قیام کے انتظام کے ساتھ عمدہ تعلیم و تربیت کے لئے اپنے مدرسہ میں داخل کرتے اور انہیں علم و ادب سے آراستہ کرنے کے بعد پورے چھتیس گڑھ کی مسجدوں میں قیادت و امامت کے ساتھ دینی و اصلاحی فریضہ کی انجام دہی کے لئے ائمہ و علماء مقرر فرماتے۔

آج چھتیس گڑھ میں مسلک اہل سنت کا جو کچھ بھی فروغ دکھائی دے رہا ہے بلاشبہ اس کی سرخی میں محسن ملت کے خون جگر اور مخلصانہ قیادت کا بہت بڑا حصہ ہے۔

حضرت محسن ملت نے اگر ایک طرف مذہبی معاملات میں قوم کی نباضی اور رہبری کی ہے تو دوسری جانب میدان سیاست میں بھی آپ کی حیثیت ان کے حق میں ایک عظیم قائد اور بالغ نظر مدبر کی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ہمہ وقت آپ مسلمانوں کے لئے تابناک مستقبل کی فکر میں لگے رہتے، مدھیہ پردیش کے مسلمان اپنے چھوٹے بڑے دینی و دنیاوی تمام مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے اور آپ کسی حال میں کبھی کسی ضرورت مند کو نامراد واپس جانے نہ دیتے بلکہ ہر ایک کے زخموں پر مرہم رکھتے۔ ہر ایک کی ضروریات کو پوری فرماتے۔ وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو سے لیکر چھوٹے

منسٹر تک کسی بھی حکمران کے سامنے مسلم مسائل کو جس مجاہدانہ جرأت و ہمت کے ساتھ پیش کرتے تھے وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ آپ کی شخصیت حکومت اور مسلم عوام کے درمیان یقیناً ایک مستحکم رابطہ کی حیثیت تھی۔ آپ نے چھتیس گڑھ کے مسلمانوں کے لئے دینی، سیاسی، سماجی ہر میدان میں جو گراں قدر خدمات انجام دی ہیں انہیں تاقیامت فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

جنگ آزادی میں بھی آپ نے اہم رول ادا کیا ہے۔ چنانچہ ۱۹۲۲ء میں جب ہندوستان میں جگہ جگہ انگریزوں کے خلاف احتجاج ہو رہا تھا۔ تو آپ نے اپنی قیادت میں چھتیس گڑھ کے مسلمانوں کو متحد کر کے ایک مضبوط و مربوط لائحہ عمل تیار کیا اور گاؤں گاؤں، شہر شہر پورے علاقے کا دورہ کر کے انگریزوں کے خلاف ہندو مسلم، سکھ عیسائی بھی قوم و مذہب کے نوجوانوں کی ایک ٹیم تیار کی اور رائے پور میں منعقد ہونے والے مسلم لیگ کے عظیم الشان اجلاس میں مصطفیٰ شرکت کر کے انگریزوں کے خلاف ایسی جوشیلی تقریر کی کہ پورا علاقہ آتش بغاوت سے سلگنے لگا۔ آپ کی مجاہدانہ لہکار سے گھبرا کر انگریزوں نے ۱۹۲۲ء میں آپ کو رائے پور کے جیل میں قید کر دیا۔ قید سے واپسی کے بعد اہل چھتیس گڑھ کو محسن ملت کی شکل میں ملک کا ایک ایسا با وفا اور قوم پرست رہنما مل گیا جس کی لہکار سے انگریزوں کی نیند حرام ہو گئی۔

ہندوستان کی تاریخ میں ۱۸۵۷ء سے لیکر ۱۹۴۷ء تک انتہائی دھماکہ خیزیوں کا دور رہا۔ جنگ عظیم، تقسیم ہند، تحریک آزادی یہ وہ مسائل تھے جن میں ارباب علم و دانش تو درکنار عوام الناس کو بھی اس کشمکش سے دوچار ہونا پڑا جسکے پاداش میں کئی تحریکوں نے جنم لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قوم مختلف جماعتوں میں بکھر گئی اور کئی پارٹیاں اور تحریکیں وجود میں

آئیں۔ ان میں کچھ تحریکوں نے مسلمانوں کی غارت گری کو اپنا نصب العین بنالیا جس کے لئے انہوں نے مختلف روپ اختیار کیا۔ ان میں سے سے ہولناک شدھی تحریک تھی جو ۱۹۲۳ء میں مسلمانوں کو دین اسلام سے برگشتہ کر کے مرتد بنانے کے لئے وجود میں آئی جس کے ذریعہ متعصب ہندوؤں نے سادہ لوح مسلمانوں کو (نعوذ باللہ) مرتد بنانے کی مہم شروع کی اور امت مسلمہ کو شرک و کفر کی تاریکیوں میں دفن کرنے کے لئے شب و روز نئے نئے فتنے برپا کئے اور بڑی بڑی اسکیمیں بنائیں جس کی لپیٹ میں تقریباً اکثر حصہ بھارت آ گیا۔ ایسی ناگفتہ بہ حالت میں قوم کے دینی و مذہبی در در رکھنے والے علماء و دانشور مسلمانوں کے ایمان و اسلام کی حفاظت کی خاطر میدانِ عمل میں کود پڑے اس تعلق سے ذیل میں ہم حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کے بیان کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں جس سے اس دور کی ہلاکت خیزیوں اور اسکے انسداد میں علماء کی کوششوں کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں "اب تک تو شدھی کی کوششیں راجپوتانہ ہی میں تھیں لیکن اب انہوں نے اپنا میدانِ عمل وسیع کر دیا ہے اور پورے ہندوستان میں جہاں موقع ملتا ہے ہاتھ مارتے ہیں، تو میں اُن کے حملوں سے تباہ ہو رہی ہیں۔ مسلمانوں کی مذہبی انجمنیں ہر جگہ نہیں ہیں، جو ہیں ان میں رابطہ نہیں۔ جس سرزمین کو خالی دیکھا، وہاں آریہ دوڑ پڑے۔ جب تک علماء اسلام کو کسی حصہ ملک سے بلائے تب تک کتنے غریب شکار ہو چکے ہیں۔ راجپوتانہ میں ہمیں تجربہ ہو چکا ہے کہ آریوں کے زر، زور، طمع اور دباؤ وغیرہ کی تمام قوتیں اسلامی فضلاء کی دعوتِ حق کے مقابل بے کار ہو جاتی ہے۔"

اسی موقع پر اخبارِ بدبہ سکندری نے یہ سرخی قائم کی کہ "ساڑھے چار لاکھ مسلمانوں

کا ارتداد۔" اور ذیل میں یہ بیان شائع کیا کہ "جناب مولانا مولوی مصطفیٰ رضا خان صاحب قادری فرزند دوم، اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ ساتویں جمادی الآخر کو دفترِ ہذا میں تشریف لائے اور یہ وحشت ناک خبر سنائی کہ ساڑھے چار لاکھ راجپوت مسلمان جو آگرہ، میرٹھ اور دہلی کے اضلاع میں رہتے ہیں اس بات پر تیار ہیں کہ ہندو مذہب پھر اختیار کر لیں۔"

(حضرت محسن ملت ایک تعارف)

اس پر آشوب ماحول میں حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ نے مدھیہ بھارت میں مسلمانوں کے ایمان و عقیدے کی حفاظت کے علاوہ غیر مسلموں میں بھی اسلام کو اس خوبصورتی سے پہنچایا کہ شدھی آندولن دم توڑنے لگا اور آپ کی مدبرانہ حکمت عملی سے مسلمانوں کا سرخرو سے اُونچا ہو گیا۔

۱۵/ اگست ۱۹۴۷ء میں ہندوستان نے انگریزوں کے چنگل سے آزادی حاصل کیا مگر جاتے جاتے لوگوں کے درمیان ہمیشہ کے لئے نفرت و عداوت کی دیوار کھڑی کر گئے۔ اُدھر پاکستان کا قیام عمل میں آنا تھا کہ پورے ہندوستان میں قوم مسلم کے خلاف فتنہ و فساد کا غیر معیادی سلسلہ شروع ہو گیا۔ بہار، بنگال، راجستھان وغیرہ مختلف صوبوں میں ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جانے لگے ان کے دکانوں اور مکانات کو نذر آتش کیا جانے لگا اور ملک و جاناں پر غاصبانہ قبضہ ہونے لگا۔ نہ معلوم کتنی عورتیں بیوہ اور بچے یتیم و بے گھر کر دیئے گئے۔ ایسی صورت حال سے خوفزدہ ہو کر بے شمار لوگ اپنے وطن عزیز کو چھوڑ کر پاکستان کا رخ کرنے لگے۔ آئے دن جانے والوں کا سلسلہ لگا رہتا۔ ایسے نازک موڑ پر قوم کی سچی رہنمائی اور پر خلوص قیادت وقت کا ایک تقاضا تھا

جس کے لئے علمائے اہل سنت اور دانشوران قوم و ملت نے جگہ جگہ تنظیم و اجلاس قائم کر کے جانے والوں کو روکنے کی کوشش کی اور انہیں مستقبل کے نقصانات سے آگاہ کیا۔

حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ نے ایسے موقع پر اہلیان چھتیس گڑھ کی جس انداز میں قیادت و رہنمائی فرمائی بلاشبہ وہ انہیں کا حصہ ہے۔ آپ لوگوں کی تنظیمیں قائم کر کے فرد افراد بھاگنے والوں سے ملاقاتیں کر کے انہیں بھاگنے سے منع کرتے اور ہمت و حوصلے کے ساتھ رہنے کی تلقین کرتے نیز اپنے وطن عزیز میں ثابت قدم رہنے کا عہد و پیمان لیتے۔ سمجھوں سے بڑے ہی والہانہ انداز میں خطاب فرماتے۔ اسی موقع سے متعلق آپ کے خطاب کا ایک نمونہ پیش خدمت ہے۔ آپ قوم سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ "سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے بہت پہلے فرمایا تھا کہ دشمن ہمارے لئے تین باتیں چاہتا ہے۔ سب سے پہلے ہماری موت تاکہ معاملہ ہی ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو جلا وطنی چاہے گا تاکہ پاس ہی نہ رہے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکا تو آخر درجہ میں عاجز و مجبور بنانا چاہے گا۔ ایک دفعہ تم لوگوں نے ہجرت کر کے دیکھ لیا۔ مگر اس میں سوائے بربادی کے تمہیں کچھ ہاتھ نہیں لگا۔ آج پھر تم یہاں سے جانا چاہتے ہو مگر جانے سے پہلے سوچو سمجھو، کچھ فیصلہ کرو، بھارت کی دھرتی پر ہم نے صدیوں حکومت کی ہے، دہلی کے لال قلعہ کی بلند پیشانی ہماری عظمتوں کی جیتی جاگتی تصویر ہے ایسی حالت میں یہاں سے پاکستان ہجرت کرنا سوائے بربادی کے کچھ نہیں۔

ایک دوسری جگہ حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ منتشر قوم کو مخاطب کر کے بڑے دلنشین انداز میں فرماتے ہیں "تم کہاں جا رہے ہو، خواجہ کی دھرتی تمہیں پکار رہی ہے، مخدوم

سمنان کا روضہ تمہیں آواز دے رہا ہے، محبوب پاک کا آستانہ تمہیں یاد کر رہا ہے، تمہارے آباؤ اجداد کی ہڈیاں تمہیں پکار رہی ہیں۔ خواجہ کا آستانہ چھوڑ کر کہاں جاؤ گے، مخدوم پاک کا روضہ چھوڑ کر تم سکون کیسے پاؤ گے؟ مخدوم کا سایہ چھوڑ کر تمہیں کہاں چین ملے گا؟ سرکار اعلیٰ حضرت کے فیضان سے بھاگ کر تم کیسے جی سکو گے؟

(ہفت روزہ ہمارا قدم دہلی ۱۷/ جنوری ۱۹۹۱ء بحوالہ محسن ملت ایک تعارف)

صحیح وقت پر حضرت محسن ملت کی اس دانشمندانہ قیادت اور مخلصانہ رہبری کا اثر یہ ہوا کہ حالات قابو میں آ گئے۔ مہاجرین کا سلسلہ رک گیا اور اس طرح چھتیس گڑھ کے مسلمان بربادی سے بچ گئے۔ آپ کی قوت معاملہ فہمی اور بالغ نظری کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ ایک دفعہ عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس کے موقع پر چند نوجوان لڑکوں نے جین سماج کے رہنما، اچاریہ نانالال، کے نام کا بیئر ٹرک پر بیٹھ کر پھاڑ دیا جس سے اچانک پورے جلوس میں کھلبلی مچ گئی، ان کے عقیدت مند لاٹھی اور تلوار لے کر ٹرک کے نیچے لیٹ گئے۔ صورت حال اتنی بگڑ گئی کہ پورے علاقے میں فساد بھڑک اٹھنے کا خطرہ امنڈنے لگا۔ آپ نے نہایت تیزی سے پلٹ کر اچاریہ نانالال سے ملاقات کی اور جلوس کی اہمیت، اسلام کی نہایت عمدہ اور مختصر انداز میں روشنی ڈالتے ہوئے چندنا سمجھ نوجوانوں کی اس کارستانی کا ذکر کیا۔ کہتے ہیں جس وقت آپ نے اسلام کے مساوات اور بھائی چارگی پر روشنی ڈالی۔ اچاریہ جی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، انہوں نے اپنے عقیدت مندوں کو جو راستہ روکے بسوں کے سامنے کھڑے اور لیٹے تھے نہایت سختی سے روکا جس کے نتیجے میں ایک اٹھتا ہوا طوفان بدتمیزی اچانک تھم گیا اور جب آپ وہاں سے رخصت ہوئے تو انہوں نے اخباری نمائندوں کے سامنے بیان دیتے ہوئے کہا کہ "جس سمپر دائے (فرقہ) کے رہنما اتنے اتساہی تھا دور درشتی

ہوں وہ دھنیہ (قابل مبارک باد) ہے۔ (حضرت محسن ملت ایک تعارف ص ۱۰۸)

یہ آپ کی نباضی اور مدبرانہ طریقہ کار کا نتیجہ تھا کہ جب بھی شریکینوں نے فساد کی آگ بھڑکانا چاہی آپ کے حسن تدبیر سے دشمنوں کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔ بمبئی، گجرات، راجستھان، دہلی، اتر پردیش، بہار وغیرہ میں منعقد ہونے والی دنیائے سنیت کی بڑی بڑی تنظیموں اور کانفرنسوں کی بھی آپ نے کامیاب قیادت کی اور ایک عرصے تک آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے جنرل سکرٹری بھی رہے۔

۱۹۶۰ء میں کانگریسی حکومت ہند جانبداری سے کام لیتے ہوئے غیر منصفانہ طور پر اہل سنت کے اداروں اور اوقاف پر غیر سنیوں کو بالادستی کا حق دے رہی تھی اور ایک وقف ایکٹ کے ذریعہ اہل سنت کے حقوق کو پائمال کرنے کی کوشش کی۔ نیز مسلمانوں کے تعلیمی اداروں کا اسلامی تشخص اور امتیاز ختم کرنے کی ناپاک سازش کی اور مختلف صوبوں میں مسلمانوں کے مذہبی مقامات، مساجد و مزارات کو ظلماً چھیننے کی کوشش کی اس صورت حال کے پیش نظر آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے زیر اہتمام دہلی کے لال قلعہ کے میدان میں دسمبر ۱۹۶۱ء میں آل انڈیا کل ہند سنی اوقاف کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ڈیڑھ لاکھ افراد نے شرکت کی (تذکرہ خلفائے مفتی اعظم ہند ص ۵۲) اس عظیم الشان کانفرنس میں بھی حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کی حیثیت ایک عظیم قائد اور خصوصی مقرر کی تھی۔ جیسا کہ حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ جو خود بھی ایک عظیم رہنما کی حیثیت سے شریک کانفرنس تھے۔ محسن ملت کی ولولہ انگیز خطابت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ”سنی اوقاف کے تحفظ کے سلسلے میں وہ (محسن ملت) ایک تجویز پر تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو ان کے جذبات کے تلاطم کا عجیب عالم تھا۔ دہلی کی حکومت کو سنی اوقاف کی

بربادی کا ملزم قرار دیتے ہوئے انہوں نے ایسی پر جوش تقریر فرمائی کہ نعرہ تحسین سے سارا پنڈال گونج اٹھا۔ ان پر ایسی بے خودی طاری تھی کہ تقریر کرتے ہوئے وہ مانگ سے بہت دور ہٹ گئے اور انہیں ذرا محسوس نہیں ہو سکا۔ جب مجمع کے ایک گوشے سے آواز آئی تو انہیں ہوش آیا۔ (حضرت محسن ملت جدوجہد کی ایک تاریخ محسن ملت نمبر)

یہ کانفرنس ایسی مؤثر اور کامیاب ہوئی کی ایوان حکومت میں زلزلہ آ گیا۔ اور وزیر اعظم ہند پنڈت جواہر لال نہرو اور دیگر صاحبان اقتدار نے از خود ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ کانفرنس کے بعد آپ کی قیادت میں علمائے اہل سنت کا ایک وفد وزیر اعظم سے مل کر مسلمانوں کے مطالبات کو ان کے سامنے پیش کیا۔ اس نے انہیں بغور سنا اور اس پر عمل بھی کیا۔ اس طرح اہل سنت کے مذہبی ادارے اپنا اسلامی تشخص برقرار رکھ سکے۔

جب آزادی کے بعد ہندوستان کے قانون سازی کے لئے ہر علاقے سے دانشور اور معزز لوگوں سے مشورہ طلب کیا گیا اس وقت چھتیس گڑھ علاقے سے مسلمانوں کی طرف سے پنڈت جواہر لال نہرو نے حضرت محسن ملت کو خاص طور سے مدعو کیا جس پر آپ نے نہرو جی سے تفصیلی گفتگو کی اور سبھی قوم کے لوگوں کو مکمل حفاظت اور بنیادی حقوق کے سلسلے میں قیمتی اور مفید مشورے دئے جس سے وہ کافی متاثر ہوئے۔

اسی طرح ۱۹۵۱ء میں پنڈت جواہر لال نہرو نے آپ کو دیگر مسلم رہنماؤں کے ساتھ آئندہ بھون الہ آباد میں گفتگو کے لئے خصوصی دعوت دی جس پر پنڈت نہرو نے مسلمانوں کی شریعت کے مطابق جو قانون ترتیب دیا تھا اس پر تبادلہ خیال کیا اور یقین دلایا کہ ہندوستان کے آئین میں مسلمانوں کی شریعت اور ان کے قانون کو پوری اہمیت دی جائے گی۔ آپ کے عظیم الشان کارنامے اور شخصیت سے ہندو مسلم سکھ عیسائی سبھی

بہجہ متاثر تھے اور ہر کوئی آپ کو اپنا شفیق سر پرست اور مخلص قائد مانتا تھا۔ ایک بار مدھیہ پریش کے شہدول علاقے میں ایک بڑی کانفرنس ہوئی جس میں ساری قوم کی طرف سے آپ کو محسن ملت کا خطاب دیا گیا۔ آپ کی کارگزاریوں سے ہندو مسلم میں اتفاق و اتحاد کی جڑیں مضبوط ہوئیں۔ آپسی نفرتوں کی تاریکیاں مٹ گئیں اور ہر طرف خوشگوار ماحول نظر آنے لگا۔

آپ کی ذات بابرکات سے جس طرح دینی و سماجی امور انجام پاتے رہے اور جس انداز میں آپ نے اپنی قوم کے اندر بلند ہمتی، اولوالعزمی کا جوش و جذبہ پیدا کیا تاریخ کے صفحات میں وہ سنہرے حروف سے لکھے جانے کے لائق ہے۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری  
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تم پر

☆☆☆

## محسن ملت ایک وفادار مجاہد

حضرت مولانا راشد القادری صاحب، اناؤ

تاریخ کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ بڑے بڑے قائد حکومت وقت کے دباؤ اور اپنے چند دنیاوی مفاد کے تحت قومی قیادت کا حق پورا نہ کر سکے بلکہ یہ میر جعفر اور میر قاسم بن کرننگ قوم و ننگ ملت کا خطاب پا کر ہمیشہ کے لئے قوم کی پیشانی پر کلنگ کا ٹیکہ بن گئے۔

مگر جن لوگوں کا سینہ ایمان و یقین، خوف آخرت اور جذبہ اسلامی سے معمور رہتا ہے ہر دور میں آفتاب جہاں تاب کی طرح جگمگاتے رہتے ہیں۔ انہیں شخصیات میں ایک بلند نام ملت کے وفادار مجاہد، پیر طریقت، رہبر شریعت، قائد قوم محسن ملت حضرت علامہ شاہ مولانا حامد علی صاحب فاروقی علیہ الرحمہ رائے پور کا بھی آتا ہے۔

ملک ہندوستان جنت نشان پر سفید فام انگریزوں کا قبضہ تھا۔ ہر طرف ظلم و ستم اور بربریت کا رنگا ناچ ہو رہا تھا، انسانیت بلک رہی تھی، آدمیت چیخ رہی تھی، عزت دار کو اپنی عزت بچانا مشکل ہو گیا تھا کہ چند سرفروشنوں نے انگریزی سامراج سے نجات پانے کا منصوبہ بنایا اور رفتہ رفتہ دیوان گان آزادی کی ایک لمبی فہرست بن گئی۔ تحریک شروع ہو گئی اور ملک کے کونے کونے میں یہ ترانہ گونجنے لگا۔



سرفروشی کی تمناب ہمارے دل میں ہے دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے لیکن یہ ملک اتنی آسانی سے آزاد نہیں ہوا جتنا لوگ سمجھتے ہیں بلکہ ٹیپو سلطان کو گولی ماری گئی تب ہندوستان آزاد ہوا، سر اشفاق اللہ کو پھانسی دی گئی تب ہندوستان آزاد ہوا، بہادر شاہ ظفر کے بھتیجوں کا گلا کاٹا گیا تب ملک آزاد ہو گیا، مجاہد حق مولانا فضل حق خیر آبادی کو جزیرہ انڈمان میں قید کیا گیا تب ہندوستان آزاد ہوا، مولانا حسرت موہانی کی ہڈیاں جیل میں توڑی گئیں تب ہندوستان آزاد ہوا اور حضرت محسن ملت مولانا حامد علی فاروقی صاحب رائے پوری نے جیل کے مصائب و آلام کو خندہ پیشانی سے قبول کیا تب ہندوستان آزاد ہوا۔ محسن ملت آزادی کے ایسے متوالے تھے جنہوں نے قوم و ملت کی صحیح رہنمائی کرتے ہوئے ہمیشہ اس شعر پر عمل کیا۔

یہ ہے دامن یہ گریباں آؤ کوئی کام کریں موسم کا منہ تکتے رہنا کام نہیں لیاں کا دیکھا گیا ہے کہ سماجی اور سیاسی حضرات اکثر دنیاوی الجھنوں میں مصروف رہ کر دینی و اسلامی اسپرٹ سے خالی ہو جاتے ہیں۔ لیکن محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی کی ذات والا صفات اس موڑ پر ملی انفرادیت کی حامل ہے۔ اگر ایک طرف قومی، ملکی و ملی مسائل سے لگاؤ تو دوسری جانب عشق رسول خوف خدا، جذبہ ایثار اور عبادت و بندگی کے جذبے سے سرشار نظر آتے ہیں۔ گویا حضرت کی ذات عشق و عقیدت کا ایسا سنگم ہے جہاں ہر پیاسا اپنی پیاس بجھا سکتا ہے۔

کچھ نقش تیری یاد کے باقی ہیں ابھی تک دل بے سرو ساماں سہمی ویران نہیں ہے اسی عشق و عقیدت کی جلوہ گری اور ضیا باریاں ہیں کہ مدھیہ پردیش و اڑیسہ اور چھتیس گڑھ حضرت کی بے لوث خدمات سے چاند و سورج کی طرح جگمگا رہے ہیں۔ چھتیس گڑھ کی راجدھانی شہر رائے پور محلہ بیجنا تھ پارہ میں مدرسہ اصلاح المسلمین

و دارالیتامی جو اہل سنت کی ایک عظیم درس گاہ ہے۔ یہی حضرت مولانا موصوف کی امنٹ یادگار اور نشانی ہے جہاں ہزاروں تشنگان علم و فن آ کر اس چشمہ آب حیات سے شاد کام ہو کر ملک کے گوشہ گوشہ میں دین حق کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

وہ محسن ملت جو سیاست، قیادت، امامت، عمارت کی منزل پر اس قدر بلند و بالا نظر آتے ہیں کہ ان کے سامنے کوہ ہمالیہ کی پیشانی بھی جھکی ہوئی ہے۔ علاقہ چھتیس گڑھ اور اڑیسہ میں جہاں جہاں میں گیا حضرت کی خدمات کے امنٹ نقوش دیکھنے میں آئے۔ آپ نے غیر مسلموں میں جس حسین انداز میں اسلام کی تبلیغ فرمائی اور مسلمانوں کو جس خوبصورتی کے ساتھ ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا آج وہ سب ہماری تاریخ کا بے مثال حصہ ہے۔ شدھی آندولن کے مقابلے میں تو آپ پہاڑ بن کر کھڑے تھے۔ عشق رسول ﷺ آپ کی ادا سے نکلتا تھا۔ بڑی بڑی شخصیتیں آپ کی عظمتوں کا لوہا مانتی تھیں۔ اولیاء کرام کی عظمتوں سے آپ کا سینہ بھرا ہوا تھا۔ اجیر شریف، بریلی شریف، کچھوچھو مقدسہ، مارہرہ مطہرہ، دیوہ شریف، ردولی شریف اور پتہ نہیں کہاں کہاں آپ کی یادوں کے چراغ جل رہے ہیں کہاں نہیں جاسکتا۔ میں جہاں بھی گیا لوگوں کو آپ کا شیدا اور دیوانہ پایا۔ علماء کی محفل سے لے کر صوفیہ کی بزم تک ہر جگہ آپ کا چرچا عقیدت و محبت کے ساتھ سننے میں آیا۔ جسے سن کر حیرت ہے کہ آپ کی شخصیت میں خدا نے کتنے جلوے پنہاں رکھے تھے۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری  
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

## محسن ملت اور ان کی چند کرامتیں

مولانا منصور عالم اشرفی، دارالعلوم مجاہد ملت، شہڈول

حضرت محسن ملت الشاہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ جنہیں پروردگار عالم نے روزِ ازل ہی میں دین و سنیت اور قوم و وطن کی خدمت کے لئے چن لیا تھا۔ آپ کا وجود مسعود دین و مذہب اور قوم ہر ایک کے لئے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت تھا۔ آپ نے جس جذبہ و لگن کے ساتھ ملک و ملت کی خدمتیں انجام دی ہیں وہ ہم سب کے لئے لائق تقلید و عمل ہیں۔ آپ نے ہر شعبے میں ہماری رہنمائی فرمائی اور رہبری کا پورا پورا فریضہ انجام دیا۔ اسی جذبہ جنوں اور حرارت عشق کو دیکھ کر آپ کو ”محسن ملت“ کے بھاری بھر کم خطاب سے نوازا گیا۔

آپ میدان جہاد کے جہاں ایک کفن بردوش مجاہد تھے وہیں مسند درس و تدریس کی زینت بھی، جہاں ایک کامیاب خطیب تھے وہیں مفتی دوراں بھی، جہاں ایک نکتہ سنخ واعظ تھے وہیں مخلص و مہربان رہنما بھی، جہاں حالات حاضرہ پر نظر رکھنے والے ایک باہوش مفکر تھے وہیں مسند ارشاد کے روشن ضمیر پیر بھی۔ الغرض بہت خوبیاں آپ کی ساری زندگی کا احاطہ کئے ہوئی تھیں۔ مگر میں یہاں پر آپ کی چند کرامتوں کا ذکر کروں گا جس سے آپ کی روشن ضمیری اجاگر ہو سکے۔

بلاشبہ شریعت پر استقامت یہ سب سے بڑی کرامت ہے آپ محسن ملت کی پوری کتاب زندگی پڑھ ڈالئے، ہر ورق اس بات کی گواہی دے گا کہ ہمیشہ آپ نے طبیعت پر شریعت کو ترجیح دی، سیاست کا اعلیٰ سے اعلیٰ عہدہ بڑے خوبصورت طشت میں آپ کو پیش کیا گیا لیکن آپ نے آیت الکرسی کے سامنے ہر کرسی کو لات مار دی، ہر عہدے کو ٹھکرا دیا اور بقول پاسبان ملت ”انہوں نے سیاست کو چھوڑا اور سونگھا تھا اس میں ڈوبے نہیں تھے۔ وہ ایک صوفی منش درویش، عارف حق آگاہ اور وقت کے جید عالم تھے۔“

یہ اسلام کے اس عظیم اسکالر کا تاثر ہے جس کے دینی کارنامے نصف صدی کو محیط ہیں، جن کی تحریروں میں عقیدت کم حقیقت کی جلوہ سامانیاں زیادہ ہیں۔ حضور پاسبان ملت کے اس تاثر کی روشنی میں بلا تامل کہا جاسکتا ہے کہ حضور محسن ملت ایک ولی صفت درویش کامل تھے جو تازندگی اپنے وظائف پر بڑی سختی سے کار بند رہے۔ میں یہاں دو چار کرامتوں کا ذکر کر رہا ہوں تاکہ زندگی کا یہ گوشہ بھی نکھر کر سامنے آجائے۔

رتن پور ضلع بلاسپور کے رہنے والے جناب سید منصور علی کا بیان ہے کہ میں حضور محسن ملت کے ہمراہ کھنڈ و اقمدمہ میں گیا اس وقت میری عمر ۱۲ سال کی تھی، جہاں قیام تھا اسی کے قریب کسی عقیدت مند کے گھر جانا تھا میں آگے آگے چل رہا تھا اور حضرت پیچھے پیچھے اور میں اس تیزی سے چلنے لگا کہ ہم دونوں کے درمیان ایک لمبا فاصلہ ہو گیا۔ میں تیز تیز چل رہا تھا اچانک سامنے ایک بہت بڑا گڈھا آ گیا قریب تھا کہ میں گڈھے میں گر پڑتا فوراً حضرت نے آکر سہارا دیا اور مجھے گرنے سے بچالیا میں حیرت کے سمندر میں ڈوبا سوچ رہا ہوں کہ ابھی حضرت کافی دور تھے مگر اس قدر لمبے فاصلے کو طے کر کے مجھے گرنے سے کیسے بچالیا کہ پھر حضرت نے محبت کی تپکی دی، کا ندھے پہ ہاتھ



## محسن ملت اور ان کی سیاسی قیادت

خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ الہ آباد  
ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے  
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

محسن ملت حضرت مولانا الحاج حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ جماعت اہل سنت کی ایک مقتدر شخصیت تھے۔ خدا نے انہیں بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔ وہ امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی عبقری و نادر روزگار ہستی کی درس گاہ کے نہ صرف تعلیم یافتہ تھے بلکہ ان کی اجازت و خلافت سے بھی فیضیاب تھے۔ شیر بیشہ اہل سنت، مناظر اعظم حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب علیہ الرحمہ کے وہ معاصر و ہم سبق تھے۔ ایک بلند پایہ فقیہ، درس گاہ کے کامیاب مدرس اور اسٹیج خطابت کے آفاقی خطیب تھے تو میدان سیاست کے شہرہ آفاق قائد بھی۔ ان کے معاصر علماء حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کی سیاسی بصیرت کے معترف اور قائل بھی تھے، ہم جیسے سیاست کے نازک موڑ پر ان سے استفادہ کرتے۔ مجھ پر تو حضرت انتہائی خلیق و شفیق اور مہربان واقع ہوئے تھے۔ فراغت کے بعد جب وہ چھتیس گڑھ تشریف لائے تو یہاں کا دیہی مسلمان پرانے مراسم کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ ایک کفن بردوش مجاہد کی

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو  
جدا ہو دیں سیاست سے تورہ جاتی ہے چنگیزی

طرح گاؤں گاؤں کا دورہ کیا۔ گلی گلی کی خاک چھانی، دن کہیں رات کہیں، صبح کہیں، شام کہیں کی منہ بولی مثال بن گئے، پھولوں کی بیج پر نہیں ہوتے کانٹوں اور انگاروں سے گزرتے، بلا دوامصار میں آپ مشن کی دھن میں دیوانہ وار جڑے رہے۔ جہاں پہنچے کلمہ حق کہا، مذہب اہل سنت کی تلقین کی، مسلک رضویت کو فروغ دیا۔ مدتوں خاک چھاننے کے بعد خیال آیا کہ اس تاریکی میں علم و عرفان کا چراغ روشن کیا جائے جس سے پورا مدھیہ پر دیش فیضیاب ہو سکے چنانچہ مسلم یتیم خانہ اصلاح المسلمین اس عظیم قائد و رہنما کی ایک زندہ جاوید یادگار ہے۔ خدا ان کی قبر پر رحمتوں کے پھول برسائے اور درجات میں بلندی دے۔ وہ ایک صوفی مشن درویش تھے۔ سلطان الہند خواجگان کے شیدائی و فدائی تھے۔ ہر سال اجمیر شریف بالا احترام حاضری دیتے، جو کچھ خواجہ غریب نواز سے لیتے اسے خواجہ کے جاں نثاروں پر لٹاتے، بزرگان دین سے انہیں بے حد عقیدت و محبت تھی، جہاں کہیں پہنچے پتہ لگائے یہاں کس کا آستانہ ہے پہلے وہاں حاضری دیتے نماز پنجگانہ کے ساتھ آپ اور دو وظائف کے بڑے سختی سے پابند تھے۔ سابق وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو آپ پر بہت اعتماد کرتے اور سیاسی جلسوں میں نہرو کے ساتھ مولانا خطاب فرماتے اور بے دھڑک بڑی بیباکی سے مسلم مسائل کو پیش فرماتے جہاں وہ فقہی بصیرت رکھنے والے ایک جید عالم تھے، خانقاہوں کے صوفی باصفا اور عارف حق آگاہ تھے اور میدان سیاست کے شہسوار بھی، وہیں ان کے سینے میں ایک در و مند دل تھا جس نے انہیں ہمیشہ سیماب صفت رکھا وہ مسلمانوں کے غم میں کسی کروٹ پھین نہ پاتے وہ ملک دوست بھی تھے اور مسلمانوں کے دکھ درد کے ساتھ بھی۔ وہ مخلصانہ جذبہ بھی رکھتے تھے جس نے انہیں سیاست حاضرہ سے قریب رکھا انہوں نے سیاست کو چھوڑا اور سونگھا تھا۔ اس میں ڈوبے نہیں تھے۔ ”ہر کہ در کان نمک رفت

نمک شد“ کی مثال نہ تھے بس اسی قدر اس سے تعلق تھا جو آڑے وقت مسلمانوں کے کام آسکے۔

آہ! اب وہ مرد مجاہد ہم میں نہ رہا۔ تقریباً نصف صدی تک وہ مسلک رضویت کی تشہیر کے فروغ کے لئے جدوجہد کرتے رہے اور مدرسہ کی چہار دیواری میں بیٹھ کر گم گشتہ منزل کو آشنا اور نا آشنائے راز کو راز آشنا کرتے رہے۔ آخری عمر تک مسلمانوں کی صلاح و فلاح کے لئے ماہی بے آب کی طرح تڑپتے رہے۔ آخر شش اسی صدی میں داعی اجل کو لبیک کہا اور جوانی کے خون سے سپنچی ہوئی درس گاہ مدرسہ اصلاح المسلمین کو اپنی علمی یادگار کے طور پر چھوڑ گئے جو تاریکیوں میں روشن چراغ ہے۔ اگر ان کی قائدانہ صلاحیتوں کا نکھار دیکھنا ہے تو اصلاح المسلمین کی فلک بوس عمارت کو ایک نظر دیکھا جائے جو اس مرد قلندر کی مساعی جلیلہ اور قائدانہ صلاحیتوں کا نتیجہ ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ علمی و روحانی خانوادہ ہے جس کی نظری فکری اور علمی قیادت میں مدھیہ پریش کا عاقبت اندیش مسلمان مدتوں سے ان لوگوں کے شانہ بشانہ ہے اور اسی انداز فکر و عمل میں ان کی منزل کا راز سر بستہ ہے اگر یہاں کا مسلمان ان حضرات کی قیادت میں جیتا رہا تو انشاء اللہ تعالیٰ کبھی ٹھوکر نہیں کھائے گا اور نہ کبھی کسی غلط اندیش کے دام ترویز کا شکار رہے گا۔ یہ علمی و روحانی خانوادہ برسوں کا جانا پہچانا پرکھا اور بے داغ و بے غبار ہے۔ مسلمانوں کی کامیابی اسی میں ہے کہ ان لوگوں کی سربراہی میں جیتے رہیں۔ خداوند قدیر انجمن فیضان محسن ملت کو ترقی عطا فرمائے۔ مولانا اکبر علی کی سربراہی میں انجمن ہمدوش ثریا ہوگا۔ خداوند کریم آسیب روزگار سے محفوظ رکھے اور حضرت محسن ملت علیہ الرحمۃ و رضوان کی روحانی برکتوں کے زیر سایہ پھلتی پھولتی رہے۔ آمین۔

## محسن ملت اور ان کا سیاسی کردار

رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی ان خوش نصیب اور قابل رشک علماء میں ہیں جنہوں نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی زیارت کی اور ان کے حلقہ درس میں شریک ہوئے۔ حضرت محسن ملت نے مجھ سے خود بیان کیا کہ جب افتاء اور تصنیف کا کام بہت زیادہ بڑھ گیا تو اعلیٰ حضرت نے تدریس کی ذمہ داری اپنے خلف اکبر حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ مفتی حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے سپرد کر دی۔ چنانچہ حضرت محسن ملت کی درسیات کی تکمیل حضرت حجۃ الاسلام کے ذریعہ عمل میں آئی اور جامعہ منظر اسلام میں ان کی دستار بندی ہوئی۔ حضرت محسن ملت کے بیان کے مطابق ان کی سند پر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے دستخط ثبت تھے۔

حضرت محسن ملت کی رفاقت میں کم و بیش پندرہ سال تک جماعتی کام کرنے کا مجھے موقع ملا۔ یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب وہ آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے جنرل سکریٹری تھے اور میں ناظم نشر و اشاعت تھا۔ اس تنظیم کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے تھی کہ اس وقت اہل سنت کے دل و دماغ اس کے پرچم کے نیچے جمع ہو گئے تھے۔ اس طویل عرصہ میں حضرت محسن ملت کو میں نے بہت قریب سے دیکھا اور مختلف رخ سے دیکھا اور ایک

بار نہیں بار بار دیکھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ سفر کی حالت میں آدمی کی اصل تصویر نمایاں ہو جاتی ہے اور زندگی کی وہ ساری کمزوریاں جن پر تکلفات کے پردے پڑے رہتے ہیں سفر کی حالت میں بے نقاب ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ حضرت محسن ملت کے ساتھ میرا بہت زیادہ سفر ہی کی حالت میں تھا۔ کیوں کہ اس زمانے میں آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کی سرگرمیوں کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا تھا پورے ملک میں آئے دن کہیں نہ کہیں مرکزی کابینہ کی میٹنگوں کا عوامی کانفرنسوں کا سلسلہ جاری رہا کرتا تھا۔

ان سارے مراحل میں حضرت محسن ملت کی زندگی کا مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وہ گونا گوں محاسن و کمالات کی جامعیت کے اعتبار سے حیرت انگیز شخصیت کے مالک تھے۔ تدبر اور سیاسی بصیرت میں ہمارے ساتھیوں کے اندر ان کا کوئی جواب نہیں تھا۔ میٹنگوں میں کسی مسئلے پر جب بحث بہت زیادہ پیچیدہ ہو جاتی تھی تو ان کی رائے حرف آخر ہوا کرتی تھی۔

ان کی خطابت کا رنگ بھی سب سے نرالا تھا۔ کسی بھی مسئلے پر وہ تقریر کرتے تھے تو ایسا لگتا تھا کہ ان کی آواز میں دلوں کو پگھلا دینے والی حرارت شامل ہو گئی ہے۔ کبھی کبھی تقریر کے دوران وہ اتنا متکلیف ہو جاتے تھے کہ خود ہی رونے لگتے اور آواز گلوگیر ہو جاتی۔ ان کی اس طرح کی بے خودی کی ایک کیفیت ہم نے کل ہند سنی اوقاف کانفرنس دہلی کے موقع پر دیکھا تھا۔ یہ کانفرنس لال قلعہ کے پریذ گراؤنڈ میں ۱۹۶۰ء میں آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے زیر اہتمام منعقد ہوئی تھی۔ مولانا خود اس کے جنرل سکریٹری تھے۔ سنی اوقاف کے تحفظ کے سلسلے میں وہ ایک تجویز پر تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو ان کے جذبات کے تلاطم کا عجیب عالم تھا۔ دہلی حکومت کو سنی اوقاف کی بربادی کا ملزم قرار دیتے ہوئے انہوں نے ایسی پر جوش تقریر کی کہ نعرہ



تحسین سے سارا پنڈال گونج اٹھا۔ ان پر ایسی بیخودی طاری تھی کہ تقریر کرتے ہوئے وہ مانک سے بہت دور ہٹ گئے اور انہیں ذرا محسوس نہیں ہو سکا جب مجمع کے ایک گوشے سے آواز آئی تو انہیں ہوش آیا۔

سیاسی بصیرت کے علاوہ قانون کی نزاکتوں پر بھی مولانا بہت گہری نظر رکھتے تھے۔ عموماً تجاویز کا مسودہ میں ہی تیار کرتا تھا جب مولانا تجویز کی عبارت میں ترمیم کرتے اور مسکراتے ہوئے اس کے وجوہات بیان کرتے تو ہمیں ایسا محسوس ہوتا کہ اچانک ہم اندھیرے سے اجالے میں آ گئے۔ افسوس کہ مولانا کی سیاسی زندگی کا بہت بڑا حصہ ان کے مذہبی سرگرمیوں کے انبار میں دب گیا۔ ورنہ مولانا محمد علی جوہر کے دوش بدوش تھے۔ خلافت کمیٹی کے زمانے میں ملک کی آزادی کے لئے اپنی قربانیوں اور جیل کی زندگی کے جو واقعات وہ ہمیں سنایا کرتے تھے اگر وہ قلم بند ہو گئے ہوتے تو جنگ آزادی کی تاریخ کی ایک اہم کڑی ہمارے ہاتھوں سے ضائع نہ ہوتی۔ پنڈت جواہر لال نہرو کے ساتھ مولانا کے تعلقات بہت پرانے تھے۔ ہم وطنی ہونے کی حیثیت سے بھی اور رفیق کار ہونے کی حیثیت سے بھی۔ اور شری لال بہادر شاستری سے تو ان کے بالکل گھریلو تعلقات تھے اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ شاستری جی کی مکتب کی تعلیم اپنے گاؤں میں مولانا کے خسر صاحب سے ہوئی تھی جو اردو زبان کے بہترین منشی تھے۔ شاستری جی نے اردو لکھنا پڑھنا انہیں سے سیکھا تھا۔ شاستری جی نے ساری عمر اس رشتے کا احترام کیا۔ اس تعلق کی بنیاد پر شاستری جی مولانا کے لئے اکثر و بیشتر تحائف بھیجا کرتے تھے۔

مذہبی دنیا میں بھی حضرت محسن ملت کا بہت بلند مقام تھا۔ وہ اہل سنت کے قائدین میں شمار کئے جاتے تھے۔ انہوں نے جس زمانے میں چھتیس گڑھ کو اپنی

مذہبی تبلیغی اور اصلاحی سرگرمیوں کا مرکز بنایا وہ علمی اور مذہبی اعتبار سے اس علاقے کا بہت ہی تاریک دور تھا۔ اس علاقے میں علمی اور دینی شعور برپا کرنے کے لئے بڑے سنگین مراحل سے گزرنا پڑا۔ سالہا سال کی قربانیوں اور پُرسوز جدوجہد کے بعد اس علاقے میں دین و سنیت کی بہار آئی۔ مولانا نے سب سے پہلے مدرسہ اصلاح المسلمین دارالیتامی کے نام سے رائے پور میں ایک رہائشی قسم کا دینی تعلیمی ادارہ قائم کیا اور آس پاس کے اضلاع اور قرب و جوار کے یتیم و نادار بچوں کو خورد و نوش کی کفالت کے ساتھ اپنے مدرسہ میں داخل کیا اور جب مولویوں اور حافظوں کی ایک فوج تیار ہو گئی تو انہوں نے امام کی حیثیت سے اپنے علاقے کی مسجدوں کو سنبھال لیا۔ آج چھتیس گڑھ میں مسلک اہل سنت کا جو فروغ آپ دیکھ رہے ہیں اس کی سرخی میں مولانا کے خونِ جگر کا بہت بڑا حصہ ہے۔ علاقے کی بنجر زمینوں میں جب تک فصلیں اگتی رہیں گی اور دانے چننے والے چنتے رہیں گے اسے مولانا ہی کا مفتوحہ علاقہ کہا جاتا رہے گا۔ مولانا کی اس قرار واقعی پر پردہ ڈالنا اور اسکے تذکرہ سے زبانیں بند رکھنا بہت بڑی ناشکری اور احسان فراموشی ہوگی۔ مولانا کی روح میں عشق و عقیدت کی چنگاری ہمیشہ دکھتی رہتی تھی جس کی حرارت سے میں نے بہت سے پتھروں کو پگھلتے دیکھا ہے طبیعت میں سوز و گداز کی استعداد تو پہلے ہی سے موجود تھی۔ اعلیٰ حضرت کے فیضانِ صحبت نے مولانا کو کیف و مستی کے ایک عالم خود فراموش میں پہنچا دیا۔ وہ سرکارِ غوث الوریٰ کے ساتھ جیسی والہانہ اور فداکارانہ عقیدت رکھتے تھے بہت کم لوگوں کو ایسی سرفرازی نصیب ہوگی۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ان کے اندر قادری نسبت کا رنگ امین خزانِ قادریت اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے فیضانِ صحبت سے پیدا ہوا تھا۔

اعلیٰ حضرت کے فیضانِ صحبت کا ہی یہ اثر تھا کہ اعراس کی محافل میں ناخواندہ عوام کی مداخلت سے جو منکرات شامل ہو گئے ہیں۔ مولانا نہایت شد و مد کے ساتھ اس کی مخالفت کرتے تھے۔ ایک بار رائے پور میں کسی بزرگ کے مزار پر عورتوں کی قوالی کا پروگرام بنالیا۔ اس کو اپنے وقار کا سوال بھی بنالیا۔ مولانا بھی سر سے کفن باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ اتفاق سے انہیں ایام میں مجھے ممبئی کا ایک سفر پیش آیا۔ میں نے مولانا کو اپنے اس پروگرام سے مطلع کر دیا تھا۔ رائے پور اسٹیشن پر جب میری ٹرین پہنچی تو مولانا پلیٹ فارم پر انتظار میں کھڑے تھے مجھے دیکھتے ہی باغ باغ ہو گئے۔ مولانا نے عورت کی قوالی کے سلسلے میں مجھے یہاں کا سارا حال سنایا۔ آخر میں فرمایا کہ منتظمین بھی بضد ہیں کہ وہ مزار شریف پر یہ پروگرام کریں گے اور میں نے بھی تہیہ کر لیا ہے کہ شریعت کے ناموس کے تحفظ اور عرس کے تقدس کو برقرار رکھنے کے لئے مجھے اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑے تو میں قدم پیچھے نہیں ہٹاؤں گا۔ دم رخصت انہوں نے بھرائی آواز میں مجھے وصیت کی کہ مقدر کی ارجمندی سے اگر میرا جذبہ سرفروشی اپنی مراد کو پہنچ گیا تو تم میرے مدرسہ کا خیال رکھنا اور میرے یتیم بچوں کی خبر گیری کرتے رہنا۔ مولانا کے اس رقت انگیز جملے سے میری آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے۔ میں نے انہیں تسلی دی کہ آپ کا جذبہ عشق و اخلاص سلامت رہے۔ ابھی وقت نہیں آیا ہے کہ رائے پور کے غیور مسلمان آپ کو دار کی طرف بڑھنے کے لئے چھوڑ دیں گے۔ رہ گیا وہ کام جو آپ نے مجھے سونپا ہے وہ آپ کے مرنے ہی پر موقوف نہیں ہے آپ کی زندگی میں آپ کی یہ وصیت یاد رکھوں گا۔ ممبئی کی واپسی میں پھر حضرت ٹرین پر تشریف لائے اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ غریب نواز کے صدقہ میں خدا نے قبول حق کے لئے منتظمین کا سیدہ کھول دیا۔

## محسن ملت اور ان کی سیاسی بصیرت

رئیس التحریر مولانا وارث جمال قادری صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت ممبئی

اپنے اسلاف اور محسنوں کو یاد کرنا، انکے کارناموں کو زندہ رکھنا، انہیں دہراتے رہنا، ان کے افکار و عمل، عزیمت و استقامت اور سوز و دروں کو نسل بعد نسل منتقل کرتے رہنا یہ زندہ قوموں کی علامت اور جذبہ احسان مندی اور شکر گزاری کی روایتِ دیرینہ ہے اور پھر وہ شخصیتیں جو اپنے علمی فضل و کمال اور افکار کی بلندیوں کے ساتھ ہی ساتھ یقین محکم عمل پیہم اور سرتاسر اخلاص اور جہد مسلسل کے محسوس پیکر ہوں، جن کا تب و تاب جاودانہ قوم و ملت اور دین حق کی سرفرازی کے لئے وقف رہا ہو اور جو اس حقیقتِ صادقہ کی عملی تفسیر ہوں۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی

میں اسی لئے مسلمان اور اسی لئے ہوں غازی

تو ایسی صورت میں ان کی حیات و خدمات اور ان کی قومی، ملی، سماجی کارکردگی، ان کے علمی اور دینی کارنامے، ان کی عاقلی دانائی و فزائیگی، عزیمت و استقامت اور ان کی زندگی کے تمام تر نشیب و فراز کو پوری تفصیل کے ساتھ اجاگر کرنا اور اسے جاوداں بنائے رکھنا ان کے اخلاف پر فرض ہوتا ہے، تاکہ ان کے نقوش قدم کو دلیلِ راہ بنایا

جاسکے اور ان کے اجالوں سے اپنی تمام تر غفلت سستی، تن آسانی، کاہلی، بے عملی، دون ہمتی، خود غرضی اور مفاد پرستی کی تاریکیوں کو دھکیا جاسکے۔

مقام مسرت ہے کہ سواد اعظم اہل سنت و جماعت کی ایک نابذہ روزگار گرامیہ اور بلند قامت شخصیت حضرت اقدس بابرکت علامہ حامد علی فاروقی الہ آبادی ثم رائے پور علیہ الرحمہ کے اخلاف پورے جوش عقیدت اور ہل جزاء الاحسان الا احسان کے جذبے کے تحت یہی کارنامہ انجام دینے جارہے ہیں اور پورے سواد اعظم کے طرف سے ایک فرض کفایہ بھی! جس کے لئے وہ ہمارے بے پناہ شکر یئے، مبارکباد اور خصوصی دعاؤں کے مستحق ہیں ع

ایں کاراز تو آید و مرداں چنیں کنند!

بے شک آپ کی بے کراں شخصیت اور اسکی ہمہ جہتی پروقت و حالات اور ہماری اجتماعی غفلت و بے حسی و اکابر فراموشی نے ٹھنڈی دھول ڈال رکھی ہے۔

اس فہرست میں آپ کی ذات تنہا نہیں بلکہ اور بھی بڑی دینگ، اولوالعزم قد آور اور عبقری شخصیتیں ہماری اجتماعی بے حسی، احسان ناشناسی، خود غرضی اور بے رحمانہ تغافل کی شکار ہیں۔

امام اہل سنت، مجاہد حریت، صاحب لوائے احقاق حق، حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی سیف اللہ المسلمول حضرت علامہ فضل رسول بدایونی، شیر پیشہ اہل سنت حضرت علامہ ہدایت رسول لکھنوی، شیخ الانام حجت الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خان بریلوی، صدر الافاضل فخر الاماثل استاذ العلماء حضرت علامہ سید نعیم الدین مرد آبادی، ملک العلماء حضرت علامہ سید ظفر الدین بہاری، بابائے سیاست حضرت مولانا فضل الحسن

حسرت موہانی، حضرت علامہ سید سلیمان اشرف بہاری، حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی، حضرت مولانا خیر الدین دہلوی (والد ماجد ابوالکلام آزاد) حضرت علامہ خواجہ سید عبدالصمد مودودی چشتی حافظ بخاری، حضرت مولانا انوار اللہ حیدر آبادی، محدث اعظم بہار حضرت علامہ احسان علی مظفر پوری، مفتی اعظم کانپور حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین مظفر پوری، حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ مجددی اعظمی، امام انجو حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی، خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی، مجاہد دوراں علامہ سید مظفر حسین کچھوچھوی، تحریک اشرافیہ کے محرک اعظم و روح اشرافیہ امام الحکمت حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف بلیاوی وغیرہ وغیرہ (فہرست کافی طویل ہے) یہ وہ سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے گنج ہائے گرامیہ و اسلامیان ہند کی بلند قامت شخصیات و رجال ہیں جو مسلمانان ہند کی مشترکہ امانت اور پورے ملک کے مسلمان بالخصوص علمائے کرام و داعیان اہل سنت جن کے اخلاف و پسماندگان ہیں جو ہماری اجتماعی غفلتوں و سرد مہریوں، مشربانہ عصبیت اور جماعتی حد بندیوں کے شکار ہیں۔ ہل جزاء الاحسان الا احسان کے طور پر بھی ہم کچھ کر نہیں سکتے ان کی حیات و خدمات، علمی، دینی اور ملی کارناموں کو کما حقہ دنیا کے سامنے رکھ نہیں سکے ان میں کچھ تو ایسے مظلوم ہیں کہ نئی نسل کے سامنے ان کا تعارف تک نہیں پیش کر سکے اور اگر ان نفوس قدسیہ میں سے کسی پر جزوی طور پر کچھ ہوا بھی ہے تو شخصیت کی بلند قامتی کے مقابلے صرف آنسو پوچھنے کے مترادف! جسے رسم شبیری کے سوا کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

زمانہ ہم سے جو برہم دکھائی دیتا ہے  
ہماری باتوں میں کچھ دم دکھائی دیتا ہے

دشمنان اسلام اور اعدائے دین متین نے بڑی خاموشی کے ساتھ ایک منصوبے و سازش کے تحت دین و سیاست کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا پھر بتدریج اس کے روشن چہرے کو داغ دار کیا، اُس کی پاکیزگی کو آلودگی اور اس کی طہارت کو نجاست زدہ کیا تا کہ اہل دین و دانش وار باب فضل و کمال اور جلیل القدر علماء و مشائخ کو اس سے دور رکھا جا سکے اور علماء و مشائخ اپنے وقار، علم و فضل کے سبب اس کو بچے کی طرف رخ ہی نہ کریں اتقوا مواقع التهمكے پیش نظر اپنے منصب کی پاکیزگی انہیں ہر دم ملحوظ خاطر رہے۔

بے شک سیاست ایک صاف ستھری ٹھنڈی میٹھی جھیل کے مانند تھی جسے مفاد پرست اہل دنیا و دشمنان دین نے گد لے میلے اور گندے پانی کے جھوہڑ سے بدل دیا تا کہ ہم اپنی من مانی کر سکیں اور اسے ملک و ملت کی خدمات کے بجائے ایک خالص کاروبار حیات بنا سکیں، اسلام دشمن قوتیں ذہین و بالغ ترین علماء دین سے ہمیشہ خائف رہیں کہ ان کی مومنانہ فراست ہمیشہ بیدار رہتی ہے۔ اتقوا فراسة المومن فانہ ينظر بنور اللہ۔

اس طرح اس گوہر مطلوب و مقصود و شجر محمود و مطلوب کو علماء و مشائخ و اہل دین کے لئے شجر غیر مطلوب و شجر ممنوع بنانے کی ایک کامیاب کوشش کی گئی۔

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو

جدا ہو دیں سیاست سے تورہ جاتی ہے چنگیزی

حالانکہ یہ جو لفظ سیاست ہے یہ تو خود ہی عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہی تدبیر و انتظام کے ہیں۔ فلسفہ کے ابتدائی اسباق بھی تہذیب الاخلاق تدبیر منزل اور سیاست مدنی سے شروع ہوتے ہیں۔ علماء دین کا سیاست سے کنارہ کش ہونے کے سبب اسلام

اور خود مسلمانوں کو کتنے عظیم و ناقابل تلافی نقصانات سے گذرنا پڑا ہے اس کے لئے ایک ایسی معتبر ہستی کی شہادت پیش کروں جس کے علمی، دینی، ملی، فکری اور سوزدروں کے حضور ہزاروں لاکھوں خواص کے دل و نگاہ مودب ہیں۔

صدر الافاضل فخر الامثل استاذ العلماء سند الحکماء امام الہند سید المفسرین حضرت علامہ مفتی سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ آج سے ۷۷ سال قبل جب ملک آزاد بھی نہیں ہوا تھا حضرات علماء و مشائخ کی جناب میں اسلام کی سر بلندی اور مسلمانوں کی بہتری کے لئے آپ نے تب سینہ سوزاں و اخلاص بے پایاں کو رکھتے ہوئے یوں فرمایا تھا:

”میں عرض کروں گا کہ علماء دین و پیشواں اسلام اب قدم اٹھائیں اور گوشہ تنہائی سے نکلیں! اس لئے نہیں کہ انہیں جاہ ملے یا منصب ملے، اس لئے نہیں کہ حکومت کا مزہ حاصل کریں! فقط اس لئے کہ دین کی حفاظت ہو! اسلام اور مسلمانوں کے مستقبل کو خطرہ سے محفوظ رکھ سکیں جو قانون ایک بار پاس ہو جاتا ہے پھر اس کے خلاف کامیابی حاصل کرنا بہت دشوار ہو جاتا ہے اگر اسمبلی میں علماء کا بھی کوئی عنصر ہوتا تو شاردا قانون پاس نہ ہو سکتا اور مسلمانوں کے ممبر پہلے ہی دن بیدار کر دیئے جاتے۔ طبقہ علماء کا سیاست اور ملکی نظام کی طرف سے اغماض کرنا مسلمانوں کو ضرر پہونچاتا ہے۔ (ملخصاً)

گذشتہ کو چھوڑیئے آئندہ کے لئے مستعد ہو جائیئے اور جلد تر ایک نظر ڈالیئے کہ دنیا کیا کر رہی ہے؟ مسلمانوں کے مستقبل کے لئے کیا تجویزیں درپیش ہیں؟ ان کے کیا نتائج ہوں گے؟ ضروریات کا اقتضا کیا ہے؟ (ملخصاً)

ستم یہ ہے کہ جاہل عالم نما عالم بن کر میدان میں آئیں اور ان کی تعداد سے دنیا کو

دھوکہ دیا جائے اور ان کی خود رائی و نفس پرستی کو علماء کی رائے قرار دیا جائے اور علماء کا پورا طبقہ ساکت خاموش بیٹھایہ سب دیکھا کرے نہ اس کے منہ میں زبان ہونہ زبان میں حرکت نہ ہاتھ میں قلم! نہ قلم میں جنبش! اس انداز سکوت سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچ رہا ہے۔

اب آپ اس عقیدہ کو چھوڑ دیجئے کہ آپ کے فرائض ایک مجلس میں وعظ کہہ کر یا ایک حلقہ میں درس دے کر یا ایک خلوت خانے میں فتویٰ لکھ کر ادا ہو جاتے ہیں اور آپ کو اس پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہی نہیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ اور بدخواہان اسلام تخریب کے لئے کیا کیا تدابیر عمل میں لارہے ہیں؟ یقیناً یہ آپ کا فرض ہے اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ اٹھئے اور اپنے فرض کو ادا کیجئے۔ (السوداء الاعظم مراد بادشاہ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۰ء ص ۶۷، بحوالہ مقالات صدر الافاضل - مولانا نور محمد نعیمی)

یہ اس زمانے کی بات ہے کہ جب ہندوستان تقسیم سے دوچار نہیں ہوا تھا اور ملک آزادی کی نعمت سے ابھی دور ہی تھا اس وقت پورے برصغیر ہند میں مسلمانوں کی ایک حیثیت اور اہمیت تھی اگرچہ اس وقت متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کی کل آبادی ۸ یا ۹ کروڑ سے زیادہ نہیں تھی اور آج تقسیم ملک کے بعد بیس کروڑ کی تعداد کے باوجود ہندوستان میں کوئی مقام نہیں! عملاً وہ دوسرے اور کہیں کہیں تیسرے درجے کی شہری کی حیثیت رکھتے ہیں جس کی ایک بڑی وجہ ملک میں مسلم و مخلص قیادت کا فقدان اور قابل ذکر و صاحب صلاحیت علماء دین کی سیاست حاضرہ سے اختیاری بے دخلی بھی ہے اور سب سے بڑھ کر ابوالکلام آزاد اور جمیعۃ العلماء ہند کی ضمیر فروشی، ملت فروشی اور اسلامیان ہند کے اجتماعی مفاد سے غداری ہے کہ انہوں نے اپنے مفاد اور چند روزہ پر تعیش زندگی کی خاطر کانگریسی قیادت کی خوشنودی اور جی حضوری میں مسلمانوں کے لئے کوئی ایسی زمین ہی

ہندوستان میں نہیں چھوڑی جس پر وہ کھڑے ہو سکیں یا کوئی استحکام حاصل کر سکیں! بیس کروڑ ہونے کے باوجود ہمارا کوئی وزن ہی نہیں اس ملک میں جو سرتاسر دین ہے وہ ابوالکلام آزاد اور چند مٹھی بھراقتدار کے دلالوں کا۔

بے شک سیاست کوئی آسان چیز تو تھی نہیں بلکہ ایک بے حد دشوار اور زہرہ گداز عمل ہے ان میں ہمہ شما کا گزر ہی نہیں بڑے قابل، باہمت، صاحب صلاحیت اور قد آور افراد ہی اس کو پے میں قدم رکھ سکتے تھے۔ یہ ایک ایسی وادی تھی جس میں پھولوں کی بیج نہیں بلکہ کانٹوں پر چلنا ہوتا تھا اس میں وہی لوگ چل سکتے تھے جو گھر کو آگ لگا دے وہ میرے ساتھ چلنے کے مصداق ہوئے۔

سیاست کا یہ چہرہ اس وقت کے لئے تھا جب سیاست اخلاص و نیک نیتی کے ساتھ خدمت خلق سے عبارت تھی اور آج تو سیاست کسی اور ہی چیز کا نام ہو کر رہ گئی ہے اور اس کے اجزائے ترکیبی میں کیا کچھ نہیں داخل ہو گیا یہ اب کسی پر چھپا نہیں۔ اس لئے سیاسی رہنماؤں کا عوام میں وہ احترام نہیں رہ گیا جو ہونا چاہئے۔

آزادی سے قبل، آزادی کے وقت اور آزادی کے کچھ دنوں بعد تک سیاست اور اہل سیاست کا عوام و خواص میں بڑا احترام تھا اور یہ احترام دو طرفہ تھا ان سیاسی رہنماؤں میں ملک و ملت اور عوام کے لئے اخلاص بھی تھا اور عوامی عدالت میں انہیں جواب دہی کا احساس بھی۔ اگرچہ ایسے مخلصین کی تعداد زیادہ تو نہیں تھی مگر جو بھی تھی ان کا کوئی جواب نہیں تھا۔ جیسے حسرت موہانی آزادی کے بعد جب ممبر آف پارلیا منٹ ہوئے تو بھی ان کی سادگی و قلندری میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ریل کے عوامی ڈبے میں سفر کرتے، دلی میں فتح پوری مسجد کے ایک حجرے میں جھولا رکھتے پھر وہاں سے پیدل پارلیا منٹ ہاؤس

جاتے اور کبھی کبھی جیب میں ڈیڑھ روپے نہیں ہوتے کہ وہ پارلیامنٹ کی انٹری فیس دے سکیں۔ ایک بار دیر تک پارلیمنٹ کے دروازے پہ کھڑے رہے جیب میں ڈیڑھ روپے نہیں تھے راجہ محمود آبادی نے آکر انٹری فیس جمع کی تو پارلیمنٹ داخل ہوئے مگر جب وہ کسی بل کی حمایت یا مخالفت پر بولنے کھڑے ہوتے تو ممبران پارلیمنٹ انہیں سننے کے لئے گوش برآواز ہو جاتے اور جب وہ کسی بل کی مخالفت یا حمایت میں دلائل دیتے تو خود کو قند آور سمجھنے والے اپنے کو بونا محسوس کرتے اور زبان دان بے زبان ہو جاتے۔ پارلیمنٹ ہاؤس نے بارہا ان کے سامنے پنڈت جواہر لال نہرو اور ابوالکلام آزاد جیسے زبان دانوں کو حالت بے بسی میں دیکھا ہے یہ صرف ایک مثال ہے آج کے مقابلے اس زمانے میں سیاسی افراد بہت کم تھے اور پارٹیاں صرف دو۔ یہی وجہ ہے کہ وطن کو انگریزوں کی غلامی سے آزاد کرانے کے لئے ہندوستان کی سیاست کے منظر نامے پر صرف دو پارٹیاں تھیں کانگریس اور مسلم لیگ۔ دونوں کا مقصد انگریزوں کی غلامی سے ملک کو آزاد کرانا اور ایک جمہوری حکومت کی تشکیل جب کہ مسلم لیگ کا مقصد اور اس کا نارتھ وطن کی آزادی کے ساتھ دو قومی نظریے کی بنیاد پر ایک اسلامی ریاست کا قیام بھی تھا۔ حکومت الہیہ کی تشکیل کے پیش نظر علمائے اہل سنت کا کارواں درکارواں آزادی وطن کے لئے کفن بردوش تھا۔

ان دو سیاسی پارٹیوں سے الگ ہٹ کر سیکڑوں ہزاروں لوگ اپنے اپنے طور پر بھی آزادی وطن کے لئے سروں کا چراغ جلائے ہوئے تھے ان کو ان سے کچھ غرض نہیں تھی کہ حکومت کس کی بنتی ہے، کیسی بنتی ہے؟ کون بناتا ہے؟ اقتدار کے مسند پر کون بیٹھتا ہے، ان کا تو بس ایک ہی مقصد تھا وطن کی آزادی اور غلامی کی زنجیروں کو اتار پھینکنا۔ مگر وہ جو اہل سیاست تھے وہ آزادی کے ساتھ حکومت اور حصول اقتدار بھی ان

کے پیش نظر تھا جس میں وہ کافی ماہر اور سیاست کے پیچ و خم سے خوب واقف تھے۔ انہیں بڑے بڑے چغادری لیڈروں اور سیاسی سوراؤں کے شانہ بہ شانہ بے حد قابل احترام علماء و مشائخ کی ایک بڑی تعداد تھی جنہوں نے حصول آزادی اور حکومت الہیہ کی تشکیل کے لیے اپنی کشتیاں جلادی تھیں، بنارس کی سنی کانفرنس جس کی بہترین مثال ہے جس میں پانچ ہزار صرف علماء و مشائخ پورے ملک سے شریک ہوئے تھے، ان میں نمایاں نام مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی، صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی، محدث اعظم ہند حضرت سید محمد کچھوچھوی، امیر ملت حضرت پیر جماعت علی محدث علی پوری، شیخ المشائخ حضرت شاہ علی حسین اشرفی، مولانا ابوالحسن حضرت سید محمد قادری، تاج العلماء مولانا محمد عمر نعیمی، مجاہد ملت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمن قادری، حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز مبارکپوری، سلطان الواعظین مولانا عبدالصطفیٰ اعظمی، آبروئے اہل سنت حضرت مولانا حامد علی فاروقی رائے پوری علیہم الرحمة والرضوان وغیرہ وغیرہ۔

غرض علمائے اہل سنت ہزاروں کی تعداد میں حصول آزادی کے لیے سردھڑکی بازی لگائے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی، حضرت مولانا محمد علی جوہر، حضرت مولانا سید فضل الحسن حسرت موہانی، مولانا شوکت علی، حضرت علامہ سید سلیمان اشرف بہاری صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، مولانا برہان الحق جبل پوری، حضرت مولانا انوار اللہ حیدر آبادی، حضرت علامہ یار محمد بندیا لوی یہ سب جماعت اہل سنت ہی کے میرکارواں ہیں۔ ملک و ملت کے لیے جن کی قربانیاں حیران کن ہیں۔ وطن کی آزادی کے لیے فیصلہ کن مرحلے میں علمائے اہل سنت کو قربانی دینی چاہیے کہ انقلاب ۱۸۵ء جو آزادی وطن کی خشت اول تھی، جس کی امامت و قیادت و سیادت



مجاہد حریت حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی، حضرت مولانا سید احمد اللہ شاہ مدراسی، حضرت مولانا شاہ رضا علی خاں بریلوی (جد کریم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا) علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی، حضرت مولانا امام بخش صہبائی، حضرت علامہ مفتی صدر الدین آزرہ، مفتی مظہر کریم دریابادی، علامہ فضل رسول بدایونی، مفتی انعام اللہ کوپامٹوی، مولانا قاضی فیض اللہ کشمیری، مفتی لطف اللہ علی گڑھی وغیرہ نے کی۔ ان کے اخلاف اور ان کی عظمتوں کے وارث و امین تو یہی علمائے اہل سنت ہی تھے۔

حضرت اقدس علامہ حامد علی فاروقی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک روشن کڑی اور اپنے گونا گوں وجود حیرت میں کثیر الجہات بلندیاں اور فراست مومن کی جلوہ سامانیاں لیے ہوئے جس کا وجود با مسعود برکف جام شریعت برکف سندان عشق کا بڑا خوبصورت امتزاج تھا۔

آپ بیک وقت مسلمانوں کے جہاں ایک عظیم دینی و مذہبی رہنما تھے وہیں سیاسی مقتدی بھی اور جنگ آزادی میں وہ ابوالکلام آزاد کے شانہ بہ شانہ نہیں بلکہ ان سے کئی قدم آگے شہید آزادی حضرت مولانا محمد علی جوہر کے شانہ بہ شانہ تھے۔ قید و بند کی صعوبتوں میں ان کے ساتھ ساتھ تھے، ہمہ شما کی تو بات ہی کیا، ہم دیکھ رہے ہیں کہ اپنے زمانے میں جو دین و سنت کا فروغ اور ملت بیضا کی سرفرازی کے لیے تاحیات جن کی آبلہ پائی اور شوریدہ سری ناقابل انکار حقیقت رہیں، ایسی گراں مایہ شخصیتیں جو دین و سنیت کا تشخص اور سواد اعظم کا سرمایہ افتخار تھیں اور ہیں ان کا اعتراف و رجوع اور علامہ حامد علی فاروقی کی بارگاہ میں انکا خراج تحسین و عقیدت اہم ترین شخصیات و رجال کے درمیان آپ کی عظمت و جلالت سمجھنے کے لیے کافی ہے۔

مجدد سلسلہ اشرفیہ مرجع العلماء شیخ المشائخ حضرت سید علی حسین اشرفی حضور احسن

العلماء علامہ مصطفیٰ حیدر حسن صاحب، مجاہد دوران علامہ سید مظفر حسین کچھوچھوی، قائد اہل سنت رئیس القلم حضرت علامہ ارشد التادری، خطیب مشرق پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہم الرحمہ، شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی، حضرت علامہ مفتی عبدالحلیم ناگپوری وغیرہ وغیرہ۔

وقت کی قلت اور خوف طوالت مانع نہ ہوتا تو سواد اعظم اہل سنت و جماعت کی ان بلند قامت شخصیات و رجال کے احساسات و جذبات اور طویل تحسین و عقیدت نامے ضرور شامل مقالہ کرتا جو محبت میں تڑپنے کا ثبوت چاہنے والوں کے لیے دیدہ تر کے مترادف ہوتا۔

یہ جان کر تحیر خیز مسرت ہوتی ہے کہ تاجدار علوم و فنون عبقری الشرق مجدد اعظم اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری کی بارگاہ سے شرف تلمذ، نسبت ارادت کے ساتھ ہی انہیں اجازت و خلافت بھی حاصل تھی، اس خصوص میں تو وہ حضور محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد، علامہ حشمت علی خان لکھنوی، علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی، حضور مجاہد ملت علامہ مفتی حبیب الرحمن قادری، حضور حافظ ملت علامہ عبدالعزیز مبارکپوری، حضور امین شریعت علامہ مفتی رفاقت حسین کانپوری جیسی بلند پایہ شخصیات کے لیے باعث رشک تھے۔ حسن عقیدت کے ساتھ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی زیارت ہی کسی نعمت کبریٰ سے کم نہیں۔ چہ جائے کہ براہ راست ان کی شاگردی کا ”یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا“۔

دوسری طرف مجاہدین آزادی کے اس صف میں کھڑے تھے جس صف میں مولانا جوہر علی کھڑے نظر آتے ہیں۔ مذہبی علمی دنیا میں قامت زیبائی کی انفرادیت کے ساتھ

آپ کا سیاسی قد کتنی بلندی لئے ہوئے تھا اس کا اندازہ اس سے لگایا جائے کہ تقسیم ملک کے بعد حکومت و آئین سازی میں پنڈت جواہر لال نہرو جیسے عظیم سیاست داں قدم قدم پر آپ کے مشورہ کے طالب تھے، مگر کتنی عجیب بات ہے کہ پانی میں رہتے ہوئے ان کے جیب و دامن میں کہیں نمی نظر نہیں آئی۔ وہ نہ صرف یہ کہ سیاست حاضرہ کے قریب رہے بلکہ اس میدان میں وہ باقاعدہ اترے، سیاست کو صرف چھو اور سونگھا ہی نہیں بلکہ اسے اوڑھا، بچھایا اور چکھا بھی مگر اس میں ڈوبے نہیں۔ ابوالکلام آزاد، مولانا شوکت علی، مولانا عبد الماجد بدایونی، مولانا ظفر علی خاں وغیرہ کی طرح ”ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد“ کے مصداق نہ ہوئے بلکہ انہیں اپنی دینی علمی مذہبی حیثیت کے ساتھ اس بات کا شدید احساس تھا کہ ہندوستانی مسلمانوں کے تعلق سے انہیں بارگاہ ذوالجلال میں جواب دہ ہونا ہے۔ یہ ان پر ان کے رب کا خصوصی فضل اور ان کے مرشد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا فیضان اتم تھا کہ علم و فضل کے بڑے بڑے پہلوان لڑکھڑا گئے وہاں علامہ حامد علی فاروقی ثابت قدم رہے۔

تحریک ہجرت، تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، تحریک نان کو آپریشن، تحریک ترک گاؤں کشی وغیرہ میں بڑے بڑے نامی گرامی قسم کے علماء نے جو ٹھوکریں کھائیں اور بڑی لغزشیں کی تھیں اس پر ان کے استاذ و مرشد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا شرعی احتساب بھی سامنے تھا جس نے ان کو شرعی حرمتوں کی پامالی سے محفوظ رکھا۔

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی

سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزند

صف بہ صف اکابر و اساطین امت جزینت فرش گیتی و مصابح الارض تھے ان کے

درمیان آپ کا جو مقام و رتبہ تھا وہ تو مجدد اعظم امام احمد رضا کی نسبت تلمذ و نسبت بیعت و اجازت اور ان کے خصوصی فیضان سے ظاہر تھا۔ رہ گیا سیاسی میدان تو اس میں بھی آپ کی قامت زیبائی اقتدار و وقت کے دالوں، دریوزہ گروں، بہروپیوں اور ملت فروشوں کے امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد سے کچھ سوا ہی تھا۔ یہ آپ کی فراست مومن ہی تھی کہ انگریزوں کے خلاف ہندوستانیوں کی جدوجہد ”کرویامرو“ کی منزل میں داخل ہو گئی تو آپ نے آگے بڑھ کر مجاہدین کی اگلی صف میں اپنے لیے جگہ بنائی پھر آگے چل کر آپ نے علاقہ مدھیہ پردیش سے چھتیس گڑھ جو آج خود ایک صوبہ ہے، مسلمانوں کی طرف سے ”بھارت مت چھوڑو“ تحریک کی قیادت کی اور کامل جدوجہد و جاں فشانی کے ساتھ اس تحریک کو کامیابی سے ہم کنار کیا، جب ملک آزاد ہو گیا کانگریس اور مسلم لیگ دونوں نے اپنے اپنے ٹارگٹ حاصل کر لیے تو دیگر علمائے اہل سنت و مشائخ کرام کی طرح منزل پر پہنچنے کے بعد اپنی مسجدوں، درگاہوں اور خانقاہوں تک محدود ہو کر نہیں رہ گئے بلکہ پوری تب و تاب جاودانہ کے ساتھ میدان عمل میں جے رہے اور بڑی جواں مردی و استقامت کے ساتھ ہجرت کے نام پر مسلمانوں کی بھگدڑ کو روکتے رہے۔

تقسیم ملک کے نتیجے میں پورے ملک میں مسلمانوں کے خلاف آتش فشاں پھٹ چکا تھا، تمام ملک ماتم کدہ بنا ہوا تھا، خصوصاً شمالی ہند کے لوگ سر پر پیر رکھ کر بھاگ رہے تھے، اپنے قیمتی اثاثے کو کوڑیوں کے دام بیچ کر ہزاروں لوگ اپنا سب کچھ چھوڑ کر صرف اپنی جانوں کو لے کر بھاگ رہے تھے کہ کسی طرح سے جان ہی بچ جائے۔ مسلمانوں کے سر پر تقسیم ملک کا بڑا الزام رکھ کر انہیں تباہ و برباد کیا جانے لگا حالانکہ تقسیم ملک کی

اصل ذمہ داری کانگریس کی ہندو قیادت تھی جس میں پنڈت نہرو، سردار پٹیل آگے آگے تھے، ایک کو ہندوستان کا وزیراعظم بننا تھا اور دوسرے کو وزیر داخلہ۔ اگر ملک تقسیم نہیں ہوتا تو اتنی بڑی کرسی تک پہنچنا تقریباً ان کے لئے ناممکن تھا کہ ملک اگر تین طبقوں میں بٹتا تو اس کرسی کے لیے ان سے کہیں زیادہ قابل اور اہم لوگ تھے۔ یہ مستقل ایک بحث ہے کہ ملک کی تقسیم کے اصل ذمہ دار مسلمان تھے یا کانگریسی ہندو! مگر تفصیلی بحث کا جو نچوڑ نکلے گا اس میں ملک کی تقسیم کا اصل ذمہ دار کانگریس کی ہندو قیادت ہوگی۔ بہر حال جو بھی ہو لیکن قیامت مسلمانوں پر ٹوٹی۔ ایسے رستا خیز ماحول میں مسلمانوں کو سنبھالنا، انہیں روکنا، دلاسا دینا، ڈھارس بندھانا، ان کے آنسو پوچھنا آسان کام نہیں تھا، مگر آپ نے بڑی بالغ نظری اور دل سوزی کے ساتھ پاکستان جانے والوں کو روکا، انہیں مخاطب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا نے بہت پہلے فرمایا تھا، دشمن ہمارے لیے تین باتیں چاہتا ہے۔

۱۔ سب سے پہلے ہماری موت تاکہ معاملہ ہی ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔

۲۔ اور اگر یہ نہ ہو سکے تو جلا وطنی

۳۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو آخر میں عاجز و مجبور بنانا چاہیگا۔

ایک بار تم نے ہجرت کر کے دیکھ لیا مگر اس میں سوائے بربادی کے کچھ ہاتھ نہ آیا آج پھر تم یہاں سے جا رہے ہو مگر جانے سے پہلے سوچو، سمجھو پھر کوئی فیصلہ کرو، بھارت کی زمین پر ہم نے صدیوں حکومت کی ہے، دہلی کے لال قلعہ کی بلند پیشانی ہماری عظمتوں کی جیتی جاگتی تصویر ہے ایسی حالت میں یہاں سے پاکستان چلے جانا

سوائے بربادی کے کچھ نہیں۔

تم کہاں جا رہے ہو؟ خواجہ کی دھرتی تمہیں آواز دے رہی ہے، مخدوم و سمناس کا آستانہ تمہیں آواز دے رہا ہے، تمہارے اجداد کی ہڈیاں تمہیں پکار رہی ہیں، خواجہ کا آستانہ چھوڑ کر تم کہاں جاؤ گے؟ سرکار اعلیٰ حضرت کے فیضان سے بھاگ کر تم کیسے جی سکو گے؟ مخدوم پاک کا سایہ چھوڑ کر تمہیں کہاں چین ملے گا؟ الخ

(ہفتہ روزہ ہمارا قدم دہلی ۱۷/ جنوری ۱۹۷۱ء)

الغرض آپ نے مسلمانوں کو روکنے کے لیے رات دن ایک کر دیا انہیں طرح طرح سے سمجھایا آپ کی دل سوزی رنگ لائی اور علاقہ چھتیس گڑھ اجڑنے سے بچ گیا۔

تقسیم ملک کے بعد پورے ملک کے لیے آئین تشکیل دینے اور دستور بنانے کا وقت آیا تو ملک کے تمام حصوں سے بڑے بڑے دانشور، ارباب سیاست و اصحاب الرائے کو بلایا گیا۔ اسکے لئے علاقہ چھتیس گڑھ سے خصوصیت کے ساتھ علامہ حامد علی فاروقی صاحب کو بلایا گیا۔ تمام ہندوستانیوں بالخصوص مسلمانوں کے دستوری حقوق کے لیے آپ سے مشورے لیے گئے۔ عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ قانون پر بھی آپ کی بڑی گہری نظر تھی۔ آپ کے قیمتی مشوروں سے پنڈت جواہر لال نہرو کافی متاثر ہوئے۔ چنانچہ ۱۹۵۱ء میں جب مسلمانوں کے لیے ان کے شرعی قانون کے مطابق آئین اور عائلی قانون بنانا ہوا تو دیگر بڑے اہم لیڈروں کے ساتھ خصوصی طور پر آپ کو رائے پور چھتیس گڑھ سے الہ آباد آئند بھون میں بلوایا گیا اور مسلمانوں کے لیے آئین سازی میں آپ سے مشورے اور مدد طلب کی گئی۔ پنڈت جواہر لال نہرو آپ سے بے حد متاثر تھے اور آپ کی قابلیت پر انہیں بڑا اعتماد تھا اس لیے وہ اپنے ہر اہم سیاسی

جلسوں میں آپ کو اپنے آگے آگے رکھتے تھے کیوں کہ اس زمانے کے جلسوں میں انسانی سیلاب لانے کے لیے علامہ فاروقی کا نام کافی ہوا کرتا تھا۔ حضرت علامہ پر پنڈت نہرو کے اعتماد کا عالم یہ تھا کہ جب ۱۹۵۲ء میں پھول پور الہ آباد سے الیکشن لڑے تو محسن ملت ہی کو اپنا الیکشن انچارج بنایا تھا۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ملک کی آزادی کے بعد اس کی تعمیر و تشکیل، سیاسی ایوان اور مسلم نمائندگی میں انہیں لوگوں کا نام کیوں سامنے بار بار آ رہا ہے۔ امام الہند، شیخ الاسلام وغیرہ بالخصوص ابوالکلام آزاد کے نام کا سیاسی غلغلہ، مولانا آزاد یونیورسٹی، مولانا آزاد لائبریری، مولانا آزاد مالیاتی کارپوریشن وغیرہ پارلیمنٹ ہاؤس میں بڑے دنگ لیڈروں کے ساتھ مولانا آزاد کافوٹو جس سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ملک کی آزادی میں ہندو کانگریسی لیڈروں کے ساتھ صرف مولانا آزاد نے ہی مسلمانوں کی طرف سے سب سے بڑی قربانی دی ہے، صرف وہی قید و بند کی صعوبتوں سے گزرے ہیں، صرف وہی جان ہتھیلی پہ لیے ہوئے تھے اور تنہا ہی اپنے حواریں کے ساتھ مسلمانوں کے قائد و عظیم رہنما تھے بقیہ علمائے دین و دانشور خاموش تماشا کی یا الجواب صحیح کی منزل میں تھے۔ بابائے سیاست علامہ سید فضل الحسن حسرت موہانی، مولانا شوکت علی، علامہ حامد علی رائے پوری، علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی، محدث اعظم ہند مولانا سید محمد کچھوچھوی، علامہ سید سلیمان اشرف بہاری، مجاہد ملت حضرت علامہ محمد حبیب الرحمن قادری، حافظ ملت مولانا حافظ عبدالعزیز مراد آبادی ثم مبارکپوری، حضرت علامہ سید انوار اللہ حسینی حیدر آبادی، علامہ مفتی مظہر اللہ دہلوی، علامہ مفتی برہان الحق جبلمپوری، حضرت علامہ ہدایت اللہ لکھنوی، تاج العلماء حضرت مولانا سید محمد میاں مارہروی، قطب عالم حضور مفتی اعظم ہند بریلوی، حضرت علامہ حشمت علی خاں لکھنوی آپ نے

تو مسلم لیگ کے تعلق سے اپنے موقف بہت واضح طور پر بیان کرتے ہوئے سخت الفاظ میں اس سے اپنی برأت بھی ظاہر کی ہے۔ آخر الذکر کا عالم یہ تھا کہ جس شہر میں پہنچ جاتے مسلم لیگ کا تعز یہ ٹھنڈا ہو جاتا اور وہاں اس کے صرف مرثیہ خواں ہی رہ جاتے۔

کیا مورخین آزادی و کانگریسی قیادت کو عظمت و عزیمت کے یہ بلند مینار نظر نہیں آئے؟ سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے یہ قائدین جو کروڑ ہا ہندوستانی مسلمانوں کے نمائندہ و ترجمان تھے کیوں نظر انداز کیے گئے؟ ذرائع ابلاغ نے بھی انہیں نظر انداز کیا یا کرایا گیا جب کہ تقسیم ملک کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کو ہجرت سے روکنے، ان کو سنبھالنے، ان کے زخموں پر مرہم رکھنے، ان کی دلجوئی و ڈھارس بندھانے میں ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں مگر سارا سہرا اقتدار و وقت کے دلالوں، ضمیر و ملت فروشوں کے امام الہند اور ان کے ہاں میں ہاں ملانے والے چند حواریوں کے سر باندھ دیا گیا اور ساڑھے تین کروڑ مسلمانوں کے دستوری حقوق کو نظر انداز کر کے ان کے حقوق کی جوڑ کوۃ بنتی تھی اس کا ایک حقیر حصہ سرکاری نوازشات کی شکل میں ان کی جھولی میں ڈال دیا گیا۔ یہ انعام تھا جو کروڑوں مسلمانوں اور ان کے باقیات جو آج بیس کروڑ کی تعداد میں ہیں ان کے اجتماعی مفاد سے غداری کا۔

انہوں نے اپنے الفاظ کے جادو، سیاسی داؤں پیچ اور اگر مگر سے اسلامیان ہند کا جو عظیم نقصان کیا کانگریس کی ہندو قیادت کے اشارے پر اس کی خوشنودی اور اپنے جاہ و منصب اور چند روزہ حیات مستعار کو پر تعیش بنائے کے لیے مسلمانوں کے ساتھ وہ وشواش گھات کیا جو بنگال میں جعفر اور میسور میں صادق کر چکے تھے۔ مگر ان دونوں جگہوں میں ایک بڑا واضح فرق یہ تھا کہ وہ خالص دنیا دار تھے، انہوں نے حصول دنیا کی

کوشش دنیاوی لباس میں کی۔ علم و فضل کی کوئی سند ان کے ساتھ تھی اور نہ ہی امام الہند کو کائی طغہ ان کے پاس تھا نہ ہی وہ اِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ کے صفت سے متصف تھے، نہ ہی ان کے پاس ابوالکلام آزاد کی طرح کوئی لباسِ حضر تھا، نہ کوئی روشن و تابناک مذہبی گراؤنڈ! نہ ہی ان کے ہاتھوں میں کلام اللہ کی تفسیر کا قلم۔ ان حالات و خصوصیات کے پیش نظر مسلمانوں کے اجتماعی اور سیاسی مفادات کے تعلق سے امام الہند کے جرم کی سنگینی کئی گنا ان گنہ گاروں سے زیادہ بڑھ جاتی ہے جن کے بارے میں ڈاکٹر اقبال کو کہنا پڑا تھا کہ ۔

جعفر از بنگال صادق از دکن  
نگ ملت نگ دیں نگ وطن

یہ ایک تفصیل و تحقیق طلب بحث ہے سر دست صرف دو مثالیں دیکر آگے بڑھ جاؤں گا۔ تقسیم ملک کے بعد ہندوستان میں رہ جانے والے ساڑھے تین کروڑ مسلمانوں کو سیاسی سرگرمیوں سے روکنے اور کانگریس سے مسلمانوں کی غیر مشروط وفاداری کے لیے گاندھی جی، پنڈت جواہر لال نہرو اور سردار بلھے پٹیل کے اشارے پر مولانا آزاد نے کمر ہمت کسی اور مسلمانوں کو سیاسی موت کی تلقین اور کانگریس کی غیر مشروط غلامی کے لیے لکھنؤ میں مسلمانوں کی ایک کنونشن بلائی اس پر ایک گھر کی شہادت ملاحظہ ہو۔ اس بدترین صورت حال اور تلخ ترین حقیقت پر تبصرہ کرتے ہوئے مسلم مجلس اتر پردیش کے سابق رکن خصوصی اور موجودہ ممبر آف پارلیمنٹ مشہور سماجی شخصیت جناب ارشد صدیقی اعظمی کے والد محمد الیاس اعظمی یوں رقمطراز ہیں:

اپنی بزدلانہ بھگدڑ کو ہجرت کا مقدس نام دے کر انہوں نے باصلاحیت افراد کے پورے کھپ کی بھگدڑ کا جو جواز تلاش کر لیا۔ رہی سہی کسر مولانا آزاد نے اس وقت پوری

کردی جب انہوں نے ۱۹۴۸ء میں ”لکھنؤ کنونشن“ کے ذریعے مسلمانان ہند کی اجتماعی سیاست سے توبہ کرادی۔ اس طرح ”مسلم ماس کنڈیکٹ“ کا تہ اس ہاتھ سے لکھوایا گیا جس کی انگلیوں میں کلام اللہ کی تفسیر کی روشنائی لگی ہوئی تھی۔

تبیح توڑنے میں خود ان کا ہاتھ ہے  
جو آج کہہ رہے ہیں کہ دانے بکھر گئے

(پیام زندگی ص ۱۸، از محمد الیاس اعظمی، بحوالہ آل انڈیا تبلیغ سیرت ایک تاریخ ص ۲۸)

اسی کی تائید میں مزید ایک بڑی اہم شہادت ملاحظہ ہو:

اسی زمانے میں کانگریسی حکومت کے اشارے پر ایک آزاد مسلم کانفرنس لکھنؤ میں بلائی گئی، مولانا آزاد اس میں پیش پیش تھے اور ان کی خواہش تھی کہ مسلم لیگ زعماء بھی اس کانفرنس میں شریک ہو کر ذہنوں کی تبدیلی کی تلقین کریں اور مسلمانوں کو حالات کے مطابق بدل جانے پر آمادہ کریں۔ یوپی مسلم لیگ نے پانچ افراد پر مشتمل ایک وفد مولانا آزاد سے گفت و شنید کے لیے ترتیب دیا اس گفت و شنید کی داستان مولانا حسرت موہانی کے ۲۷/ دسمبر ۱۹۴۷ء کے روزنامے سے پیش کی جاتی ہے:

”آج صبح دس بجے ناشتہ خورن و اخبارین سے فارغ ہو کر کل کے فیصلے کے مطابق ہم پانچ نمائندے رضوان اللہ، حسرت موہانی، ذاکر علی، فاروق اور نفیس الحسن ۱۱/ بجے کے قریب کارلٹن ہوٹل ابوالکلام صاحب سے بات چیت کرنے پہنچے۔ مختصر گفتگو ہی کے دوران معلوم ہو گیا کہ میں نے جلسہ مشاورت میں جو بدگمانیاں مولانا ابوالکلام کی نیت کے متعلق ظاہر کی تھیں وہ خود ان کے زبانی بھی تحقیق ہو گئی انہوں نے صاف صاف اقرار کیا کہ آج کی کانفرنس کا صرف ایک مقصد ہے وہ یہ کہ تمام مسلم ادارے سیاسی حیثیت سے ختم ہوں، کل فرقہ وارانہ جماعتیں کانگریس میں مدغم ہو جائیں اس پر ہم لوگ یہ کہہ

کر چلے آئے، تو ہم لوگوں کی شرکت بالکل بے کار ثابت ہوئی۔ دوران گفتگو چلتے چلتے ایک فقرہ میں نے ابوالکلام کے متعلق چست کر دیا جس سے ان کی ساری کارستانیوں پر پانی پھر گیا اور جس سے وہ انتہا درجہ بھنائے میں نے ان سے کہا کہ ۱۸۵۷ء میں برٹش گورنمنٹ کی بدگمانیاں رفع کرنے کی غرض سے جس طرح سے سرسید نے مسلمانوں کو صرف تعلیمی اور سماجی امور پر زور دینے اور سیاسی وفاداری برطانیہ کی تلقین کی تھی اسی طرح ۱۹۴۷ء میں آپ کانگریس کے ساتھ مسلمانوں کو بلا شرط وفاداری سکھاتے ہیں اور اسلامی اداروں کو سماجی امور کے لیے محدود کر دینے کے درپے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔“

(مقدمہ کلیات حسرت موہانی ص ۴۶ مطبوعہ فرید بکڈ پومبی)

بغیر کسی تبصرہ کے آگے بڑھے مولانا آزادی کی ضمیر فروشی اور مسلمانوں کو بیوقوف بنانے کا ایک نظارہ اور دیکھیں۔

”مجھ سے زیادہ کوئی شخص اس بات کا خواہشمند نہ ہوگا کہ مسلمان کانگریس میں شریک ہوں لیکن مسلمان سے صاف صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ وہ اگر معاملے کو اس صورت میں دیکھ کر قدم اٹھانا چاہتے ہیں (یعنی اقتدار میں شرکت کی شرط پر) تو بہتر ہے کہ شرکت کا نام ان کی زبان پر نہ آئے۔ اگر کانگریس میں شریک ہونا چاہیں تو صرف اس لیے کہ انہیں اپنے اوپر بھروسہ، اس لئے نہیں کہ دوسروں نے انہیں بھروسہ دلایا ہے، بلاشبہ میں آرزو مند ہوں کہ مسلمان میدان میں اتریں لیکن میں تمہیں اس طرح میدان میں دیکھنا چاہتا ہوں جس طرح ایک بہادر، بے خوف آدمی میدان کی طرف رخ کرتا ہے، خود اعتمادی سے سراٹھا ہو، عزم و یقین سے سینہ تٹا ہو، وہ میدان کے خطروں سے بے خبر نہیں ہوتا۔ یہ خطرے ہر طرف سے نہیں آسکتے ہیں مگر وہ جانتا ہے کہ خطروں کے لیے اسے دوسروں کی طرف نہیں دیکھنا خود ہی اپنی ہمت و پامردی پر اعتماد کرنا ہے

لیکن اگر وہ اس طرح سے میدان میں انہیں اتر سکتے اور ساتھیوں سے شرطیں منوانے کی فکر میں ہیں تو میں بلا تامل اپنی ساری آرزوؤں سے دست بردار ہو جاؤں۔“

اس سے زیادہ برصغیر کے ۹ کروڑ مسلمانوں کو بے وقوف بنانے کا نسخہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ کانگریس میں شامل ہو جائیں لیکن ان کی کوئی بھی شرط نہیں مانی جائے گی۔ یہ بات ایک دو آدمی کی نہیں تھی نو کروڑ مسلمانوں کے تحفظ کا مسئلہ تھا جسے مولانا آزاد ذرہ برابر بھی اہمیت نہیں دینا چاہتے تھے کیوں کہ ایسا کرنے سے گاندھی و پنڈت جواہر لال نہرو کے ناراض ہونے کا خطرہ تھا کیسی عجیب بات ہے کہ ایک شخص اپنے آپ کو خطرے سے بچانے کے لیے ۹ کروڑ مسلمانوں کے مستقبل کو خطرے میں ڈالنے کی بات کرتا ہے اس سے زیادہ خود غرضی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔

(مولانا آزاد اور مسلمان، ابراہیم اشک ص ۴۰ بحوالہ سہ ماہی الکوثر سہرام جو شمارہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۰ء)

ملک کے ہزارے کے بعد مولانا آزاد ہندوستان کے وزیر تعلیم بنائے گئے۔ وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو ان کی بات سننے اور ماننے بھی تھے۔ یہ بھی سننے میں آیا کہ وہ مولانا ابوالکلام آزاد کا بڑا احترام بھی کرتے تھے ایسی حالت میں مسلمانوں کو تعلیمی پس ماندگی سے باہر نکالنے کے لیے مولانا آزاد بڑا اہم رول ادا کر سکتے تھے لیکن بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ انہوں نے اس سلسلے میں کچھ نہیں کیا۔ سرسید کے سر پر کسی حکومت کا سایہ نہیں تھا لیکن قوم کے لیے جذبہ صادق اور خلوص ایسا تھا کہ بغیر کسی وزارت کے تمام ہندوستانی مسلمانوں میں تعلیمی بیداری پیدا کر دی، مولانا جواہر کی کوششوں سے جامعہ ملیہ کی بنیاد پڑی لیکن مولانا آزاد کے دور میں وہ زبان جس کی وجہ سے مولانا آزاد صحافت اور ادب میں جانے گئے سیاست میں مانے گئے وہی زبان اردو تعلیمی مدرسوں سے بے دخل ہوتی رہی اور مولانا آزاد خاموش تماشائی کی طرح اپنی



وزارت کی کرسی سے چپکے رہے۔ اردو کو پہلے گاؤں سے بے دخل کیا پھر قصبوں اور پھر شہروں سے۔ رام پور، بھوپال، ٹونک، علی گڑھ، بریلی، امر وہا، جاوہ اردو کے مراکز سمجھے جانے والے نہ جانے کتنے ہی مرکز ایسے اجڑے کہ دوبارہ بسنے کا نام نہیں لیا۔ مولانا آزاد ہندوستان کے وزیر تعلیم امام الہند کے بادیگرے اردو مراکز کے اٹھنے والے ان جنازوں پر فاتحہ پڑھتے اور سگریٹ کا دھواں اڑاتے رہے۔ قوم کی اصلاح کرنے والا وہ مولانا ابوالکلام آزاد جو کانپور کے شہیدوں کے لیے تڑپ اٹھتا تھا، ان کی برسیاں منانے کے لیے مسلمانوں کو لکارتا تھا، ان کے مرثیے پڑھنے کے لیے آواز دیتا تھا، سیاست کے گہرے غاروں میں نہ جانے کہاں سو گیا، مسلمانوں کی تعلیمی پس ماندگی بڑھتی جا رہی ہے ان کی زبان، تہذیب و تمدن، سماجی و سیاسی حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔ ہندوستان میں ان کی وفاداری کا ثبوت یہ مانا جاتا ہے کہ وہ سلمان رشدی جیسے ملعون کی تعریف کریں، تسلیمہ نسرین کے نام پر قصیدہ خوانی کریں، بابر مسجد کی شہادت کو جائز قرار دیں، سول کوڈ کو خوشی سے مان لیں، ورنہ نسل در نسل چلی آرہی قربانیوں کو بے کار سمجھا جائے گا۔ یہ سب مولانا آزادی کی رہنمائی نے ہمیں دیا ہے جسے ہمیں ہی نہیں ہماری آنے والی وطن پرست نسلوں کو بھگتنا ہے۔ ایک انسان کی خود غرضی کتنی نسلوں کو تباہ کرتی ہے یہ اس سے ظاہر ہے۔

(مولانا آزاد اور مسلمان، از ابراہیم اشک، سہ ماہی الکوثر سہرام شمارہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۰ء ص ۴۴)

”مسٹر ابوالکلام آزاد جن کا شمار صف اول کے مسلم کانگریسی لیڈروں میں ہوتا تھا انہوں نے ناگپور کیمپ کی مسجد میں جمعہ پڑھایا اور خطبہ میں جہاں خلفائے اربعہ و اہل بیت کی تعریف کی جاتی ہے ان کی جگہ گاندھی کی تعریف کی اور انہیں ستودہ صفات کہا۔“ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۱۱)

”میرا عقیدہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمان اپنے بہترین فرائض انجام نہیں دے سکتے جب تک کہ وہ احکام اسلامیہ کے ماتحت ہندوستان کے ہندوؤں سے پوری سچائی کے ساتھ اتحاد و اتفاق نہ کر لیں۔ یہ اعتقاد قرآن مجید کے نص قطعی پر مبنی ہے۔“ (خطبات آزاد ص ۴۷ بحوالہ جہان مفتی اعظم مطبوعہ رضا اکیڈمی از مولانا تطہیر احمد مصباحی ص ۸۰۳)

”مسلمانوں کو اپنے حقوق کے تحفظات کے لیے گورنمنٹ برطانیہ کی طرف نہیں دیکھنا چاہئے۔ انہیں برادران وطن (ہندوؤں) کی طرف دیکھنا چاہئے، ان سے بدگمان نہیں رہنا چاہیے بلکہ جوق در جوق کانگریس میں شریک ہونا چاہئے۔ کانگریس کے ہاتھوں میں ان کے حقوق بالکل محفوظ ہیں۔“ (ارمغان آزاد ص ۵۷۱ ابوسلمان شاہ جہاں پوری)

قرآن کا انکار کرتے ہوئے کانگریس کی ہندو قیادت کی خوشنودی اور ہندوؤں میں ہر و عزیزی اور مسلمانوں کو ہندوؤں کی طرف راغب کرنے کے لیے جمعیۃ اہل حدیث کانفرنس منعقد ۱۹۴۳ء کلکتہ میں تقریر کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ:

”اسلام اور مسلمانوں کا حریف اگر کوئی ہو سکتا ہے تو عیسائی مذہب اور عیسائی قوم ہے دوسرا کوئی نہیں۔“ (خطبات آزاد ص ۲۴۹ بحوالہ جہان مفتی اعظم ص ۸۰۳ مولانا تطہیر احمد مصباحی)

حالاں کہ بصیرت سے محروم اس امام الہند و مفسر قرآن کی کیا بصارت بھی زائل ہو گئی تھی جسے قرآن مجید کا یہ واضح فرمان دکھائی نہیں دیا؟

تَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا. لَيْسَ مَا قَدَّمْتُ لَهُمْ أَنْفُسُهُمْ أَنْ سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمُ الْخَالِدُونَ (چھاپارہ سورہ مائدہ رکوع ۱۰)

”ان میں تم بہت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں کیا ہی بری چیز ہے اپنے لیے خود آگے بھیجی یہ کہ اللہ پران کا غضب ہو اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔“

پھر اسی پارہ ور کوغ میں ایک آیت کے بعد یوں ارشاد ہو رہا ہے:

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا  
وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ  
قِسِيَّيْنِ وَرُهْبَانًا وَآتَهُمْ لَا تَسْتَكْبِرُونَ.

”ضرورتاً تم مسلمانوں کا سب سے بڑھ کر دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے اور ضرورتاً تم مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے جو کہتے تھے ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لیے کہ ان میں عالم اور درویش ہیں اور یہ غور نہیں کرتے۔“

سچ ہے کہ رع خدا جب دین لیتا ہے تو عقلیں چھین لیتا ہے

چندر روزہ حیات مستعار اور منصب و جاہ کے لیے نہ تو اپنے علم و فضل کو دیکھا اور نہ ہی اپنے خاندان کی عظمتوں کو! اپنے عظیم ترین والد ماجد حضرت علامہ خیر الدین کی عظمت و جلال اور ان کے علم و فضل اور پورے عالم اسلام میں ان کی بلند قامت کی کبھی کبھی خیال نہیں کیا۔ یہ تو وہی مثال ہوئی کہ ۔

وہ شخص کہ قد جس کا ان سب سے بڑا تھا

دیکھا تو وہی غیر کے قدموں میں پڑا تھا

یہ حال ہے ہندوستانی مسلمانوں کے صف اول کے قائد اعظم ابوالکلام (مادر پدر) آزاد کا۔ اب ذرا اسی ٹولی کے دوسرے صف کے خود ساختہ مسلم قائدین اور سیاسی ایوان میں مسلمانوں کے خود ساختہ نمائندگان اور ان کی جماعت کا تفصیل میں نہ جاتے ہوئے اس کی چند جھلکیاں پیش کریں گے تاکہ یہ سمجھنے میں آسانی ہو کہ یہی حکومت کی آنکھوں کے تارے، راج دلارے اور کانگریسی حکومت اور اس کے ضائد کے دل و نگاہ کے

تسکین کے سماں کیوں؟

ایسا ہرگز نہیں تھا کہ رع سر میدان کفن بردوش دارم

کے مصداق صرف ابوالکلام آزاد اور جمیعۃ العلماء ہند کے شیخ الہند و شیخ الاسلام مولانا محمود الحسن و حسین احمد مدنی ہی تھے بلکہ سیکڑوں و ہزاروں علماء و مشائخ آزادی وطن کی خاطر اپنی جانوں کو ہتھیلی پہ لئے ہوئے تھے اور پھانسی کے پھندوں کو چوم کر ”من از سر نو زندہ کنم دارورن“ کی عملی تفسیر تھے مگر اس طبقہ خاص نے آزادی وطن کے ساتھ ساتھ قدم قدم پر شرعی حرمتوں کا احترام بھی ملحوظ رکھا، مخلوق کی خوشنودی پر خالق کی خوشنودی و رضامندی کو مقدم جانا، اپنے موقف یعنی حصول آزادی پر استقلال و استقامت کے ساتھ دامن اعتدال کو ہاتھوں سے نہیں جانے دیا۔ انہیں گاندھی، نہرو، پٹیل اور جناح کے بجائے اللہ و رسول (جل جلالہ و علیہ السلام) کی رضا و خوشنودی مطلوب تھی۔ ہزار سالہ محکوم رہنے والی ہندو اکثریت کے لیڈران آزادی کے بعد اپنی حاکمیت اعلیٰ کے آرزو مند تھے تو انہیں ہزار سالہ پر شکوہ بادشاہت کے وارثوں کو جو دس کروڑ کی تعداد میں تھے، انہیں محکومیت اور دوہری غلامی سے بچانے کے لیے مسلمانوں کے سچے اور مخلص قائدین اور علماء و مشائخ مسلمانوں کی محکومیت کو کیسے برداشت کر سکتے تھے، ہندوستان کے علماء و مشائخ اور پیران کرام نے اس خصوص میں بڑا موثر کردار ادا کیا اور مسلمانوں کو ہندوؤں کی غیر مشروط غلامی سے بچانے کی بھرپور کوشش کی۔ دوسری طرف مولانا ابوالکلام آزاد اور جمیعۃ العلماء کے مٹھی بھر افراد تھے جو تقسیم ملک کے بعد میدان خالی پا کر خوب کھیل کھیلے، کیوں کہ تقسیم ملک اور تشکیل پاکستان کے بعد اصحاب بصیرت اور حاملین کردار و عمل جن میں بڑے بڑے امراء، روسا، نوابین، والیان ریاست، اہل دولت و ثروت اور اصحاب اثر و نفوذ بالخصوص قد آور اور اہم ترین علماء و مشائخ کی غالب ترین اکثریت

ہجرت کے نام پر ترک وطن کر گئی۔ انتقال مکانی کے وقت پورے ملک میں مسلمان ہلاکت و بربادی سے گذر رہے اور رہ جانے والے مسلمان جس آگ و خون کے دریا میں ڈوبے، کروڑوں، اربوں کے املاک تباہ و برباد ہوئے، لاکھوں عفت آب عورتوں کی حرمت و ناموس پامال ہوئے۔ حالات کی برہمی کے پیش نظر رہ جانے اور کسی بھی قیمت پر اپنا وطن ہندوستان نہ چھوڑنے والے شخصیات و رجال بہت برداشتہ خواطر ہوئے۔ ان عظیم ہلاکتوں اور بربادیوں کے پیش نظر خوف زدہ بھی ہو گئے۔ کیوں کہ آزادی وطن کے ساتھ ایک حکومت الہیہ کی تشکیل کے لیے سب سے زیادہ پر جوش و کفن بردوش جلیل القدر علمائے اہل سنت و مشائخ اہل سنت و پیران عظام ہی تھے جن کا علمی و روحانی و ایمانی رشتہ براہ راست یا بالواسطہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا محدث بریلوی سے تھا۔ کئی نسبتوں اور حوالوں سے امام احمد رضا بریلوی ہی ان کے فکر و نظر کے محور اور ساتھ ہی مرکز عقیدت بھی تھے۔ یہ وہ حقائق تھے جن کے پیش نظر رہ جانے والے اہم ترین اور چوٹی کے علماء و مشائخ و پیران عظام نے خود کو صرف مذہبی دائرے تک محدود کر لیا اور کچھ اپنے حزم و اتقاء کے سبب اپنی مسجدوں و خانقاہوں تک محدود رہ کر بندگان خدا کے رشد و ہدایت کے فریضہ میں خود کو مصروف کر لیا۔ کچھ خالص علمی شخصیات تھیں جو پہلے بھی دینی درسگاہوں تک محدود تھیں اور جو مرد میدان تھے انہوں نے بھی اشاعت دین و سنت اور خالص دینی و مذہبی خطابت کو اپنا میدان منتخب کر لیا اور بادل ناخواستہ سیاست حاضرہ کے دروازے کو خود پر بند کر کے اسے شجر ممنوع قرار دے دیا۔ صرف چند استثنائی شخصیات کو چھوڑ کر جیسے محسن ملت حضرت علامہ حامد علی فاروقی، حضور مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمن قادری اور ان کے رفقاء تبعین، قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری، مجاہد دوراں علامہ سید مظفر حسین کچھوچھوی (ایم۔ پی۔)، نباض

وقت مولانا سید اسرار الحق کو طرہ راستہ ان اور مولانا چمن قادری وغیرہ کا جفاکش و جفا پیشہ تو بعد کا گروہ ہے۔

میدان بالکل خالی پا کر وہ طبقہ جو آزادی سے قبل ہی اپنے دین و ضمیر اور اپنے عالمانہ منصب و جاہت اور اپنے شرعی و حیثیت عرفی کو کانگریس کی ہندو قیادت کے قدموں پر گروی رکھ چکا تھا، جس کی بے ضمیری اور خوشنودی اغیار کا عالم یہ تھا کہ اپنے مذہبی تقدس و اسلامی لبادے پر کھدر پوشی کو ترجیح دی اور اس میں گاندھی و نہرو کی خوشنودی میں اتنا غلو کیا کہ ہر مسلمان کو کھدر پوش دیکھنا اس کی بنیادی ترجیح بن گئی۔ یہاں تک کہ اس مرنے والے مسلمان کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے جس کا کفن کھدر کا نہیں ہوتا تھا۔ جن کے غلامانہ و خوش آمدانہ ذہنیت پر مولانا جسٹس اکبر الہ آبادی جیسے لوگ بھی بڑے دکھ کے ساتھ کہہ پڑے۔

یہ کانگریسی مملّا تجھ کو بتاؤں کیا ہیں

نہرو کی پالیسیوں کا اردو میں ترجمہ ہیں

جو اپنے اوپر وطنیت کے بت کو مسلط کرتے وقت اسلام کے ابتدائی درخشاں تاریخ کو بھول گیا جس پر ڈاکٹر اقبال جیسے دیدہ ور، انکے شیخ الاسلام کے لبادے کو تارتار کرتے ہوئے انہیں کو آئینہ دکھاتے ہوئے یوں پھٹ پڑے۔

عجم ہنوز نہ دانند رموز دین ورنہ

ز دیوبند حسین احمد چہ بواجبی است

سرود بر سر ممبر کہ ملت از وطن است

چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست  
اگر باونہ رسیدی تمام بولہی است

ان اشعار کے بعد ڈاکٹر اقبال خاموش نہیں رہے بلکہ اپنے گراں قدر مکتوبات کے ذریعے جب دینی گرفت شدید کرتے گئے تو اپنے مقتدی مولانا اشرف علی تھانوی کی اتباع کرتے ہوئے اپنی غلطیوں کا اعتراف و رجوع کے بجائے اپنے قول کی تاویل درتاویل کا سہارا لیتے ہوئے اور اگر مگر لگاتے ہوئے اپنے موقف پر ڈٹے رہتے ہوئے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ:

”اگر اس مشورے کو (یعنی اسلام و دین و مذہب پر وطن کو ترجیح دینے کو) خلاف دین و امانت شمار کیا جاتا ہے تو اعلان کرتا ہوں کہ میں اس کو فریضہ سمجھتا ہوں۔ فذلک ذنب لست منه اتوب۔ یہ ایسا گناہ ہے جس سے میں توبہ نہیں کر سکتا۔“ آزادی اور تقسیم ملک کے بعد اس طبقے کو اندھوں میں کاناراجہ کی حیثیت حاصل ہو گئی اور جمیعہ العلماء ہند کے نام سے چڑھتے سورج کے پجاریوں، اقتدار و وقت کے دالوں اور دین و ضمیر فروشوں کا یہ طبقہ (جو مٹھی بھر افراد پر مشتمل تھا) بڑی تیزی کے ساتھ چار کروڑ ہندوستانی مسلمانوں کی مذہبی و سیاسی نمائندگی کے نام پر ابھر اور مولانا ابوالکلام آزاد کے نقش قدم پر چلتا ہوا انہیں اقتدار و وقت کے کشکول میں ڈال دیا۔

(تفصیل و تحقیق کے لیے دیکھئے الجمعۃ کا ”شیخ الاسلام نمبر“ اور مولانا جسٹس محمد تقی عثمانی بن مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی کی مبسوط و قابل ذکر سفرنامہ ”جہاں دیدہ“)

یہ جو کچھ میں نے عرض کیا یہی حقیقت ہے۔ مسلکی عصبیت نہیں۔ جس کی تائید دہلی کے مشہور و سنجیدہ ماہنامہ قاری سے بھی ہو رہی ہے اس کا دیدہ و ایڈیٹر اپنے طویل

ادارتی کالم میں رقم طراز ہیں:

”بدقسمتی سے تقسیم ملک کے بعد ملت اسلامیہ کے باصلاحیت و صاحب کردار افراد ترک وطن کر گئے اور اندھوں میں کاناراجہ کے مصداق ہندوستانی مسلمانوں کی مذہبی و سیاسی قیادت کے خود ساختہ دعویٰ دار جمیعی لیڈروں نے ارباب اقتدار سے انتہائی چالاکی و عیاری کے ساتھ ساز باز کر کے زخم خوردہ اور نیم جاں مظلوم ملت اسلامیہ کے عظیم تر مفادات کو اپنے قابلِ مذمت اقتدار کی قربان گاہ پر چڑھا دیا۔ اس طرح سیاسی میدان میں ان درباریوں کے ناپاک وجود کو زندہ رکھنے کے لئے پارلیمنٹ کی کوئی سیٹ یا اسمبلیوں کی اکاؤنٹ نشست بطور خیرات ان گدا گروں کی جھولی میں جاتی رہی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ خود ساختہ راج کمار اپنا شمارہ پانچ سواریوں میں کرنے لگے (ملخصاً) یہ ان ملت فروشوں کی خوش نصیبی تھی کہ ان کو تمام ہی اعزازات بطور نوازش خاص چور دروازے سے دیئے جاتے رہے اور ملک کی آزادی سے لے کر آج تک ان جمیعی قبر فروشوں کو یہ جرأت نہ ہو سکی کہ یہ سینہ تان کر ملت اسلامیہ کے مظلوم عوام سے اپنے قول و عمل اور افعال و کردار کی حقانیت پر سند تائید و استحسان حاصل کر سکیں۔“

(ماہنامہ قاری شمارہ جنوری ۱۹۸۸ء)

تقسیم ملک سے قبل خالص سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کی کئی تنظیمیں میدانِ عمل میں کفن بردوش تھیں، جماعت انصار الاسلام (۱۹۱۲ء)، جماعت رضائے مصطفیٰ ۱۹۲۰ء، آل انڈیائی کانفرنس ۱۹۲۵ء، کل ہند جماعت الصوفیہ جن کی ایک حیرت انگیز اور زریں تاریخ ہے۔ مگر تقسیم ملک و تشکیل پاکستان کے بعد ان کی حیثیت و افادیت و اہمیت کی جہتیں بدل گئیں۔ ایسا بھی نہیں تھا کہ ہندوستان میں رہ جانے والے اہم

ترین اکابرین اہل سنت و اساطین امت نے مسلمانوں کو لاوارث چھوڑ دیا بلکہ انہوں نے سواد اعظم و اسلامیان ہند کو آل انڈیا تبلیغ سیرت، آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ اور آل انڈیا سنی جمیعۃ العلماء جیسی اہم ترین تنظیمیں دیں جو اپنے اپنے وقتوں میں کافی سرگرم عمل رہیں، چونکہ جمیعۃ العلماء جو کانگریس کے مفاد کے بطن سے ۱۹۲۰ء میں پیدا ہوئی تھی اور مسلمانوں کو غیر مشروط طور پر کانگریس کی غلامی میں ڈالنے کے لئے بطور ایک چال تھی گویا اس نے اپنے سیاسی بساط پر کچھ مذہبی پہرے بٹھا دیئے تھے جسے جمیعۃ العلماء کا نام دے دیا تھا جس کی اس نے مسلسل نصف صدی تک آبیاری کی، اس کو سرکاری نوازشات کے ذریعہ مضبوط کیا اور ہر حال میں اس کی سرپرستی کی اور آج بھی کسی نہ کسی حد تک وہ رسم و فانیہ رہی ہے اور کانگریس نمک خوار ہر منزل اور ہر موڑ پر حق نمک ادا کرتے رہے جس کی ایک واضح مثال ۱۹۷۷ء میں اندرا گاندھی کے زوال کے بعد بدعنوانیوں کے الزام میں اندراجی کو جتنا پارٹی حکومت نے جیل میں ڈال دیا جس کے لیے جمیعۃ العلماء ہند کے صدر مولانا اسعد مدنی نے شدید احتجاج کے طور پر اندرا گاندھی اور کانگریس قیادت کی خوشنودی کے لیے اپنی رضا کارانہ گرفتاری پیش کی اور خود کو اپنے حواریوں کے ساتھ داخل زنداں کیا اور اندرا گاندھی کو جیل سے باہر لانے کے لیے پورے ملک میں ”ملک و ملت بچاؤ“ تحریک چلائی جس کو اہل نظر نے ”ملک و ملت بچ آؤ“ کا نام دیا۔ گویا جمیعۃ العلماء کے نزدیک اندرا گاندھی کا تہاد وجود ملک بھی تھا اور ان کا ملت بھی! غالباً اسی لیے دارالعلوم دیوبند کے جشن صد سالہ کے اجلاس کا افتتاح بھی علمائے دیوبند نے اپنی ملت اندرا گاندھی سے کرایا تھا وہ بھی عرب و عجم کے علماء کی موجودگی میں! جس پر پورے ملک سنے ان کے اپنوں نے بھی لعنت و ملامت کا سلسلہ بہت دنوں تک جاری رکھا تھا کیوں نہ ہو کہ یہ اس باپ کے بیٹے تھے

جس نے وطن کو ملت پر ترجیح دی تھی اور ہمیشہ کے لیے ڈاکٹر اقبال کی طرف سے ”عجم ہونو نہ داندر موز دیں“ کا تمغہ حاصل کیا تھا تو سعادت مند بیٹے نے الولد سر لا بیہ کے تحت اگر کانگریسی قیادت کو اپنی ملت ہی بنا ڈالا تو اس میں تعجب ہی کیا ہے۔

خوشامدوں میں نہیں عظمت وفا یارو

اگر ضمیر ہے زندہ تو آؤ سچ بولیں

یہ ایک مثال ہے ورنہ جمیعۃ العلماء کے قیام ۱۹۲۰ء سے لے کر جناب اسعد مدنی کی حیات تک طویل دور کا تنقیدی جائزہ لیا جائے تو مجلات تیار ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مٹھی بھر افرادی قوت کے باوجود وہ ایوان سیاست میں چودہ کروڑ مسلمانوں کے نمائندہ خود ساختہ ترجمان بن بیٹھے ہیں حالاں کہ آل انڈیا تبلیغ سیرت، مسلم متحدہ محاذ اور آل انڈیا سنی جمیعۃ العلماء نے بارہا اپنے افرادی قوت کا مظاہرہ کیا اور مسلمانوں کی حقیقی نمائندگی حکومت کو دکھاتی رہی مگر کانگریسی حکومت نے دانستہ ۸۵ فیصد مسلمانان ہند کے مذہبی نمائندگی پر پانچ فی صد مسلمانوں کے نمائندوں کو ہی عملاً پورے ملک کے مسلمانوں کا نمائندہ مانا انہیں بیچاروں نے ہمارے یعنی کانگریس کے لیے قربانیاں دیتے وقت اپنے دین و دھرم کو نہیں دیکھا بلکہ ہماری خوشنودی، ہماری مرضی اور ہماری رضا جوئی ہی ان کے پیش نظر رہی۔ انہوں نے مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کو حکومت کے مفاد پر قربان کیا اور پورے عالم اسلام کو مطمئن بھی کرتے رہے کہ ہندوستانی مسلمانوں پر حکومت کا کرم ہے اور یہاں سب خیریت ہے۔ انعام کے طور پر ان پر سرکاری نوازشات کے دروازے ایسے کھلے کہ پارلیمنٹ و اسمبلی کی کرسیاں انہیں اعزازی طور پر مستقل پیش کی جانے لگیں اور مرکزی و صوبائی جتنے بھی سرکاری و نیم سرکاری ادارے اور مسلمانوں کے تعلق سے سرکاری بورڈ تھے ان سب سرکاری اداروں اور بورڈوں میں انہیں جگہ دی

گئی اور اس طرح سے سیاسی دروازے سے وہابیت و دیوبندیت کو پاؤں پھارنے کا خوب خوب زریں موقع میسر آیا جس میں نہ وہ چو کے، نہ سست ہوئے۔ اس طرح سے وہابیت پورے ملک میں مضبوط سے مضبوط تر ہوتی گئی اور ہم اپنی غیر معمولی اکثریت کو اوڑھتے اور بچھاتے اور حکومت کو دیکھاتے رہے مگر لا حاصل۔ ہر اہم جگہ وہی نظر آئے۔ کہاں ایک وقت وہ تھا کہ بقول شاعر اہل سنت حضرت اجمل سلطانپوری۔

وہابی سے پوچھو کہ تم ہو وہابی  
تو فوراً کہے گا نہیں تو نہیں تو

اور کہاں آج عالم یہ ہے کہ اب بڑے فخر و مباہات کے ساتھ وہ نہ صرف دیوبندی ہیں بلکہ اپنے تمام وہابیت اور اس کے اعلام کے باوجود وہ اہل سنت بھی ہو گئے ہیں۔ اب وہ علمائے اہل سنت بھی، خطیب اہل سنت بھی، مناظر اہل سنت بھی ہیں اور ہم بڑے تواضع و انکساری بلکہ کہیں کہیں شرمساری کے ساتھ فقط بریلوی ہو کر رہ گئے ہیں کیوں کہ یہی ہمارا امتیاز اور ہمارا تشخص رہ گیا اور اسکے بغیر نہ ہماری سنیت محقق ہے اور نہ حقانیت۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سلطان القلم قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے ایک ملاقات میں جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء دہلی کے لیے ایک پلاٹ سرکاری ریٹ میں حاصل کرنے کی کوششوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں! مولانا وارث جمال صاحب! چار سال تک میں نے جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء کے نام پر پلاٹ حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن جب فائل آخری مرحلے میں داخل ہوئی تو کہیں نہ کہیں کوئی جمیعۃ العلماء کے ہاتھ لگ جاتی اور اس کے قلم کی ایک بوند روشنائی میری سال بھر کی محنت کو برباد کر دیتی جب میں نے محسوس کر لیا کہ مجھے اس نام پر پلاٹ نہیں مل سکتا تو میں نے ذاتی و

خاندانی نام (غلام رشید) کے نام پر پلاٹ حاصل کرنے کی نئے سرے سے کوشش کی جو مجھہ تعالیٰ چھ ماہ کے اندر نہ صرف پلاٹ حاصل ہو گیا بلکہ اب اس پر ایک چار منزل پر شکوہ عمارت آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں پھر مسکرا کر فرمانے لگے کہ اگر میں اپنے عربی نام ”ارشاد القادری“ پر پلاٹ حاصل کرتا تو اس کا بھی یہی حشر ہوتا۔ مولانا جمیعۃ العلماء کی مہربانی سے وہابی تمام اہم و قابل ذکر سرکاری و نیم سرکاری اداروں اور مرکزی و صوبائی بورڈوں میں گھسے ہوئے ہیں اور واقعی اس راستے سے وہابیت کافی مضبوط ہوئی۔ تقسیم ملک کے بعد، تقسیم ملک کے الزام میں یہاں ہندوستانی مسلمانوں پر جو قیامت ٹوٹی اور تباہی و بربادی و ہلاکت خیزی و عصمت ریزی کا جو طوفان برپا ہوا اس کے پیش نظر ہندوستان بھر کے علماء و مشائخ و ارباب فکر و نظر کے اتفاق رائے سے سرزمین بریلی شریف عرس رضوی کے موقع پر ۲۴ صفر المظفر ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۶/ دسمبر ۱۹۶۹ء آل انڈیا تبلیغ سیرت کا قیام عمل میں آیا۔ حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی، محدث اعظم ہند مولانا سید محمد کچھوچھوی، ملک العلماء مولانا سید ظفر الدین بہاری کی سرپرستی میں، جس کے صدر حضور مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمن قادری منتخب ہوئے اور علامہ سید مظفر حسین کچھوچھوی جنرل سکرٹری، خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی، امین شریعت علامہ مفتی رفاقت حسین مظفر پوری، خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ عارف اللہ میرٹھی، مولانا ابوالوفاء فصیحی غازی پوری، مولانا سید احسان علی، مولانا سلیم اللہ بنارس، حکیم محمد یونس نظامی وغیرہ کلیدی جگہوں پر فائز ہوئے۔

آل انڈیا تبلیغ سیرت نے اپنی ترک تازیوں، اپنے حسن خدمات اور کارناموں سے حکومت کو بھی احساس دلایا کہ مسلمانان ہند کی اصل نمائندگی اور حقیقی قیادت کدھر ہے۔ اس صورت حال نے اقتدار و وقت کے دلالوں کو فکر و تشویش میں مبتلا کر دیا بالآخر



ایک سازش کے تحت آل انڈیا تبلیغ سیرت کے گرد قانون کا شکنجہ سخت سے سخت کر دیا، حوصلوں کے شکست و ریخت کے لیے اس کے قائد مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمن قادری کو آئے دن قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار کیا، آئے دن حکومت کی سختیاں جوں جوں بڑھتی گئیں مجاہد ملت مسلمانوں اور ان کی آبرو مندانه بقا کے تعلق سے حکومت کے سامنے جھکنے و نرم پڑنے کے بجائے سخت سے سخت تر ہوتے گئے، انہوں نے ٹوٹنا تو گوارا کر لیا مگر جھکنا نہیں۔

یہ اسی نہ جھکنے کا شاخسانہ تھا کہ ۱۹۷۵ء کے ایمر جنسی کے سیاہ ترین دور میں اپنے بڑے بڑے سیاسی مخالفین کے ساتھ انہیں بھی جیل میں ڈال دیا گیا اور جیل میں اے کلاس کے بجائے سی گریڈ میں جگہ دی۔ جیل میں بے انتہا سختیوں کے سبب جب آپ بیمار ہوئے تو اسپتال میں علاج کے لیے جب داخل کیا تو پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔ قاتلوں، ڈاکوؤں اور عادی مجرموں کی طرح بستر علالت پر بھی پاؤں میں بیڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ اس صورت حال نے رفیقوں اور جاں نثاروں کو بدل اور خوف و ہراس میں مبتلا کر دیا۔ نتیجے میں متبادل کے طور پر آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے قیام کی راہ ہموار ہوئی جس میں علامہ حامد علی فاروقی نے ایک تاریخی کردار ادا کیا، مولانا سید شاہ اسرار الحق، حضور سید العلماء حضرت علامہ سید آل مصطفیٰ مارہروی، حضرت محدث اعظم کچھوچھوی، خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی، رئیس اقلیم حضرت علامہ ارشد القادری اور حضرت علامہ سید مظہر ربانی جیسی بلند پایہ شخصیات و رجال کے باہمی مشورے و تعاون سے ایک مضبوط تنظیم ”مسلم متحدہ محاذ“ تشکیل پائی۔ کسی تنظیم میں جنرل سکرٹری کا عہدہ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ بلند عزائم، بالغ نظر اور گونا گوں صلاحیتوں کے پیش نظر حضرت علامہ فاروقی کو اس کا جنرل سکرٹری بنایا گیا۔ بہت جلد آپ نے

اپنے عزم و حوصلہ، حسن تدبیر، بالغ نظری اور جرأت مومنانہ سے اس تنظیم کو مسلمانوں کے دل و دماغ میں اتار دیا اور اقتدار و وقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں مسلمانوں کے مسائل پر سنجیدہ ہونے پر مجبور کر دیا۔

رائے گڑھ، جبل پور اور جمشید پور کے فسادات میں آپ نے اپنی اولوالعزمی، بلند ہمتی، بے خوفی اور بالغ نظری سے عزیمت و استقامت اور جرأت اظہار کی تاریخ میں ایک روشن باب کا اضافہ فرمایا۔ ۱۹۶۲ء میں جمشید پور میں ”کشمیر کانفرنس“ جو حضرت علامہ ارشد القادری کی رہنمائی میں منعقد ہوئی تھی اس تاریخی کانفرنس میں آپ نے کشمیر کے تعلق سے ہندوستانی موقف کی جس طرح ترجمانی کی اس نے ارباب سیاست و ارباب فکر و دانش کو حیرت زدہ کر دیا تھا۔ ع

الہی ایسی چنگاری بھی اپنے خاکستر میں تھی

سیاسی بصیرت، قانون فہمی، مجاہدانہ کردار اور سرفروشانہ جذبے کے ساتھ ہی آپ ایک مرد قلندر اور صوفیانہ مزاج کے حامل تھے۔ آپ سادگی اور تواضع کے پیکر بھی تھے، آپ کی عاقلی، دانائی و فرزانگی کو ارباب عقل و دانش اور اصحاب فضل و کمال بھی خراج تحسین پیش کرتے تھے۔ بقول حضرت علامہ ارشد القادری آپ کے دینی و مذہبی خدمات کے انبار میں سیاسی کارنامے دب کے رہ گئے۔

کاش اگر آپ کے سیاسی زندگی اور ملک و ملت کے لیے ان کے حسن خدمات کو ضبط تحریر میں لے آیا گیا ہوتا تو جماعت اہل سنت کے لیے ایک سرمایہ افتخار ہوتا اور علمائے دین کے لیے ایک نشان منزل۔

آپ کی بے جگری اور ارباب اقتدار کے سامنے جرأت اظہار کا اندازہ اس سے

لگائیے کہ جب ۱۹۶۰ء میں مسلم متحدہ محاذ کی طرف سے ایک ”کل ہند سنی اوقاف کانفرنس“ پریڈ گراؤنڈ دہلی میں منعقد ہوئی تو آپ کا تاریخی خطاب اور اس میں اس مردِ حق کا جرات اظہار اور مسلم مسائل کے تعلق سے بے حد جذباتی ہو جانا ہی حاصل کانفرنس تھی۔ بقول حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کانفرنس کے اختتام کے بعد جب ہم علامہ فاروقی کی قیادت میں ایک وفد کی شکل میں وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو سے ملاقات کر کے انہیں بتایا کہ پورے ملک میں اہل سنت کی تعداد ۹۰ فیصد سے بھی زیادہ ہے اسکے باوجود جمیعۃ العلماء (جو مٹھی بھر اہل کلمہ کی نمائندہ تھی) کو سنی اوقاف کا مالک بنادیا ہے جسے وہ اپنی مرضی کے مطابق خرد برد کرتے رہتے ہیں۔ دوران گفتگو پنڈت نہرو نے کہا کہ تقسیم ہند کے وقت سارے لوگ مسلم لیگ کے ساتھ ہو گئے تھے مگر جمیعۃ العلماء اس وقت ہمارے ساتھ تھی تو آج ہم اپنی حکومت میں اسے کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں۔ حضرت علامہ فرماتے ہیں کہ نہرو جی کا اتنا کہنا تھا جس پر حضرت محسن ملت علامہ حامد علی فاروقی کا جلال دیکھنے کے لائق تھا۔ بڑے دنگ لب و لہجہ میں وقت کے وزیراعظم کو آپ نے لٹکارتے ہوئے (آپ نے تعلقاتِ دیرینہ کی پرواہ کیے بغیر) فرمایا! نہرو جی! اگر آپ کو ان کا ایسا ہی خیال ہے تو آپ کیوں نہیں انہیں اپنے مکان کے کسی کونے میں ان کے لیے کوئی آفس کھول کر انہیں رکھ لیتے؟ مسلمانوں کے وقف شدہ املاک کو برباد کرانے کا حق آپ کو کس نے دیا؟ مسلمانوں کے وقف شدہ جائیداد کو اس طرح برباد نہ کیجئے ورنہ اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔

بندہ مومن کا دل خوف ورجا سے پاک ہے

قوت فرماں روا کے سامنے بے باک ہے

بے شک فاروق اعظم کی ایک اولاد، قطب دیوبند حضرت سید وارث علی شاہ کی دعائے خصوصی، مظہر فیضانِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا و تلمیذ ارشد حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا کے حسن تربیت، اکابرین ملت و اعیان اہل سنت کے مدد و مدد و مطلوب و گوہر مقصود کو اتنا عظیم و قد آور تو ہونا ہی چاہئے کہ وہ بھیڑ میں بھی جائے تو تنہا دکھائی دے۔

اقتدار و قوت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس انداز میں بات کرنے سے آزادانہ قیادت و غلامانہ قیادت کا فرق بھی واضح ہو گیا۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری

ہزاروں رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

میں شکر گزار اور دعا گو ہوں عزیز گرامی مولانا محمد قمر الزماں مصباحی سلمہ (لکچر محسن ملت یونانی میڈیکل کالج) اور محبت گرامی مولانا اکبر علی فاروقی (چیرمین محسن ملت یونانی میڈیکل کالج رائے پور) کا، انہوں نے سنیت اور اسلامیان ہند کے بطل جلیل محسن ملت علامہ حامد علی فاروقی کے تعلق سے کچھ لکھنے کے لئے آمادہ کیا اور اس تعلق سے ضروری معلومات بھی بہم پہنچائی۔ حضرت محسن ملت کے حوالے سے اپنی بے خبری پر بڑا افسوس ہوا۔ جب مجھ جیسے باخبر کا یہ حال ہے تو نئی نسلوں کے تعلق سے کچھ کہنا ہی کیا۔

مولانا محمد قمر الزماں ایک صالح، سعادت مند، جواں فکر اور نو جوان عالم دین ہیں ساتھ ہی متحرک و فعال بھی، ابتداء ہی سے قلم سے وابستگی اور کچھ کر گزرنے کی تڑپ ہے اللھم زد فزد۔ مولانا اکبر علی فاروقی ہماری جماعت کے وہ عالم دین ہیں جنہوں نے علماء کی عام روش سے ہٹ کر ایک الگ پہچان بنائی۔ اکثر ہمارے علماء یا تو مسجد

قائم کرتے ہیں یا مدرسے مگر انہوں نے پرائمری سے بارہویں تک ہندی، انگلش میڈیم غریب نواز اسکول اور محسن ملت یونانی میڈیکل کالج قائم کر کے ایک نئی مثال پیش کی اور سنیت کی اشاعت کے لئے ایک نئے پلیٹ فارم کا انتخاب کیا مولائے کریم انہیں نظر بد سے بچائے۔

حصول برکت کے لئے چند صفحات کی سوغات لے کر حاضر ہو گیا ہوں اس امید پر کہ یار زندہ صحبت باقی کے پیش نظر حضرت محسن ملت کی بارگاہ میں پوری تفصیل کے ساتھ اپنے جذبات کبھی رکھ سکوں، اگر کچھ حسن نظر آئے تو یہ مولانا محمد قمر الزماں مصباحی کے اخلاص کی نذر اور تقصیر کے لئے بندہ ذمہ دار۔

☆☆☆

## آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ: تعارف اور جائزہ

ڈاکٹر امجد رضا امجد، القلم فاؤنڈیشن پٹنہ

یادش بخیر! ایک وہ دور تھا جب ہمارے پاس عقائد و ایمان کی پونجی کے ساتھ اسلاف کی دی ہوئی ملی سیاست کا پاکیزہ جذبہ تھا، ہماری فکر ذاتی مفاد سے آزاد تھی، ہماری ہر کاوش کا محور قومی تشخص اور مذہبی شعائر کا تحفظ تھا، صحرا صحرا، پر بت پر بت ہم یہی جذبہ حمیت دینی لئے سرگرم عمل رہے اور ہماری آبلہ پائی صحرا میں گلستاں آباد کرتی گئی مگر آج آہ ع یہ درد کیسا اٹھا جس نے جی نڈھال کیا

آج ہمارے پاس نہ وہ دینی حمیت ہے نہ وہ غیرت ایمانی، نہ مذہبی اقدار کے تحفظ کا سلیقہ ہے نہ مذہبی سیاست کا شعور، نہ کائناتی مفاد پر ذاتی مفاد کو قربان کرنے کا جذبہ ہے نہ دنیائے بے ثبات کے بدلے آخرت سنوارنے کا تصور۔ ہمارے پرکھوں نے ہمیں ہندوستان میں مذہبی تشخص کے ساتھ جینے کا ہنر دیا اور اپنے مذہبی و سیاسی معاملات کو وقار کے ساتھ حل کرنے کا عملی تعلیم دی لیکن افسوس ہم نے ان کے پاکیزہ نقوش قدم سے الگ اپنی ایک ایسی راہ نکالی جس میں نہ دین سلامت ہے نہ دنیا۔

گذشتہ مرکزی و صوبائی الیکشن میں ملکی سطح پر ہمارے علماء نے جس سیاسی بصیرت کا مظاہرہ فرمایا وہ قابل افسوس ہی نہیں قابل مذمت ہے، ہمارے علماء، مولانا، مولوی

اور مولوی نما مسلمان سب کے سب مختلف سیاسی پارٹیوں سے وابستہ، جبہ دستار میں ملبوس سرمہ و کاجل سے لیس، ہیلی کاپٹر، فور ویلر اور تھری ویلر پر سوار کانگریس، راجد، جدیو، لوجپا، مالے وغیرہ کے لئے بھیک مانگتے ہوئے گلی گلی ایسے مارے مارے پھر رہے تھے جیسے اگر ان کی آرزو پوری نہیں ہوئی تو ان کی ناک کٹ جائے گی، حالاں کہ یہ ناک تو اسی دن کٹ گئی تھی جس دن انہوں نے اپنے مذہبی وقار کا سودا کر لیا تھا۔ الیکشن کے موقع سے سستی شہرت اور چند سکوں کی منفعت کی خاطر وہ علماء جن کی شان کبھی ”تماشا گاہ عالم“ تھی، اب برسر عام ”سامان تفریح“ بن رہے تھے، اور یہ منظر دیکھ کر غریب مسلمانوں کا دل کانپ جا رہا تھا اور وہ بیچارے یہ سمجھنے پر مجبور تھے۔

ایں تقویٰ ام بس است کہ چوں زاهدان شہر  
ناز و کرشمہ بر سر ممبر نمی کنم  
میرے دل پر بھی اس وقت ایک کیفیت گذری تھی اور ان اشعار کے پیکر میں ڈھل گئی تھی۔

منظر تھا پُر فریب نظارہ لئے ہوئے  
تسبیح بوجہ ٹوپی عمامہ لئے ہوئے  
جلوے ہر ایک سمت تھے ان کے جمال کے  
پھرتے تھے یہ طلسم کی دنیا لئے ہوئے  
دل میں تھا گرچہ منصب و عہدہ کا اشتیاق  
منظر پہ تھے یہ قوم کا جذبہ لئے ہوئے  
ملت کو بیچتے تھے یہ عہدوں کی چاہ میں  
کرتے تھے کام چہرہ پہ چہرہ لئے ہوئے

لوٹا ہے مالیوں نے چمن کو کچھ اس طرح  
ہر گل ہے رخ پہ رنگ خزاں کا لئے ہوئے  
امجد نشاط عید ہوئی نذر کر بلا  
رہزن ہیں راہبر کا لبادہ لئے ہوئے

کل اور آج میں جو فرق ”منظر“ کا ہے وہ صرف منظر کا نہیں اندر کا بھی ہے، ہمارے اکابر نے مذہبی ہی نہیں سیاسی خدمات بھی انجام دی ہیں، جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی، آل انڈیا تبلیغ سیرت، الہ آباد۔ آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ، رائے پور، مسلم پرسنل لا کانفرنس، کل ہند سنی اوقاف کانفرنس، کشمیر کانفرنس، فلسطین کانفرنس، اس کی درخشندہ مثالیں ہیں، لیکن کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان بڑے بڑے بیوروں سے انہوں نے کوئی ذاتی کام لیا ہے؟ اگر کسی کو ان کے کسی کام میں بظاہر دین کا کوئی پہلو نظر نہ آئے جب بھی وہ کسی بدگمانی کا شکار نہ ہو کہ ان کی نگاہیں مستقبل پہ تھیں اور امت مسلمہ کے تابناک مستقبل کے لئے انہوں نے وہی کیا ہوگا جو مناسب رہا ہوگا۔

ہندوستان میں علمائے اہل سنت کی سیاسی خدمات کا دائرہ صدیوں پر محیط ہے ان میں علامہ کافی مراد آبادی، علامہ فضل حق خیر آبادی، مولانا رضی الدین بدایونی، مفتی صدر الدین آزرہ، مولانا امام بخش صہبائی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، علامہ رحمت اللہ کیرانوی، مولانا لیاقت علی الہ آبادی، مولانا شاہ رضا علی بریلوی، امام احمد رضا بریلوی، مولانا حامد رضا بریلوی، مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا نعیم لدین مراد آبادی، مولانا عمر نعیمی مراد آبادی، مولانا حبیب الرحمن رضوی اڑیسہ، مولانا حامد علی فاروقی، علامہ مشتاق احمد نظامی، علامہ مظفر حسین کچھوچھوی، مولانا سید اسرار الحق، علامہ ارشد القادری اور ”جماعت رضائے مصطفیٰ“ میں شریک علماء خصوصیت

سے قابل ذکر ہیں۔ جنہیں تحقیق و تفصیل مطلوب ہو وہ قدیم تاریخی کتابوں کے ساتھ مفتی محمود احمد رفاقتی کی ”تذکرہ علمائے اہل سنت“ مولانا یلین اختر مصباحی کی ”چند علمائے انقلاب“ مولانا شہاب الدین رضوی کی ”تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ“ مولانا عبدالمالک مصباحی کی ”جنگ آزادی اور وطن کے جاں باز“ مولانا محمد قمر الزماں مصباحی کی ”محسن ملت اکابرین کی نظر میں“ مولانا ذاکر حسین گیادی کی ”علامہ ارشد القادری: حیات و خدمات“ چاند نظامی کی ”علامہ ارشد القادری حیات و کارنامے“ کا مطالعہ کریں۔

علمائے اہل سنت کی سیاسی خدمات کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ اس پر پی ایچ ڈی کا تحقیقی مقالہ لکھا جاسکتا ہے مگر ابھی تک اس طرف توجہ نہیں کی گئی ہے حالات کا تقاضہ ہے کہ اس موضوع پر سنجیدگی سے غور کیا جائے کیوں کہ معاندین نے اس پر بے اعتنائی کی ایسی گرد ڈال دی ہے کہ حقائق تہ در تہ چھپ گئے ہیں اور نوجوان نسل کے ذہنوں سے ہماری سیاسی خدمات کا تابناک پہلو روپوش ہو گیا ہے۔ یہاں اس پھیلے ہوئے عنوان سے صرف ایک پہلو ”آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ“ اور اس کے ذی علم و صاحب تدبیر سکریٹری محسن ملت علامہ حامد علی فاروقی کی خدمات کا ایک جزوی جائزہ لیا جا رہا ہے۔

”آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ“ کی بنیاد دراصل ”جمیۃ العلماء ہند“ کی منفی کارکردگی کے رد عمل کے طور پر پڑی، تقسیم ہند کے بعد جس طرح کے حالات رونما ہوئے اس نے مسلمانوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا، جان و مال کے نقصان نے ان کی کمر توڑ دی، ایمان و عقیدہ کے ساتھ ان کے مذہبی شعائر کی پامالی نے ان کے جذبات مجروح کر دیے ایسے حالات میں کچھ جماعتیں آگے بڑھیں پھر کیا ہو علامہ ارشد القادری کا قلم نقشہ کھینچتا ہے:

ان حالات کے پیش نظر مایوس و تباہ حال مسلمانوں کے مصائب و آلام کا حل نکالنے کے لئے کچھ لیڈر اور کچھ جماعتیں آگے بڑھیں کسی نے کنونشن کی کسی نے کانفرنس کیں، کسی نے علاقہ وارا اجلاس کیا۔ تباہ حال مسلمان ایک طرف تو احساس کمتری کا شکار اور دوسری طرف یاس و ناامیدی کے مضبوط شکنجہ میں جکڑا ہوا تھا۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا سمجھ کر ان جماعتوں کی آواز پر دوڑ پڑے افسوس صد افسوس کہ ان بے رحم جماعتوں نے جس میں ”جمیۃ العلماء دہلی“ کا نمبر اول ہے وہ کچھ کیا جو مسلمانوں کے ساتھ ظالم انگریز نے بھی نہ کیا تھا اور ہندو سبھا بھی نہ کر سکی تھی۔

ہندوستان کا مسلمان گھبرا گیا جس پہ تکیہ تھا وہی پتے ہو ادینے لگے اس کی مایوسی اور پریشانیوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے روز ایک جماعت نے جنم لینا شروع کیا۔ پریشان حال مسلمان ہر نئی جماعت کے پیچھے دوڑا کہ شاید اس کے پاس کوئی مداوائے غم ملے اور موجودہ پریشانیوں کا حل نکلے مگر ع

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

سوائے جلسہ اور جلوس اور مسلمانوں کی پونجی اور رہے سبے بھرم کی تباہی کے علاوہ اور کچھ حاصل نہ ہو سکا۔ مسلمانوں کی وہی لاوارثی، فرقہ پرستوں کی وہی خواریت، کافی زمانہ گزرنے کے بعد بھی فرقہ پرستوں کے ہاتھوں مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ ہونا، گویا ان کے مقدر میں لکھ چکا تھا۔ (آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ- ص ۳)

یہ وہ حالات تھے جن پر علمائے اہل سنت کو سنجیدگی سے غور کرنا پڑا اور یہ فیصلہ لینا پڑا کہ مسلمانوں کے الماک و اوقاف اور ان کے سیاسی حقوق کی بحالی کے لئے کسی سیاسی تنظیم کی بنانا گزیر ہے، چنانچہ زعمائے ملت اسلامیہ درد بھرا دل لے کر جولائی ۱۹۶۰ء

میں ساحل ممبئی پر جمع ہوئے، اسی شہر ممبئی میں حالات کا جائزہ لینے کے بعد زعماء و رہبران قوم کی ایک نشست مدن پورہ میں زیر صدارت ”سید العلماء مولانا سید شاہ عبدالحق صاحب مفتی اعظم کاٹھیاواڑ“ منعقد ہوئی جس میں ”آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ“ کا قیام عمل میں آیا، اس کے ایک ماہ بعد دستور سازی کے لئے جمشید پور صوبہ بہار (موجودہ جھارکھنڈ) میں برہان ملت حضرت علامہ شاہ برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمہ کی صدارت میں ۱۵-۱۶-۱۷ اصرفر المظفر ۱۳۸۰ھ مطابق ۹-۱۰-۱۱ اگست ۱۹۶۰ء کو کاہنہ کا تین روزہ اجلاس منعقد ہوا اور دستور سازی کے مراحل یہاں طے کئے گئے۔ ایک ہفتہ کے بعد مورخہ ۱۸ اگست ۱۹۶۰ء کو تنظیم کے جنرل سیکریٹری علامہ حامد علی فاروقی کے حکم سے یہ دستور شائع کر دیا گیا۔

### آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کا دستور اساسی

مسلم متحدہ محاذ کا دستور انتہائی جامع اور ہندوستانی مسلمانوں کے جملہ معاملات کو محیط ہے اس کے مطالعہ سے علمائے اہل سنت کے جذبات، ان کے اعلیٰ مقاصد اور ان کے سیاسی تدبیر کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ دستور اساسی مختلف عنوانات مثلاً مبادیات، اغراض و مقاصد، قواعد و ضوابط، نصب مجلس، مالیات، آل انڈیا جنرل کونسل کے اختیارات و فرائض، مرکزی کاہنہ کے اختیارات و فرائض، صدر کے اختیارات و فرائض، جنرل سکرٹری کے فرائض و اختیارات، خازن کے فرائض اور متفرقات کے تحت ۵۵ دفعات ۱۰ صفحات پر مشتمل ہیں۔ ملاحظہ کریں اس سلسلہ میں مسلم متحدہ محاذ کے اغراض و مقاصد

☆ بھارت کے کل مسلمانوں کی مستحکم تنظیم کرنا

☆ آزاد ہندوستان کی تعمیر و ترقی، معاشی خوش حالی اور مختلف فرقوں کے درمیان

- ☆ امن و امان کے قیام کی موثر جدوجہد کرنا
- ☆ دستور ہند کی روشنی میں مسلمانوں کی مذہبی، اقتصادی، معاشرتی، تعلیمی اور لسانی حقوق کی نگہداشت اور ان کے حصول کی کوشش کرنا
- ☆ مسجدوں، خانقاہوں، درگاہوں وغیرہ کی حفاظت کرنا اور انہیں ناجائز تصرف سے نکال کر جائز حقداروں کی طرف منتقل کرنا۔
- ☆ دستور ہند کی اسپرٹ میں ملک سے فرقہ پرستی کے خطرناک رجحانات کا خاتمہ کرنا اور جمہوری سطح پر اقلیت و اکثریت کے درمیان اعتماد کی فضا بحال کرنا
- ☆ انڈین یونین کے آئین کے تحت دستور ہند میں مسلمانوں کے دئے ہوئے شہری حقوق کے حصول و تحفظ کے لئے بلیغ کوشش کرنا
- ☆ مسلمان بھارت کی سب سے بڑی اقلیت ہیں، اس حیثیت سے دوسری اقلیتوں کے حقوق و مفاد سے دلچسپی لینا اور بوقت ضرورت اپنا جماعتی امتیاز باقی رکھتے ہوئے ان کا اشتراک و تعاون کرنا۔
- ☆ پیغمبر اسلام ﷺ اور پیشوایان مذہب کے ناموس کے خلاف زبان و قلم کی آزادی سلب کرنا اور اس سلسلہ کے ہر مردم آزار گستاخ کو آئین کی روشنی میں کیفر کردار تک پہنچانا۔
- ☆ دینی تعلیم کے فروغ اور اخلاقی و سماجی اصلاح کے لئے مساجد و مدارس کی تنظیم و توسیع کرنا اور سرکاری اسکولوں کے نصاب کو اسلام اور مشاہیر اسلام کے خلاف ذہن کی غلط اسپرٹ سے محفوظ کرانا۔
- ☆ دستور ہند کی روشنی میں تسلیم شدہ زبانوں کے دوش بدوش اردو زبان کا جائز حق

دلانے کے لئے مؤثر ذرائع اختیار کرنا۔

اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان مقاصد میں کتنی جامعیت ہے اور کتنے بلند عزائم لے کر اکابر علمائے اہل سنت میدان عمل میں اترے تھے۔ اس تنظیم کی ساڑھے تین سالہ کارکردگی کا تفصیلی جائزہ بنام ”آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کی شاندار خدمات“ ہمارے سامنے ہے جسے تنظیم کے سکریٹری نشریات علامہ ارشد القادی نے ترتیب دیا ہے، اس رپورٹ کو دیکھ کر اپنے اکابر علماء کی مجاہدانہ کارکردگی، ایثار پسندانہ عمل اور خالصانہ جدوجہد کی تصویر نگاہوں میں پھرنے لگتی ہے اور آنکھیں فرط جذبات میں بھیگ جاتی ہیں۔ اے کاش ہمارے موجودہ اکابر بھی اپنے اسلاف کے کارناموں کی نظیر بن جائیں تاکہ ہمارے تابناک ماضی سے روشن مستقبل کا رشتہ استوار ہو جائے۔ ذیل میں ”مسلم متحدہ محاذ“ کی ساڑھے تین سالہ زریں خدمات کی ایک جھلک ملاحظہ کریں شاید آپ کے اندر بھی وہ ”جذبہ جنوں“ بیدار ہو جائے جس جذبہ نے ہمارے اسلاف کے آگے وقت کی طنائیں سمیٹ دی تھیں۔

تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را

گا ہے گا ہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

☆ رائے پور میں پہلی کانفرنس، جس میں ہر علاقہ سے آئے مسلمانوں کی تکالیف کا جائزہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۰ء ص ۶

☆ صدر کانگریس کو ”مسلم متحدہ محاذ کا پہلا میمورنڈم“ ص ۶

☆ محاذ کی کوشش سے اسکولوں میں اردو کی شمولیت اور قبرستانوں کی حفاظت ص ۶

☆ اجیر غدس میں محاذ کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ص ۶

☆ اس اجلاس کی رپورٹ وزیراعظم اور ہر صوبائی ذمہ دار کو بھیجی گئی ص ۷

☆ مسلم متحدہ محاذ کے صدر سید شاہ اسرار الحق صاحب الجمیعہ کی شرارت پر فوجداری مقدمہ کے تحت جیل ص ۸

☆ جبل پور ہندو مسلم فساد میں محاذ کی ناقابل فراموش کارکردگی ص ۸

☆ جیل سے رہا ہوتے ہی صدر کانگریس کا مدھیہ پردیش کے فساد زدہ علاقہ کا دورہ ص ۸

☆ جبلپور فساد کی مفصل رپورٹ محاذ کے سکریٹری کے ذریعہ ناگپور سے اشاعت اور حکومت راجستھان کے ذریعہ ضبطی ص ۹

☆ محاذ کے وفد کی گورنر، چیف منسٹر مدھیہ پردیش، صدر کانگریس، جنرل سکریٹری کانگریس مدھیہ پردیش اور وزیراعظم سے ملاقات اور مسلمانان جبل پور و ساگر کے دوبارہ بسانے کا مطالبہ ص ۹

☆ محاذ کی کوشش سے فساد زدہ افراد کے لئے سرکاری اور غیر سرکاری افراد کا تعاون (کل گیارہ لاکھ کی آمد) ص ۹

باہمی چندہ کی رقم دولاکھ چھتیس ہزار

وزیراعظم ہند پانچ لاکھ

صدر کانگریس مدھیہ پردیش دولاکھ

وزیر اعلیٰ مدھیہ پردیش دولاکھ

☆ حضرت برہان ملت کے صاحب زادے مولانا محمود کی صدارت میں ”سنٹرل

ریلف کمیٹی“ کا قیام اور باز آباد کاری کا کام ص ۱۰



☆ دہلی میں ۹/۸/۱۹۶۱ کو آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے زیر اہتمام ”کل ہند سنی اوقاف کانفرنس“ ص ۱۰

☆ محاذ کے تعاون کے لئے سرکار مفتی اعظم ہند کا اعلان ص ۱۱

☆ علامہ مظفر حسین کچھوچھوی، علامہ مشتاق نظامی، علامہ سید اسرار الحق کا کانفرنس کے تعاون کے لئے ملکی دورہ ص ۱۱

☆ علامہ ارشد القادری مفتی غلام محمد خاں ناگپوری اور مولانا امداد صابری دہلی میں دفتری کاموں پر مامور ص ۱۱

☆ کانفرنس کا خطبہ استقبالیہ بزبان مولانا امداد صابری، جس میں ”جمیعہ“ کی ریشہ دوانیوں کا تفصیلی تذکرہ ص ۱۱

● جمیعہ کے تحت اوقاف کی بے حرمتی کا تذکرہ ص ۱۱

☆ محاذ نے ۵۰۰۰/ خرچ کر کے اس قبرستان، درگاہ اور مسجدوں کی تصویریں لیں جن پر ”جمیعہ العلماء“ والوں نے پاخانہ، مندر اور ہوٹل بنوادئے تھے ص ۱۲

☆ کل ہند سنی کانفرنس ۹/۸/۱۹۶۱ء کی پرچم کشائی مفسر اعظم ہند کے دست مبارک سے، ص ۱۳

☆ کانفرنس میں علامہ ابوفاضل غازی پوری، علامہ مشتاق احمد نظامی، علامہ ارشد القادری، مولانا سید مظہر ربانی، علامہ مظفر حسین کچھوچھوی، علامہ سید شاہ اسرار الحق، مولانا حبیب الرحمن رضوی اڑیسہ اور مفتی رفاقت حسین صاحب علیہم الرحمہ کی تقاریر۔ ص ۱۳

☆ کانفرنس میمورنڈم لے کر وزیراعظم سے پارلیا منٹ کے دفتر میں ملاقات اور

اوقاف کے حوالہ سے مطالبات ص ۱۴

☆ ۲۰ دسمبر ۱۹۶۱ء کو ہوم منسٹر سے اس کے بنگلہ پر ملاقات ص ۱۴

☆ ۲۹ دسمبر ۱۹۶۱ء میں کلکتہ میں مسلم متحدہ محاذ کی کانفرنس اور اوقاف کے تعلق سے مطالبات ص ۱۴

☆ جنوری ۱۹۶۲ء میں غازی پور میں محاذ کا اجلاس، اوقاف اور دیگر ملی معاملات پر تجاویز اور میمورنڈم ص ۱۴/۱۵

☆ فروری ۱۹۶۲ء میں رتلام میں اجلاس، اوقاف اور دیگر ملی معاملات پر تجاویز اور میمورنڈم ص ۱۵

☆ مارچ ۱۹۶۲ء آل برار سنی کانفرنس، اوقاف اور دیگر ملی معاملات پر تجاویز اور میمورنڈم، مفتی اعظم ہند کی شرکت ص ۱۵

☆ پارلیا منٹ میں مسلم متحدہ محاذ کے رکن کو بھیجنے کے لئے الیکشن میں حصہ ص ۱۶

☆ ۱۵ ہزار ووٹوں سے کامیابی ص ۱۶

☆ ملازمتوں، اسمبلیوں اور پارلیا منٹ میں مسلم سیٹیں مخصوص کرنے کا مطالبہ ص ۱۷

☆ چین و ہند جنگ میں اپنے ملک ہندوستان کی حمایت میں ملک بھر میں اجلاس ص ۱۸

☆ چین کے خلاف ملک کی حمایت میں اجمیر میں محاذ کا اجلاس اور حکومت کو امداد کا وعدہ ص ۱۸

☆ مئی ۱۹۶۳ء میں امراؤتی صوبہ برار میں ”آل برار سنی کانفرنس، اوقاف اور دیگر ملی معاملات پر تجاویز اور میمورنڈم ص ۱۹

- ☆ مہاراشٹر میں ”انسداد کثرت ازدواج“ کے خلاف محاذ کا اجلاس،
- ☆ اس سلسلہ میں ۵ جون ۱۹۶۳ء کو ”آل مہاراشٹر مسلم متحدہ محاذ کانفرنس“ کا انعقاد، علماء کی شرکت، ۷۰ کا مجمع، وزیر قانون کا اراکین محاذ سے ملنے کی خواہش اور اس بل کو مسترد کر دینے کا اعلان ص ۲۲/۲۱
- ☆ شریعت کہ جہالت ”نامی کتاب کے خلاف محاذ کا تاریخ ساز کارنامہ ”جیل بھرو تحریک“ ۹۰ ہزار مسلمانوں کا اجتماع ص ۲۳/۲۵/۲۶/۲۷۔

قارئین مسلم متحدہ محاذ کی ساڑھے تین سالہ کارکردگی کے مطالعہ سے علمائے اہل سنت کی سیاسی بصیرت ان کی مخلصانہ جد جہد اور ایثار پسندانہ عمل کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ یہاں یہ کہے بغیر بات مکمل ہو ہی نہیں سکتی کہ ان تمام کارناموں میں آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے جنرل سیکریٹری کی قربانیاں، ان کے سیاسی تدبیر اور ان کی شخصی عظمت کا بڑا دخل ہے وہ اپنے مرشد مجاز اعلیٰ حضرت کے فیض تربیت اور اساتذہ کی نگاہ کرم نواز سے ایسا نکھر کر میدان کارزار میں اترے تھے کہ جس محاذ پر وہ اترے کامیابیوں نے ان کے قدم چومے اور وہ تاریخ میں ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئے اب زمانہ لاکھ انہیں فراموش کرنا چاہے ان کے کارنامے ہمیشہ انہیں زندہ رکھیں گے کہ بقول رمز عظیم آبادی۔

آنے والی نسلیں ہم کو بھول سکیں ناممکن ہے  
نقش قدم کے مٹتے مٹتے راہ گذر بن جائیں گے

☆☆☆

## محسن ملت بحیثیت مجاہد آزادی

مولانا ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم صاحب مصباحی،  
صدر شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ ہمدردی دہلی

انگریزوں کے ظلم و استبداد کے پنجے سے اس ملک عزیز کو آزاد کرنے میں یوں تو ہندوستان کے تمام لوگوں نے جی توڑ کوششیں کیں لیکن ان میں علمائے دین کا رول انتہائی اہم رہا۔ ان علماء میں بھی وہ حضرات جن کا اہل سنت و جماعت سے خاص تعلق تھا آزادی کی مہم میں پیش پیش تھے۔ مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جن کے ہاتھوں میں قلم تھا ان کا تعلق اہل سنت و جماعت سے نہیں تھا اس لئے علمائے اہل سنت کی کوششوں کو منوں مٹی کے نیچے دبا دیا اور جنگ آزادی کے وہ لوگ ہیرو بن بیٹھے جنہوں نے اس جنگ آزادی کی کھل کر مخالفت کی تھی۔ ادھر ماضی قریب میں استاد گرامی حضرت مولانا سید اختر مصباحی کے نوک قلم سے ”انگریز نوازی کی حقیقت“ کے نام سے ایک کتاب منظر عام پر آئی ہے جس سے بہت سارے حقائق سامنے آئے ہیں مگر اس حقیقت پر جو تہہ بہ تہہ گرد جم چکی ہے اسے ہٹانے کے لئے مزید تحقیق کی ضرورت ہے خدا کرے نئی نسل کے نوجوان قلم کار اس طرف متوجہ ہوں۔

یہ ہماری تاریخ رہی ہے کہ ہم نے علمی، دینی، ملی، سماجی اور سیاسی کسی مسئلہ میں

شاید ہی کبھی پہل کی ہو جب کوئی کام کرنے والا کام کر کے گزر جاتا ہے تو پھر ہمیں ہوش آتا ہے کہ یہ کیا ہو گیا پھر ہم اس کی دفاع میں اپنی ساری توانائی صرف کر دیتے ہیں، اور برسوں اسی میں الجھے رہتے ہیں۔ اس طرح کی ہمیں اپنی سوچ بدلنی ہوگی، زمانے کے تقاضوں کو پیش نظر رکھنا ہوگا ہم اب بھی سنجیدہ نہیں ہوئے تو جس طرح ہمارے معاندین ہمیں ابھی تک ملک و ملت کے سامنے ایک مجرم کی طرح ہمیں پیش کرتے رہے ہیں، پیش کرتے رہیں گے اور ہم ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ لہذا ضرورت ہے کہ سوچ میں تبدیلی لائی جائے مجھے خوشی ہے کہ اہل سنت و جماعت کی نئی نسل اس طرف متوجہ ہوئی ہے اور انہوں نے اپنے اسلاف اور آباء و اجداد کے کارناموں کو نہ صرف محفوظ کرنے کا بیڑ اٹھایا ہے بلکہ اسے اہل علم و دانش کے مطالعہ کی میز تک پہنچانے کا بھی خوشگوار فریضہ انجام دیا ہے۔ اس طرح کی کئی ایک کوششیں ماضی قریب میں کی گئیں جس کی ارباب علم و دانش نے نہ صرف ستائش کی بلکہ ان حضرات کے علمی و دینی کارناموں کو نئی نسل نے اپنے لئے مشعل راہ بنایا۔ مجھے امید ہے کہ مولانا اکبر علی فاروقی اور ان کے رفیق کار مولانا محمد قمر الزماں مصباحی کی یہ کوشش بھی جو محسن ملت مولانا حامد علی فاروقی کی حیات، علمی و دینی اور ملی و سماجی کارناموں پر مشتمل ”معارف محسن ملت“ کی شکل میں پیش کی جا رہی ہے بار آور ہوگی اور ہماری نئی نسل اسے بھرپور استفادہ کرے گی۔

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی کی دینی و ملی خدمات کا سفر طویل ہے، ان کے کارنامے ان کے آبائی وطن چندا ہا پھو لپور ضلع الہ آباد سے صوبہ چھتیس گڑھ رائے پور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کی تمام خدمات کا جائزہ لینے کے لئے وقت اور صلاحیت دونوں درکار ہے مگر راقم السطور دونوں چیزوں سے عاری ہے۔

محسن ملت نے جس توانائی کے ساتھ جنگ آزادی میں حصہ لیا اسکی طرف اشارہ

”حضرت محسن ملت“ کے مرتب نے ان لفظوں میں کیا ہے۔

”جب سات سمندر پار سے آئے ہوئے تن کے گورے مگر من کے کالے انگریزوں نے ہماری مقدس دھرتی کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے کا ناپاک منصوبہ بنایا جسے ناکام بنانے کے لئے بنگال سے سراج الدولہ دکن سے شیر میسور ٹیپو سلطان اور دہلی سے مغلیہ تاجدار کے آخری چراغ بہادشاہ ظفر نے حکومت و زندگی داؤ پر لگا دی۔ وقتی طور پر کچھ غداروں کی وجہ سے انگریز کامیاب تو ضرور ہو گئے مگر جلد ہی ان مجاہدین آزادی کا خون رنگ لایا اور پورا ہندوستان انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ اس موقع پر حضرت محسن ملت نے جو کردار ادا کیا اور جیل کی تاریک کوٹھڑیوں میں بیٹھ کر عشق و ایمان کی توانائی کے ساتھ آزادی ہند کا جو منصوبہ تیار کیا وہ تاریخ کا بہترین کردار ہے جس پر آنے والا مورخ ہمیشہ عقیدت و محبت کے موتی نچھاور کرے گا“

محسن ملت مولانا حامد علی فاروقی، مناظر اعظم ہند شیریشہ سنت حضرت مولانا حشمت علی خاں قادری رضوی علیہ الرحمہ کے رفیق درس اور مجددین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمہ کے خرم علم و ادب کے خوشہ چین تھے۔ ان حضرات کی رفاقت نے انہیں علم و ادب اور فضل و کمال کی اس بلندی پر پہنچا دیا تھا جس کا باسانی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ ایسی شخصیت جو علمی، دینی، سیاسی اور سماجی ہر اعتبار سے مرکز توجہ ہو کیا اہمیت کی حامل نہیں، انہوں نے اپنی دینی و ملی خدمات کے قطع نظر جنگ آزادی کے تعلق سے جو اہم کارنامے انجام دئے ہیں ان کی نیک نامی اور عزت و ناموس کی سربلندی کے لئے کافی ہیں۔

جنگ آزادی کے تعلق سے متعدد حوالوں سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ

۱۸۵۷ء کے غدر میں علمائے دین کا اہم کارنامہ رہا ہے جس کا اعتراف بیشتر مصنفین نے کیا ہے۔ باغی ہندوستان کے مصنف عبدالشاہد خان شروانی لکھتے ہیں۔

”مولانا فضل امام خیر آبادی صدر الصدور دہلی، مفتی صدر الدین آزرہ، مفتی عنایت احمد کاکوری، منصف صدر امین کول و بریلی، مولانا فضل رسول بدایونی سررشتہ دار کلکٹری صدر دفتر سہوان، مفتی انعام اللہ کوپامٹوی قاضی دہلی و سرکاری وکیل الہ آباد، مولانا محمد مفتی لطف اللہ علی گڑھی سررشتہ دار امین بریلی، علامہ فضل حق خیر آبادی سررشتہ دار ریز ڈنسی دہلی و صدر الصدور لکھنؤ حضور تحصیل اودھ مولوی غلام قادر کوپامٹوی ناظر رشتہ دار عدالت دیوان و تحصیل دار گوڑگاؤں، مولوی قاضی فیض اللہ کشمیری سررشتہ دار و صدر الصدور دہلی یہ سب اپنے وقت کے بینظیر و عدیم المثال اکابر علماء تھے حکومت کی باگ ڈور انہی کے ہاتھوں میں تھی مسلمانوں کی سلطنت کی بربادی ان کے لئے ناقابل برداشت تھی موقعہ کا انتظار تھا ۱۸۵۷ء کا وقت آیا تو سب میں پیش پیش یہی حضرات تھے والیان ریاست و اراکین دولت میں ناقوس حریت بھونکنے والے یہی تھے۔ عوام کو ابھارنا اور فتویٰ جہاد جاری کرنا انہی کا کام تھا اور انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد سب سے زیادہ مصائب اٹھانے والے اور آتش حریت میں جلنے والے یہ شمع شبستان آزادی کے پروانے تھے“ (۲)

ان حضرات علماء کرام کی مجاہدانہ سرگرمیوں سے دلی میں نوے ہزار سپاہ جمع ہو گئی مسلمان اپنی عادات قبیحہ سے باز نہ آئے غداری کر بیٹھے اور ۱۸۵۷ء کی جنگ شکست میں تبدیل ہو گئی۔ سن ستاون کے ہیرو علامہ فضل حق خیر آبادی کو ۳۰ جنوری ۱۸۵۹ء کو گرفتار کر کے لکھنؤ روانہ کیا گیا، مقدمہ چلا آپ نے برسر اجلاس اعتراف کیا کہ جس نے انگریزوں کے خلاف فتویٰ جہاد جاری کیا تھا میں وہی فضل حق ہوں۔ ۲۲ فروری

کو مقدمہ پیش ہوا ۲۸ فروری کو فرد جرم عائد کی گئی اس حق بیانی کے نتیجے میں انہیں جیل میں ڈالا گیا ہے، کالے پانی کی سزا دی گئی ۳ مارچ ۱۸۵۹ء کو جس دوام عبور دریا کے شور اور تمام جاسید ادکی ضبطی کا فیصلہ سنایا گیا۔ رئیس احمد جعفری ندوی لکھتے ہیں مولانا کو یہ سزا دراصل فتویٰ جہاد کی بنا پر ہی ہوئی تھی۔

”مولانا فضل حق خیر آبادی علمی قابلیت میں نظیر نہیں رکھتے تھے ان کو فتویٰ جہاد کے پاداش اور جرم بغاوت میں انڈمان بھیج دیا گیا وہاں بڑی ذلیل خدمتیں ان کے سپرد ہوئیں آخر وہ ان مصائب کو برداشت نہ کر سکے اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔

(۳) اسی ایام غدر میں علمائے ہندوستان کے سامنے ہندوستان کی شرعی حیثیت کا مسئلہ بھی سامنے آیا وہ علماء جنہیں انگریزوں کی سرپرستی حاصل تھی اور ان کے منصوبے کے مطابق اپنی سرگرمیاں چلا رہے تھے ان میں بعض ہندوستان کو دارالحرب کہتے تھے اور مسلمان کو مستامن اس لئے انگریزوں سے جہاد کرنے پر راضی نہیں تھے اور جو ہندوستان کو دارالاسلام سمجھتے تھے وہ جہاد کے عدم جواز کے فتوے دیتے تھے لیکن جب یہ مسئلہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے پاس پہنچا تو انہوں نے ہندوستان میں شعائر اسلام کو پامال ہوتے دیکھ کر ہندوستان کے دارالحرب ہونے کو ترجیح دی (۴) تمام علمائے اہل سنت نے اس معاملہ میں ان کی اتباع کی اور اس فتویٰ کو حق اور درست قرار دیا۔

مولانا اختر مصباحی لکھتے ہیں۔

اپنے وقت میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے برطانوی سامراج کے بچہ استبداد میں پھڑ پھڑاتے اور شعائر اسلام کو پامال ہوتے دیکھ کر ہندوستان کے دارالحرب ہونے کو ترجیح دی اور علامہ فضل حق خیر آبادی (۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء) نے ۱۸۵۷ء میں برطانوی

سامراج اور غاصب و قابض انگریزوں کے خلاف جامع مسجد دہلی میں تقریر کی اور فتویٰ جہاد دیا جس پر اس وقت کے مشہور علماء کی تصدیقات ہیں۔ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف جہاد کے لئے اس وقت کے علماء نے دو فتاویٰ اس کے علاوہ بھی جاری کئے ایک فتویٰ پر مفتی صدر الدین آزرہ دہلوی (۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء) کی بھی دستخط ہے“ (۵) اور جو انگریز نواز علماء تھے انہوں نے اس فتویٰ جہاد کی مخالفت کی۔ غیر مقلدین علماء فتویٰ جہاد اور ہندوستان کو دار الحرب ماننے کے خلاف تھے۔ انہوں نے مجاہدین کو مفسدہ، باغی اور بدکردار جیسے الفاظ سے یاد کیا۔ مولانا حسین بٹالوی ۱۸۵۷ء کے غدر میں شریک مسلمانوں کو باغی و بدکردار ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مفسدہ ۱۸۵۷ء جو مسلمان شریک ہوئے وہ سخت گنہگار اور بحکم قرآن وہ مفسدہ باغی و بدکردار تھے۔ اکثر ان میں عوام کا لانا عام تھے بعض جو خواص علماء کہلاتے تھے وہ بھی اصل علوم و دین سے بے بہرہ یا نا فہم و بے سمجھ، باخبر سمجھدار علماء اس میں ہرگز شریک نہ ہوئے اور نہ ہی اس پر جو اس غدر کو جہاد بنانے کے لئے مفسدہ لئے پھرتے تھے انہوں نے خوشی سے دستخط کئے۔

یہی وجہ تھی کہ مولوی اسماعیل دہلوی جو حدیث و قرآن سے باخبر اور اس کے پابند تھے اپنے ملک ہندوستان میں انگریزوں سے (جن کے امن و عہد میں رہتے تھے) نہیں لڑے اور نہ ہی اس ملک کی ریاستوں سے لڑے اس ملک سے باہر ہو کر قوم سکھوں (جو مسلمانوں میں دست درازی کرتے تھے کسی کو اونچی آواز میں اذان نہیں کہنے دیتے تھے) سے لڑے۔ (۶)

ہندوستان کے جن علماء نے جنگ آزادی کی مخالفت کی ان میں اسماعیل دہلوی

اور سید احمد رائے بریلوی کا کلیدی کردار رہا ہے۔ ایک مرتبہ وہ کلکتہ میں وعظ فرما رہے تھے اثنائے وعظ میں کسی نے ان سے دریافت کیا کہ آپ انگریزوں سے جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے وہ بھی تو ظالم اور کافر ہیں تو اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا ہم انگریزوں کی رعایا ہیں ہمارے مذہب کی رو سے ہم پر یہ فرض ہے کہ انگریزوں سے جہاد کرنے میں ہم بھی شریک نہ ہوں (۷)

ان حضرات کے علاوہ اور کچھ مولوی صاحبان تھے جو انگریزوں کی نہ صرف صلہ و ستائش کے مستحق تھے بلکہ ان سے داد و ہش بھی لیتے تھے رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں۔

مولوی نذیر احمد صاحب اور مولوی عبدالرب صاحب اور مولوی حفیظ اللہ خاں صاحب نے غدر میں ایک دومیوں اور بچوں کو اپنے گھر میں چھپالیا تھا اس صلے میں انگریزوں نے ان کو انعام دیا تھا اور ان کی خیر خواہی کی قدر کی تھی۔ (۸)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی انگریزوں کے شرائع اسلام کی پامالی کو دیکھ کر فتویٰ جہاد صادر فرمائیں اور شاہ اسماعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلوی کو یہ سب کچھ نظر نہ آئے اور بھاگ دہل اس کا اعلان کریں کہ انگریزوں کی حکومت میں مسلمانوں کو کوئی پریشانی نہیں کس قدر دیانت کا خون ہے یہی وجہ ہے کہ انگریزوں کے دور حکومت میں جب ملت اسلامیہ زوال پذیر ہو رہی تھی تو علمائے دیوبند اور علمائے غیر مقلدین کو جاہ و منصب سے سرفراز کیا جاتا رہا اس دور کے محققین کی نگاہ ہیں ادھر کیوں نہیں جاتیں یہ نظریہ تحقیق باعث تشویش اور معنی خیز ہیں۔

یہ وہ ناقابل تردید حقیقت ہے جس پر برسوں سے گردوغبار کی دبیز چادر ڈالی جا رہی ہے اور مسلمانان ہند کو اصل واقعہ سے بے خبر رکھا جا رہا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ان

کے ہاتھ میں قلم تھا اس لئے جو جنگ آزادی کے مخالفین تھے انہیں کے سر جنگ آزادی کا سہرا باندھا گیا اور جنہوں نے انگریزوں سے بغاوت کی اور غدر میں اپنا سب کچھ لٹا دیا آج ہماری نئی نسل ان کے مجاہدانہ کارناموں سے نابلد ہے۔ آج ضرورت ہے کہ اپنے ان تمام مجاہدین کو یاد کیا جائے جنہوں نے اس وطن عزیز کو سرفروشانہ جذبہ کے ساتھ انگریزوں کے ظلم و استبداد کے پنجہ سے آزاد کرایا۔ صاحب تذکرہ محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی کی مجاہدانہ سرگرمیوں کا سرا بھی اسی اٹھارہ سو ستاون کے ہیرو سے ملتا ہے جنہیں باغی ہندوستان مولانا فضل حق خیر آبادی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ محسن ملت کو فکری اور نظریاتی طور پر ان سے ہم آہنگی تھی۔ علمائے بریلی سلسلہ درس و تدریس کی اسی کڑی سے مربوط تھے جس کا سلسلہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی پر مبنی ہوتا ہے۔ گویا محسن ملت نے علم و حکمت کے اسی سرچشمہ سے اپنے آپ کو سیراب کیا تھا جو دراصل اس فکری دھارے سے مربوط تھا جس کی آخری کڑی حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے واسطے سے باب العلم اور پھر شہر علم پر مبنی ہوتی تھی۔ اسی لئے انہوں نے زندگی کی آخری سانس تک نہ تو نام نہاد علماء کی طرح اپنے دین و ایمان کا سودا کیا اور نہ باطل طاقتوں کے سامنے اپنی قیمتی پیشانی خم کی۔ جب تک وہ لباس ہستی میں رہے بر ملا اعتراف حقیقت کرتے رہے اور اعلان حق فرماتے رہے۔ یہی ان کا شیوہ اور طرز عمل زندگی کی آخری سانس تک برقرار رہا۔

محسن ملت عین جوانی کے عالم میں تحصیل علم دین سے فراغت کے بعد اشاعت دین حق کے لئے اکلتر (بلا سپور) ہوتے ہوئے جب رائے پور آئے تو وہ وہی دور تھا جب پورے ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف نفرت و عداوت کی لہر لہ رہی تھی رائے

پور کے لوگ بھی دوسرے برادران وطن کی طرح انگریزوں کو ملک بدر کرنے کی جدوجہد میں تھے انگریزوں کے کرار و عمل سے آپ حد درجہ متنفر تھے آپ نے چھتیس گڑھ کے لوگوں کو جمع کر کے آزادی کی لڑائی کے لئے ایک ٹھوس منصوبہ تیار کیا اور پھر شہر، دیہات دیہات گھوم کر انگریزوں کے خلاف نوجوانوں کی فوج تیار کی جس میں ہندو مسلم سکھ سبھی قوم اور مذہب کے لوگ شامل تھے۔ چھتیس گڑھ کے مسلمانوں کی طرف سے بھارت چھوڑو اندولن کی قیادت سنبھالتے ہی انگریز حکام کے قدم ڈمگا گئے اس اندولن کو موثر بنانے کے لئے آپ نے بلا سپور، شہڈول، ریوا، بستر، منڈلہ اور دوسرے اہم مقامات کا سفر اور وہاں کے نوجوانوں کو اس اندولن میں شرکت کی دعوت دی۔ آپ کے مجاہدانہ سرگرمیوں سے خوف کرتے ہوئے آپ کو انگریزوں نے ۱۹۲۲ء کو رائے پور سینٹرل جیل میں ڈال دیا۔ روزنامہ بھاسکر لکھتا ہے (وہ محسن ملت) ۱۹۲۱ء میں اکلتر اشریف لائے اس وقت برٹش حکومت کے خلاف حصہ لیا جس کے لئے آپ کو ۱۹۲۲ء میں جیل کا سفر بھی کرنا پڑا اس سفر کی وجہ سے ہی آپ مجاہد آزادی کی شکل میں پہچانے جاتے ہیں جیل کے سفر میں چھتیس گڑھ کے مسلمان باشندوں سے آپ کے گہرے تعلقات ہو گئے تھے اور ۱۹۲۳ء میں مدرسہ اصلاح المسلمین کی بنیاد رکھی“ (۹)

پروفیسر مجید اللہ قادری نے تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت“ کے نام سے اعلیٰ حضرت کے تمام خلفاء کا تذکرہ یکجا کیا ہے اس تذکرے میں خلیفہ اعلیٰ حضرت حضرت محسن ملت مولانا حامد علی فاروقی کا تذکرہ بھی نمایاں لفظوں میں ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

”آپ (مولانا حامد علی فاروقی) سیاسی امور میں دلچسپی لیتے تھے۔ اس لئے متعدد بار قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں ۱۹۲۲ء میں بغاوت کے الزام میں آپ کو

گرفتار کیا گیا اور دو سال کے بعد رہائی نصیب ہوئی۔“ (۱۰)

ہنگامہ غدر میں جب کہ نام نہاد ستے داموں میں انگریزوں کے ہاتھوں اپنے دین و ایمان کا سودا کر رہے تھے آپ اچھے داموں میں بک رہے تھے مگر جس نے رحمۃ للعالمین ﷺ کی عزت و ناموس پر وقف کر کے اپنے آپ کو انمول کر لیا ہو اس کا سودا کون کر سکتا ہے؟ آپ نے لومۃ لائیم کی پروا کئے بغیر سر فروشانہ جذبہ کے ساتھ آزادی کی مہم میں دوسرے علمائے اہل سنت کی طرح حصہ لیا۔ اسی دوران آپ نے مسلم لیگ کے ایک عظیم الشان جلسے میں شرکت کی اور جب آپ کو خطاب کا موقع ملا تو آپ نے ایسی جوشیلی تقریر فرمائی کہ انگریزوں کے خلاف پورا علاقہ آتش بغاوت سے سلگنے لگا جس کے نتیجے میں آپ کو ۱۲/ جون ۱۹۲۲ء کو دفعہ ۱۳۴-اے کے تحت جیل کی تاریک کوٹھری میں ڈال دیا گیا مگر آپ وہاں بھی شمع ایمان بن کر صوفیانی کرتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سیکڑوں غیر مسلموں نے معاصی سے توبہ کی اور آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا جن میں متعدد انگریز بھی تھے (۱۱)

جس وقت عدالت میں آپ کو پیش کیا گیا اور آپ سے یہ کہا گیا کہ آپ معافی مانگ لیں تاکہ آپ کو رہا کر دیا جائے گا تو آپ نے جب جج کے سامنے گرج کر فرمایا:

مجھ پر الزام ہے مذہب کی طرف داری کا

دیکھئے کون سا قانون سزا دیتا ہے مجھے

آپ کے اس طرز گفتگو سے کورٹ کے عملے کا بدن کانپ رہا تھا اس دوران کچھ مخلصین بیچ میں پڑ کر صلح و صفائی کی کوشش کی مگر اس بات کی جب آپ کو خبر ہوئی تو آپ نے پھر گرجدار لہجے میں فرمایا مجھ پر جو انگریزوں کی بغاوت کا الزام ہے وہ بالکل درست

ہے یہ حکومت غاصب ہے اسلام کی، ملک و ملت کی اور دیش کی۔ انہوں نے اپنے اسلاف کی اس روش کو پوری طرح زندہ و تابندہ رکھا جس میں شیر دکن ٹیپو سلطان نے میدان جہاد سے گرجتے ہوئے فرمایا تھا شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔

اور شیر خدا باغی ہندوستان علامہ فضل حق خیر آبادی کو برسر اجلاس بچانے کی جب گواہ جھوٹی قسمیں کھانے لگے تو آپ نے بھی انجام سے بے پروا اور قید و بند کی صعوبتوں سے نڈر ہو کر یہی فرمایا:

”یہ فتویٰ صحیح ہے میرا ہی لکھا ہوا ہے اور اس وقت بھی میری یہی رائے ہے۔“

محسن ملت نے برسر اجلاس اپنے اسلاف کے نقش قدم کی پوری طرح پیروی کی اور برسر اجلاس نڈر اور پیدباک ہو کر وہی فرمایا جو حق اور سچ تھا۔ اس حق گوئی اور راست بازی کا نتیجہ کیا ہو سکتا تھا اس کی خبر سب کو تھی۔ اس راست گوئی کے نتیجے میں اکابر علمائے اہل سنت کی طرح آپ کو بھی جیل کی کالی کوٹھری میں ڈال دیا گیا، کوڑے برسائے گئے، طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں۔ مگر اس ظلم و استبداد کے باوجود آپ کی مومنانہ روش میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا جس کے سبب جیل کے مسلم قیدی آپ کی ذات سے اپنے اندر ایمانی توانائی محسوس کرنے لگے اور بعض انگریز تو آپ کی صبح و شام کے معمولات اور مومنانہ کردار کو دیکھ کر آپ کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ محسن ملت ایک تعارف کے مؤلف آپ کی ایمانی توانائی کے تعلق سے ایک واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ایک دفعہ کوئی انگریز افسر جو اکثر امیں رنجر ہو کر آیا تھا انگریز بہادر کی حکومت تھی بڑے بڑے تخت و تاج والے جن کے ظلم و استبداد سے لرز رہے تھے پورا ہندوستان ان





کی سازشی جال میں پھنس کر رہ گیا تھا دن کا اجالا ہو یارات کا اندھیرا ہر جگہ قوم مسلم کی عزت و آبرو کے لئے عیسائیت کی صلیب لٹکی ہوئی تھی حکام وقت مظلومین کی بے گور کفن لاشوں پر اپنی بالادستی کا جھنڈا گاڑ کر جشن فتح منارہے تھے، ہر جگہ ظلم و ستم کا ہر من قہقہہ بلند کر رہا تھا، صاحب بہادر کے خلاف سوچنا موت کو دعوت دینے سے کم نہ تھا۔ ایک دن آپ کو معلوم ہوا کہ وہی رنج کاغذ میں لکھے آیات قرآنی پر اپنے کتے کو کھلارہا ہے، جسے دیکھ کر مسلمانوں کا دل دبل گیا، آنکھوں میں خون اتر آیا مگر اس کے سامنے بولنے اور اس غلط کام پر اسے ٹوکنے کی جرأت کس میں تھی آپ کو جیسے ہی پتا چلا آپ وہاں پہنچے اور فوراً اس کے کمرے میں گھس گئے بلند آواز سے ڈانٹا مگر اس کا کوئی اثر نہ ہوا بلکہ حکومت کے نشے میں سرشار آتشیں نگاہوں سے بغور آپ کو دیکھتا رہا آپ سے برداشت نہ ہو سکا آپ نے اس کا گریبان تھام لیا اور صورت حال اتنی نازک ہو گئی کہ یہ حادثہ سن کر پورا گاؤں امنڈ پڑا پولس افسران بھی جمع ہو گئے اس وقت اکثر امیں ٹھا کر رامیشپال سنگھ کا مانا ہوا معروف و مشہور خاندان تھا چھیدی لال بیرسٹر اسی خاندان کے ایک ہونہار اور ملک پرست فرد تھے۔ ان کی پورے علاقے میں زبردست دھاک تھی انہوں نے اس معاملہ میں مداخلت کی اور پولس والوں کو محسن ملت کی عظمت سے واقف کرایا بالآخر انگریز بہادر کو محسن ملت کے سامنے جھکنا پڑا اور اس نے کھلے عام معافی مانگی اور مسلمانوں کے جذبات سے کھلواڑ نہ کرنے کا عہد کیا۔

علمائے کرام کی شبانہ روز مساعی کے سبب باشندگان ہند کو جنگ آزادی کی لڑائی میں کامیابی ضرور ملی مگر انگریز ہندوستان سے جاتے جاتے ملک کو دو حصوں میں تقسیم کر گئے اور نفرت و تعصب کی ایسی آگ لگا گئے جس میں برادران وطن مدتوں جھلتے رہیں گے۔ ایسا کیوں ہوا اس کی ایک طویل داستان ہے جسے میں کسی اور موقع کے لئے اٹھا



رکھتا ہوں۔ اتنی بات ضرور مسلم ہے کہ اس تقسیم کے نتیجے میں ہندوستان بڑی افراتفری کا شکار ہو گیا۔ پاکستان کے وجود میں آتے ہی مسلمانوں کے سر پر کشت و خون کا آتش فشاں پہاڑ ٹوٹ پڑا جس کی زد میں ہندوستان کے کئی اہم صوبے آ گئے۔ گھٹی ہوئی فریادیں اور جلتی ہوئی لاشیں ہندوستان کا مقدر بن گئیں، مسلم قوم اپنی جائیداد کو کوڑیوں کے مول فروخت کر کے پاکستان جانے لگے جس طرف دیکھو بستر بند لوگوں کا قافلہ نظر آ رہا تھا۔ ملت اسلامیہ کے بیشتر علماء تقسیم کی حمایت میں تھے اور وجود پاکستان کو فال نیک سمجھ رہے تھے ایسے پر آشوب اور رستاخیز ماحول میں قوم مسلم کو سنبھالنا آسان کام نہ تھا آپ نے انتہائی ہر درد لہجے میں قوم مسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

”سیدنا علیؑ حضرت رضی اللہ عنہ نے بہت پہلے فرمادیا تھا کہ دشمن ہمارے لئے تین باتیں چاہتا ہے۔“

- ۱۔ سب سے پہلے ہماری موت تاکہ معاملہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔
- ۲۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو جلا وطنی تاکہ پاس ہی نہ رہے۔
- ۳۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکا تو آخر درجہ میں مجھے عاجز و مجبور بنانا چاہے گا۔

ایک دفعہ تم لوگوں نے گاندھی جی کی تحریک اور مولانا ابوالکلام آزاد کے فتویٰ پر ہجرت کر کے دیکھ کیا مگر اس میں سوائے بربادی کے تمہیں کچھ ہاتھ نہ لگا۔ آج پھر تم اپنے وطن عزیز کو خیر باد کہہ رہے ہو اگر تم نے جانے کا فیصلہ کر لیا ہے تو ضرور جاؤ مگر جانے سے پہلے سوچو، سمجھو، کچھ غور کرو بھارت کی دھرتی پر ہم نے صدیوں حکومت کی ہے دہلی کے لال قلعہ کی بلند پیشانی ہماری عظمتوں کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ ایسی حالت میں یہاں سے پاکستان ہجرت کرنا سوائے بربادی کے کچھ نہیں۔ (۱۲)

آپ نے مشائخ اور بزرگان دین کی عظمتوں کے حوالے سے بھی قوم مسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ”تم کہاں جا رہے ہو خواجہ کی دھرتی تمہیں پکار رہی ہے، مخدوم سمنان کا روضہ تمہیں آواز دے رہا ہے، محبوب پاک کا آستانہ تمہیں یاد کر رہا ہے، تمہارے آباء و اجداد کی ہڈیاں تمہیں لگا رہی ہیں، خواجہ کا آستانہ چھوڑ کر کہاں جاؤ گے، مخدوم پاک کا روضہ چھوڑ کر تم سکون کیسے پاؤ گے؟ مخدوم کا سایہ چھوڑ کر کہاں چین ملے گا، سرکار اعلیٰ حضرت کے فیضان سے بھاگ کر تم کیسے جی سکو گے“ (۱۳)

آپ کی آواز صدابہ صحرا ثابت نہ ہوئی بلکہ سیکڑوں لوگوں نے اس پر کان دھرا، ہزاروں لوگوں کے بہکتے قدم تھم گئے، صد ہا عورتیں بیوہ اور ہزاروں بچے یتیم ہونے سے بچ گئے۔ آپ کی اس محنت اور جانفشانی کے نتیجے میں علاقہ چھتیس گڑھ اجڑنے اور برباد ہونے سے محفوظ رہا۔ اس طرح کے کئی ایک واقعات ہیں جس سے پتا چلتا ہے کہ محسن ملت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ نے اپنی جرأت ایمانی کا مظاہرہ فرمایا اور حق کے خلاف جس نے بھی کچھ کرنے کی ہمت جنائی اس کی آپ نے سرزنش کی اور مجمع عام میں اسے ذلیل کیا۔ ہمیشہ ملک و ملت اور برادران وطن کے لئے فلاح و بہبود کی باتیں کیں، جس کے سبب عمائدین ملک و ملت اور برادران وطن کی نگاہوں میں آپ ہمیشہ محبوب رہے۔ سب نے آپ کی قدر و منزلت کی اور ناگفتہ بہ حالات میں آپ کے موقر مشوروں پر عمل کیا۔ سربراہان حکومت سے قربت کے باوجود بھی آپ نے کبھی ایسا کوئی بیان نہیں جاری کیا جو صرف حکومت کے مفاد میں ہو اور ملت اسلامیہ کو اس سے نقصان پہنچتا ہو۔ جب تک آپ بقید حیات رہے ملت اسلامیہ کی فلاح و بہبود سے متعلق ہی سوچتے رہے۔ چنانچہ جب بابر مسجد میں تالا پڑا تو آپ کی اضطراب و بے چینی قابل دیدھی آپ کی جرأت ایمانی نے ایک بار پھر حکومت کو لاکار۔ آپ نے

سربراہان مملکت کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:

”کیا وہی تاریخ یہاں بھی دہرائی جائے گی، کیا اسی لئے ہم نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر کے اسے آزاد کرایا تھا، کیا اسی لئے ہماری ماؤں کی گودیں اور بہنوں کا سہاگ اجاڑا گیا تھا کہ سلطان ٹیپو، سراج الدولہ اور بہادر شاہ ظفر کے نعرہ حریت و آزادی کی امین و نگہبان قوم اذان و نماز تک محروم ہو جائے“ (۱۴)

یہ واقعہ ہے کہ جب کوئی اقتدار کی کرسی تک پہنچ جاتا ہے تو وہ بہت ساری مصلحتوں کا شکار ہو جاتا ہے ضمیر فروشی اور مفاد پرستی اس کی عادت ثانیہ بن جاتی ہے۔ مگر محسن ملت پنڈت جواہر لال نہرو کے معتمد علیہ ہوتے ہوئے بھی ایسی عادت قبیحہ سے کوسوں دور تھے انہوں نے اپنی سیاسی سوجھ بوجھ کو ہمیشہ قوم اور مذہب کے لئے ہی استعمال کیا مولانا مفتی عبدالحلیم صاحب اشرفی لکھتے ہیں:

”اس کی بہترین مثال رائے پور مساجد ہیں مولانا نے اپنی سیاسی و عملی حکمت سے رائے پور کی سرزمین پر جمیعۃ العلماء ہند کو قدم نہیں رکھنے دیا یہی وجہ ہے کہ آج رائے پور کی تمام مساجد بحق سنیت محفوظ ہیں۔“ (۱۵)

اگر اس حکمت عملی کا محسن ملت نے مظاہرہ نہ فرمایا ہوتا تو آج رائے پور کا بھی وہی حشر ہوتا جو ہندوستان کے دوسرے شہروں کا ہے۔ جہاں غیر سنی حضرات اپنے اثر و رسوخ سے بددینی کا ماحول پیدا کر رہے ہیں۔ دینی و سماجی معاملہ ہو یا قومی و سیاسی امور ان کی شخصیت ہر محاذ پر ریگانہ نظر آتی تھی بقول پاسبان ملت مولانا مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ:

”وہ فقہی بصیرت رکھنے والے ایک جید عالم تھے خانقاہوں کے صوفی باصفا اور عارف آگاہ تھے اور میدان سیاست کے شہسوار بھی وہیں ان کے سینے میں ایک درد

## محسن ملت مدھیہ بھارت کے عظیم مسیحا

شہزادہ سمنان حضرت مولانا سید شاہ ظل حسن اشرفی الجیلانی کچھوچھو مقدسہ

قیادت و سیادت و امامت کا گہرا تعلق قوم و ملت کے فعال و غیر فعال ہونے سے ہے۔ جب یہی قوم جمود و تعطل میں پڑ جاتی ہے تو قیادت و سیادت سامنے آتی ہے اور قوم و ملت کے جمود کو ختم کر کے فعال بناتی ہے۔ ہر زمانے میں جیسے جیسے قوم و ملت کی ضرورت ہوتی ہے پروردگار عالم اسی اعتبار سے قائد بھیج دیتا ہے۔ جب ملی شیرازہ بکھر رہا تھا اور عمل روحانیت کا جنازہ نکل رہا تھا تو اس مالک حقیقی نے حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مئی الدین بنا کر بھیجا، جب کفر و شرک کی گھنگھور گھٹا چھائی تو اس کو نور سے بدلنے کے لئے حضور معین الدین چشتی اور غوث العالم سلطان سید اشرف سمنانی اور دیگر بزرگوں کا انتخاب عمل میں آیا جن کی روحانیت سے آج پورا ملک فیضیاب ہے جنہوں نے کفر کی تاریکیوں میں اسلام کا چراغ روشن کیا۔ اکبری دین الہی کا فتنہ منصہ شہود پر آیا تو اسکو تاراج کرنے کے لئے اعلائے کلمۃ الحق کے لئے حضور مجدد الف ثانی کا وجود مسعود قوم و ملت کی امامت و قیادت، اور جب وہابیت اور کفر و ارتداد کا فتنہ قوم و ملت کے سامنے آیا تو پروردگار عالم کی شان رحیمی و کریمی نے حضرت مجدد دین و ملت شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام اہل سنت شاہ احمد رضا خاں فاضل

مندول تھا جس نے انہیں ہمیشہ سیماب صفت رکھا۔ وہ مسلمانوں کے غم میں کسی کڑواہٹ چمین نہ پاتے۔ وہ ملک دوست بھی تھے اور مسلمانوں کے دکھ درد کے ساتھی بھی وہ مخلصانہ جذبہ رکھتے تھے جس نے انہیں سیاست حاضرہ سے قریب رکھا انہوں نے سیاست کو چھوڑا اور سو گھا تھا اس میں ڈوبے نہیں تھے“ (۱۶)

### ماخذ

- ۱۔ محسن ملت ایک تعارف ص ۱۱
- ۲۔ باغی ہندوستان ص ۲۳۶
- ۳۔ بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد ص ۳۱۵
- ۴۔ فتاویٰ عریزہ جلد اول ص ۱۱
- ۵۔ انگریز نوازی کی حقیقت ص ۷۹
- ۶۔ الاقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۵۰
- ۷۔ توارخ عجیبہ ص ۷۳
- ۸۔ بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد ص ۳۵۷
- ۹۔ روزنامہ بھاسکر رائے پور ۳ مارچ ۱۹۹۳ء
- ۱۰۔ محسن ملت ایک تعارف ص ۷۷
- ۱۱۔ ایضا ص ۹۲
- ۱۲۔ ایضا ص ۹۹
- ۱۳۔ ہفت روزہ ہمارا قدم دہلی ص ۷۔ جنوری ۱۹۹۱ء
- ۱۴۔ محسن ملت ایک تعارف ص ۱۰۶
- ۱۵۔ ایضا ص ۵۰
- ۱۶۔ ایضا ص ۳۲

☆☆☆

بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قائد اور قوم و ملت کا غمخوار بنا کر بھیجا جنہوں نے اعلیٰ کلمۃ الحق کر کے وہابیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھوک دی۔

جب رائے پور اور چھتیس گڑھ پر شدھی کرن کی تحریک چلی اور مسلمانوں کا ایمان وایقان خطرے میں پڑنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت محسن ملت شاہ مولانا محمد حامد علی صاحب فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کو سینہ سپر کر دیا جنہوں نے ہزاروں کو مسلمان بنا کر قوم کو صرف اس فتنہ ہی سے نہیں بچایا بلکہ ہمیشہ کے لئے ایسی علمی و روحانی درس گاہ کا سنگ بنیاد رکھا جس کو ہم مدرسہ اصلاح المسلمین و دار الیتامی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جو حضرت کی روحانی و علمی تجلی گاہ ہے اور جس کے فیض سے انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک لوگ مالا مال ہوتے رہیں گے۔

## ہمارا خون بھی شامل ہے تزیین گلستاں میں

حضرت مولانا انیس عالم صاحب سیوانی،  
فاضل صدام حسین یونیورسٹی بغداد، بکھنؤ

مجاہد آزادی، تلمیذ و خلیفہ اعلیٰ حضرت، داعی اسلام، محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی متوفی ۲۶/محرم الحرام ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۵/اپریل ۱۹۶۸ء کی پوری زندگی جدوجہد، عمل پیہم اور کوششوں سے بھری ہوئی ہے۔ محسن ملت مولانا حامد علی فاروقی کا دعوتی اور تبلیغی مقام بہت ہی ارفع ہے۔ علماء کی جماعت میں کم ایسے افراد ملیں گے جنہوں نے اجنبی ماحول میں اپنائیت کے پھول کھلائے ہوں۔ مولانا حامد علی فاروقی نے چھتیس گڑھ کی سرزمین کو اپنی دعوت و تبلیغ کے لئے منتخب فرمایا اور غیروں کے درمیان شمع اسلام کو روشن کر کے مبلغین اور دعاۃ کو ایک نئی جہت عطا کی۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ محسن ملت نے مدھیہ پردیش اور چھتیس گڑھ کی سرزمین پر جو کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں وہ لائق صد تحسین اور قابل مبارک باد ہیں۔ محسن ملت فاضل بریلوی کے ان چند تلامذہ اور خلفاء میں سے ہیں جنہوں نے عام علماء کی روش سے الگ ہٹ کر دین و ملت کی خدمت انجام دی۔ عام علماء اور مشائخ کی طرح آپ نے صرف مسجد و مدرسہ اور خانقاہ تک اپنے کو محدود نہیں رکھا بلکہ اپنے گرد و پیش میں رونما ہونے والے حالات و حوادث پہ نظر رکھی

اور جہاں ضرورت پیش آئی وہاں آپ نے محاذ سنبھالا۔

اعلیٰ حضرت کے بہت سارے تلامذہ اور خلفاء و مریدین و معتقدین میں چند ایسے نام ملتے ہیں جن حضرات نے کچھ نیا کر کے اپنی پہچان بنائی ہے۔ ان میں ملک العلماء مولانا سید ظفر الدین بہاری متوفی ۱۹/ جماد الاخریٰ ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۸/ نومبر ۱۹۶۲ء جنہوں نے ہمارے عام علماء کی روش سے الگ ہٹ کر کام کیا اور مسلک امام اعظم ابوحنیفہ کی تائید میں احادیث کا ضخیم مجموعہ ترتیب دیا۔ الجامع الرضوی یعنی صحیح البہاری کے نام سے مشہور ہے۔ فاضل بریلوی کے دوسرے عظیم شاگرد مبلغ اسلام علامہ عبدالحلیم میرٹھی صدیقی ہیں جنہوں نے دینیات کے علاوہ مختلف زبانوں اور تہذیبوں کو پڑھا اور سمجھا اور دور دراز کا سفر کر کے لوگوں کو اسلام و سنیت سے متعارف کرایا۔ افسوس کہ جہاں جہاں مبلغ اسلام نے پہنچ کر غیر مسلموں کو اسلام سے مشرف فرمایا تھا آج کے مشائخ ہوائی جہاز اور ایئر کنڈیشن گاڑیوں کی سہولتیں حاصل ہونے کے باوجود ان کو سنیت پر قائم رکھنے میں کامیاب نہیں ہو پارہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے خلفاء میں رئیس المتکلمین حضرت علامہ سید سلیمان اشرف بہاری کا بھی رتبہ بہت بلند ہے انہوں نے علی گڑھ کے آزاد اور نجپر پرستوں کے ماحول میں بھی کلمہ حق بلند کیا۔ جب بولا حق بولا۔ علی گڑھ میں رہتے تھے، پیدائش بہار شریف میں ہوئی لیکن خمیر بریلی کا تھا اور خمار مدینے کا۔ ان تین ناموں کے بعد سمجھتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت کے پیغام، ان کی تحریک اور فکر کو ہمہ جہت بنانے میں جس شخصیت نے نمایاں کردار ادا کیا ان میں محسن ملت علامہ حامد علی فاروقی کی ذات گرامی ہے۔ آپ نے مسجد و مدرسہ اور خانقاہ کے ساتھ ساتھ سنیت کی آواز کو سیاسی گلیاروں تک پہنچائی۔ گرجتے ہوئے شیر کی مانند باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہمیشہ حق بولتے رہے۔ جہاں آپ کی خدمات دینیات، مذہبیات میں

اپنا امتیاز رکھتی ہیں وہیں سیاسی دنیا کو بھی آپ نے کھنگالا اور سیاسی گھاگوں کے سامنے بھی اپنی بات رکھی۔

آپ کی زندگی اور کارناموں کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ آپ نے سیاست کی مگر ضمیر بیچ کر نہیں، منصب کی خاطر نہیں، عقیدہ و فکر کا جنازہ نکال کر نہیں بلکہ اعلائے کلمہ حق کے لئے۔ ان علماء کے لئے آپ کی سیاسی زندگی رہنما بن سکتی ہے جو لوگ سیاسی دنیا میں قدم رکھتے ہی اپنے مذہب اور مسلک، عقیدہ و فکر اور مسجد و مدرسہ سے بیزار اور متنفر ہو کر آزاد خیالی اور صلح کلیت کے شکار بن جاتے ہیں۔

آج کا ایک بہت بڑا سوال ہے کہ کیا علماء سیاست میں قدم رکھیں یا نہیں؟ میں سمجھتا ہوں کہ اچھے لوگوں کو سیاست، تجارت، حرفت، صنعت ہر میدان میں آگے بڑھنا چاہئے لیکن ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہم مسلمان ہیں، ہم سنی ہیں۔ آج کے سیاسی علماء اور علامہ حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ میں یہی فرق ہے کہ انہوں نے سیاست کی ملک کی آزادی کے لئے۔ انہوں نے سیاست کی اسلام کی بقا کے لئے، انہوں نے سیاست کی قوم کو آبرو مند نہ زندگی بخشنے کے لئے۔ انہوں نے جیل کی تاریک کوٹھریوں میں اپنی زندگی کے اہم لمحات گزارے تاکہ ملت بچ جائے اور آج کے ضمیر فروش مسلم سیاست داں اور سیاسی مولوی راجیہ سبھا اور ایم ایل سی کی سیٹیں حاصل کرنے کے لیے سیاست کر رہے ہیں۔ کاش ہمارے علماء اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے اور اپنے بزرگوں کی زندگی سے استفادہ کرتے۔ بڑا افسوس ہوتا ہے کہ آج بہت کچھ لکھا جا رہا ہے لیکن اس ترقی یافتہ دور میں وہ باتیں ابھر کر نہیں آ پارہی ہیں جن سے ہماری معلومات میں اضافہ ہونا چاہیے۔ آج انہیں علماء اور مشائخ کی تاریخیں لکھی جا رہی ہیں اور انہیں کے فضائل تیار کئے جا

رہے ہیں جن کے وارثین نذرانے فرزانے کا اہتمام کرتے ہیں۔ آج جب اس دور کے کسی عالم و بزرگ یا تحریک و مدرسہ کا تعارف کرایا جاتا ہے تو ایسا لگتا ہے کہ ان حضرات نے دین کا کوئی کام اپنے بعد والوں کے لیے چھوڑا ہی نہیں تھا۔ وہ سب کچھ کر ڈالا ہے جو کرنا تھا، مدرسوں اور تحریکوں کا ایسا تعارف کہ اس مدرسے اور تحریک نے بس ادھر زمین پہ قدم رکھا اور آناً فاناً بین الاقوامی معیار اختیار کر لیا۔ مبالغہ کیجئے۔ اظہار عقیدت چاہیے مگر اتنا نہیں کہ جھوٹ اور سچ کا فرق ہی ختم ہو جائے۔ میں وہ نہیں کہتا جو سب کہتے ہیں۔ میں صرف اتنا کہتا ہوں کہ اس سنیت کی اشاعت اور فروغ میں تھوڑا حصہ الہ آباد سے اٹھنے والی اس شخصیت کا بھی ہے جس نے چھتیس گڑھ کو اپنا مسکن اور سنیت کا قلعہ بنا دیا۔

☆☆☆

## محسن ملت ایک آفاقی شخصیت

ڈاکٹر رشید احمد صاحب فاروقی، ریڈر محسن ملت یونانی میڈیکل کالج، رائے پور میں اپنے اس مضمون کی ابتداء حضرت مولانا سید علی احمد صاحب سیوانی علی گڑھ کے ان جملوں سے کر رہا ہوں جو انہوں نے حضرت محسن ملت حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کی شان میں بطور نذرانہ پیش کیا ہے۔ لکھتے ہیں

”حضرت مولانا حامد علی فاروقی گلشن فاروقیت کے اس شگفتہ گلاب کا نام ہے جس کی نکلت بیزی صبح قیامت تک مشام عشق و ایمان کو معطر کرتی رہے گی۔ آپ نے قوم مسلم کو علمی شعور دینے کے لئے مدرسہ اصلاح المسلمین قائم کیا۔ کیوں کہ جو قوم تاریکیوں کی مسافر ہو اس کی نہ کوئی منزل ہوتی ہے نہ اپنا کوئی پتہ۔ بلند یوں کو پانے و چھونے کے لئے حصول علم شرط اول ہے۔ یہ ان کی ہی سعی پیہم کا ثمرہ تھا کہ ہر چہار سو علم کا اجالا پھیلنے لگا۔“

آج ہر طرف اسلام و سنت اور فیضان شریعت کا جو چراغ جل رہا ہے اس میں محسن ملت کے جگر کا لہو شامل ہے اور اب اس چراغ کی لو کو تیز کرنے میں ان کے لائق، قابل فخر اور ہونہار نبیرہ حضرت مولانا اکبر علی فاروقی صاحب ہمہ تن مصروف ہیں جن کا کوئی لمحہ علمی حس و حرکت سے خالی نظر نہیں آتا۔ جب حضور محسن ملت کی کتاب زندگی کی

ورق گردانی میں، میں مصروف تھا تو میرا بھی مشام فکر گلشن فاروقیت کے اس شگفتہ گلاب کی عطر بیز خوشبوؤں سے معطر ہوتا جا رہا تھا اور بار بار احساسِ افسوس کرید رہا تھا کہ کاش یہ حسین لمحہ پہلے ہی ہاتھ آیا ہوتا تو میں بھی اپنے دامنِ زندگی کو ان کے برکاتِ علم سے بھر لیا ہوتا۔

یقیناً مدھیہ بھارت کا یہ ٹکڑا جسے آج چھتیس گڑھ کے نام سے جانا جاتا ہے علم کی روشنی سے آج بھی خالی ہے خصوصاً دینی علم اور زبانِ اُردو سے۔ کیوں کہ آئے دن جب یہاں کے درودیوار پر نظر جاتی ہے اور اس پر چسپاں پوسٹروں کو دیکھتا ہوں تو وہ زیادہ تر ہندی زبان میں چھپے ہوتے ہیں۔ اُردو پوسٹر شاذ و نادر ہی دکھائی پڑتے ہیں یہاں تک کہ مسجدوں میں کلامِ پاک کی زیادہ تر آیات بھی ہندی رسم الخط میں نظر آتی ہیں۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ اُردو زبان کے جاننے والے خال خال لوگ ہیں اور ذریعہ تعلیم ہندی ہونے کے سبب اُردو کی جانب توجہ بھی کم ہے۔ لوگوں سے اس موضوع پر بات کرنے سے جواب ملا کہ اُردو سے ہمیں کیا ملے گا کیوں کہ سرکاری زبان ہندی ہے اور ہندی ہی آگے بڑھنے کا ذریعہ فراہم کرتی ہے۔ جو زبان کسی انسان کو روزی روٹی سے جوڑتی ہے اس کے لئے وہی اہم ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کے بچے اُردو زبان سے دور ہیں اور خود بھی اُردو سے نا آشنا۔

میں نے یہ بات جب ان کے گوشِ گزار کی کہ ہمارے دین و مذہب اور شرعی مسائل کا سارا ذخیرہ عربی و اُردو زبان میں ہی ہے، ہماری تہذیب، ہماری تاریخ، ہماری ثقافت، ہمارا کلچر اور سارے دینی اثاثے سبھی اُردو زبان میں ہی ہیں۔ اُردو زبان سے دوری بچوں کو دین و مذہب سے بہت دور کر دے گی جہاں سے واپس ہونا بہت مشکل ہوگا تو

اُن کا جواب تھا کہ دین و مذہب کا جتنا علم ہمیں اور ہمارے بچوں کو ہونا چاہیے وہ حاصل کر لیتے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ جواب سن کر میں خاموش ہو گیا۔

اس طرح کے مشاہدات کے بعد حضرت مولانا سید علی احمد سیوانی کے وہی الفاظ کانوں میں گونجنے لگے کہ ”جو قوم تاریکیوں کا مسافر ہو اس کی نہ کوئی منزل ہوتی ہے نہ اپنا کوئی راستہ، بلندیوں کو چھونے اور پانے کے لئے حصولِ علم شرطِ اول ہے۔“ یہ بالکل سچ ہے کہ بلندیوں کو پانے کا راز اس کی اپنی مادری زبان میں ہی پنہاں ہے۔ زندگی کے تمام نشیب و فراز سے آگہی اس کی اپنی مادری زبان کے توسط سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

چھتیس گڑھ کا یہ علاقہ جو مدھیہ بھارت کا حصہ ہے زیادہ تر سنگلاخ زمینوں سے بھرا ہوا ہے۔ زیادہ تر آبادیاں آدی واسی اور جنگلی قبائل پر مشتمل ہیں۔ کچھ خاص علاقے ہی ایسے دکھائی دیتے ہیں جہاں زندگی کی رعنائیاں نظر آتی ہیں، اس علاقے کے لوگ خوش وضع، خوش حال، زیور تعلیم سے آراستہ اور نفاست پسند بھی ہیں، ان لوگوں کا معاشرہ اس دیہاتی زندگی سے بالکل الگ تھلگ ہے۔ جو علاقے زندگی کی بہاروں سے خالی ہیں انہیں تعلیم و تربیت کی سخت ضرورت ہے۔ کاش! آج کے حالات میں انہیں محسنِ ملت کی رفاقت نصیب ہوتی تو ان کی علمی ضیاء پاشی سے علاقے کی تاریکیاں منہ چھپائے پھرتیں۔

اب پھر ایک امید کی کرن ان کے ہونہار اور لائق و فائق پوتے مولانا اکبر علی فاروقی کے وجود سے جگمگا رہی ہے جن کے ہاتھوں میں حضرت محسنِ ملت علیہ الرحمہ نے شمعِ علم کو سپرد کیا تھا وہ اپنی گونا گوں خوبیوں سے آراستہ ہو کر محسنِ ملت کے اس علمی مشن کو آگے بڑھانے اور اس میں نئی روح پھونکنے میں ہر گھڑی مصروف ہیں۔ کئی اسکول، مدارس



اور مکاتب ان کے زیر نگرانی چل رہے ہیں۔ خدا ان کی کوششوں کو توانائی بخشنے اور علمی مشن کا جو چراغ کبھی محسن ملت علیہ الرحمہ نے جلایا تھا وہ جلتا رہے بجھنے نہ پائے۔

حضرت علامہ مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ کی زندگی کے اس سیاسی پہلو کا ذکر اگر اس مضمون میں نہ کیا جائے تو شاید مضمون تشنہ رہ جائے گا کیوں کہ مدد و مدد کو سیاست پہ کافی درک حاصل تھا آپ اپنے جاہ و جلال، فکری گھن گرج، سیاسی بصیرت، حمیت و غیرت، شوکت و سطوت، عظمت و حشمت، ذہانت و لیاقت غرض کہ ہر اعتبار سے انفرادی شان کے مالک تھے۔

پنڈت جواہر لال نہرو جو ملک کے پہلے وزیر اعظم تھے ان سے موصوف کے دیرینہ روابط تھے۔ جب نہرو جی پہلی بار پھولپور پارلیمانی حلقہ سے الیکشن میں کھڑے ہوئے تو انہیں یہ ڈرستار ہاتھ تھا کہ کہیں مسلمان الیکشن میں ان سے دور نہ ہو جائیں۔ یہی وہ علاقہ تھا جس کے تحت حضرت محسن ملت کا گاؤں بھی آتا تھا۔ پھولپور کے اس پارلیمانی حلقہ میں مسلمانوں کی اچھی خاصی آبادی موجود ہے اور کسی بھی الیکشن کا رخ موڑنے میں اپنا اثر و طاقت رکھتی ہے۔ یہ وہ دور تھا جب مسلمان کانگریس پارٹی سے دور دور نظر آرہے تھے کیوں کہ ۱۹۴۷ء کے بٹوارے کی ہولناکی و تباہی، وحشت و بربریت، نازیبا سلوک، سفاکانہ قتل عام، اُس پر آشوب دور کی یادیں اور ان یادوں کی ٹیسیں ان کے ذہنوں پر تازہ تھیں۔ ان کرب ناک لمحے کی یاد ہی انہیں بے قرار کرنے کے لئے کافی تھی۔ کیوں کہ کانگریس کی دوزخی پالیسی سے مسلمانوں کو کافی ٹھیس لگی تھی انہیں اس بات کا غم تھا کہ اس پر آشوب دور میں مسلم معاشرے کے ساتھ کیسے کیسے ناروا سلوک کئے گئے، مگر ان حالات میں کانگریس خاموش تماشائی ہی بنی رہی۔ کانگریس کی اس تکلیف دہ پالیسی سے مسلم معاشرہ بہت زیادہ بدظن تھا۔ ان وجوہات کے پیش نظر نہرو جی پریشان تھے

کہ ایسے میں محسن ملت یاد آئے، احساس جاگا کہ ان حالات سے ان کی نیا پارلگانی والا کوئی ہو سکتا ہے تو وہ محسن ملت کی ہی بھاری بھر کم شخصیت ہو سکتی ہے۔ پھر کیا تھا آپ کی خدمت میں عریضہ پیش کیا اور آپ نے اپنی دیرینہ رفاقت کی بناء پر ان کی اس دعوت کو قبول کر لیا اور انہیں کافی تسلی دی اور اپنی مدد کا مکمل بھروسہ دلایا۔ علاقائی ہونے کی وجہ سے وہاں کے مسلمانوں سے حضرت کے مراسم بڑے اچھے اور گہرے تھے۔ لوگ آپ کی فہم و فراست کے قائل بھی تھے اور آپ کی شخصیت سے بے پناہ مرعوب بھی۔ آپ نے اپنی سیاسی بصیرت سے لوگوں کو جلد ہی راضی کر لیا اور سمجھایا کہ بدلے ہوئے حالات میں اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ دشمن کو دوست بنالیا جائے۔ درد کا مداوا اور زخم کا اندمال اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب مسلمان کانگریس کے قریب آجائیں۔ کانگریس سے دوری انہیں سیاست سے اور دور لے جائے گی اور اپنے آپ کو وہ اور بھی تنہا رہ جائیں گے۔ حضرت محسن ملت قوم مسلم کے اُس درد سے نہ صرف واقف تھے بلکہ اس درد میں برابر کے شریک بھی۔ انہیں قوم سے دلی لگاؤ تھا اور چاہتے تھے کہ کوئی ایسا راستہ نکل آئے جس سے قوم کے درد کا مداوا ہو سکے اور درد کے اندمال کے لئے پنڈت جی کی شکل میں مرہم مل چکا تھا۔ پنڈت نہرو بھی وقت کی اس نازک موڑ پر چاہتے تھے کہ کانگریس کے پلیٹ فارم سے کچھ ایسا کیا جائے جس سے مسلم معاشرے کے دلوں سے کدورت دور ہو جائے۔ حضرت محسن ملت کی قربت انہیں اس طرح کے احساس پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ آپ کی حیثیت مسلم عوام و کانگریس کے مابین خصوصاً پنڈت نہرو کے درمیان پل کے طور پر تھی وہ مسلم مسائل اور پریشانیوں سے نہرو جی کو اکثر و بیشتر آگاہ کرتے رہتے تھے۔ دوسری جانب پنڈت نہرو دیگر سرکردہ مسلم لیڈروں سے رابطے میں تھے اور ان سے بھی مسلم مسائل پر اکثر و بیشتر تبادلہ خیال

کرتے رہتے۔ تمام مسلم لیڈران اس بات پر متفق تھے کہ مسلمانوں کی پریشانیوں کو دور کرنے کا یہی ایک اچھا راستہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے دلوں سے کانگریسی نفرت کو نکال دیں اور انہیں کانگریس سے قریب کر دیں۔ حضرت اپنی ذہانت، سیاسی بصیرت، غیرت و حمیت اور ہمدردی سے قوم کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہو گئے جس سے قوم کے بیشتر سرکردہ افراد کانگریس کے جھنڈے تلے آ گئے اور پھر وہ ہوا جس کا پنڈت نہرو کے شان و گمان میں بھی نہ تھا۔ حضرت نے علاقے کے سرکردہ مسلمانوں سے رابطہ قائم کیا، ان سے رائے و مشورے کئے، میٹنگیں کیں اور تن من دھن سے کانگریس کی موافقت میں رات دن ایک کر دیا۔ کوئی بھی سیاسی میٹنگ اور جلسہ ایسا نہ تھا جہاں حضرت موجود نہ ہوں۔ پنڈت جی ہمیشہ انہیں اپنے ساتھ رکھتے اور مشورہ لیا کرتے حضرت بھی انہیں اپنی صلاحیت و ذہانت کے مطابق مفید مشوروں سے نوازتے رہتے خصوصاً مسلم کاز کی حمایت میں تو اور بھی مشورے ہوتے تھے۔ نہرو جی بھی یقین دلاتے رہتے کہ وقت آنے پر وہ مسلمانوں کے تئیں اچھا قدم ضرور اٹھائیں گے۔ پنڈت نہرو جی جس جگہ جاتے حضرت ساتھ ہوتے اور مجمع کو خطاب کرنے کا موقع فراہم کرتے۔ چنانچہ انالہ، اتر سوہیا، نخاس کہنہ، گھنٹہ گھر، منہاج پور، کڑہ والہ آباد کے دیگر محلوں اور قریوں میں میٹنگیں کر کے اپنی شعلہ بیانی و سیاسی تدبر کا لوہا منوالیا، اپنی پرمغز و بااثر تقریر سے ایسا سماں باندھ دیتے کہ لوگ حیرت سے ان کے چہرے کو دیکھتے ہی رہتے اور جب تک تقریر نہ ختم ہوتی اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوتے، تقریر کی چاشنی کا یہ عالم تھا کہ بغیر حضرت کی موجودگی کے ہر میٹنگ ہلکی نظر آتی، لوگوں کی نظریں مجمع میں انہیں ڈھونڈتی رہتیں، ان کی خطابت کا موضوع اکثر ملی اور ملکی مسائل پر مشتمل ہوتا، بے خوف انداز میں مسلم ترجمانی کا حق ادا کرتے۔ ظاہری بات ہے کہ یہ وہی آواز

ہوتی جو مسلم عوام کے دلوں میں رچی بسی تھی۔ یہ آواز ان کے احساسات و خیالات کی صحیح ترجمان ہوتی تھی۔ پھر کیا تھا لوگ ان کے پیچھے ہو لئے اور وہ کرشمہ کردیکھایا کہ الہ آباد کی تینوں پارلیمانی سیٹیں کانگریس کی جھولی میں آ گئیں۔ پنڈت نہرو حضرت کے اس کارنامے سے بہت خوش ہوئے اور انہیں بہت قریب کر لیا۔

مسلم متحدہ محاذ کا قیام بھی ان کی اسی سیاسی بصیرت کا نتیجہ تھا۔ مسلم اوقاف کے مسئلے پر پنڈت نہرو سے ان کی دانش مندانہ گفتگو قومی درد کی زندہ تصویر ہے کہ وہ قومی مسائل کا سودا نہیں کرتے تھے، وہ اپنی گھن گرج اور بارعب شخصیت کا مظاہرہ کرنے سے پنڈت نہرو کے سامنے بھی باز نہیں آئے۔ آج وقت کو پھر ایسی ہی شخصیت کی ضرورت جو پوری دیانت داری کے ساتھ مسلم مسائل کو ارباب حکومت تک پیش کر سکے اور اس کے حل کے لئے اپنی ساری صلاحیتوں کو صرف کر دے۔

محسن ملت زندہ باد ان کی سیاسی بصیرت پائندہ باد

☆☆☆

محسن ملت حضرت مولانا حامد علی فاروقی قدس سرہ العزیز جن کی شخصیت نہ صرف ایک عالم دین کی حیثیت سے قابل توجہ ہے بلکہ وہ بیک وقت ایک نکتہ سنج مقرر، روشن دماغ مدبر، شفیق استاد، اعلیٰ پایہ منتظم، مخلص داعی دین، بے لوث سیاستدان، بے خوف و بیباک رہنمائے قوم اور کفن بردوش مجاہد حریت کی حیثیت سے بھی لائق توجہ ہے۔ پیش نظر کتاب میں موصوف کی شخصیت کے ان تمام گوشوں کو معروضی انداز میں اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو اہل تحقیق کے لئے نشان راہ ثابت ہوگا۔

56 ورقی اس کتاب کی ابتداء محسن ملت کے پیر و استاد امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے نام انتساب سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد ”حدیث دل“ کے عنوان سے مرتب نے پیشگی باتیں قلمبند کی ہیں جو مرتب کے خلوص و جذبے کی سچی عکاس ہے۔ مولانا ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری صاحب کی طویل تقریظ بھی لائق مطالعہ ہے۔ موصوف کو بھی اس بات کا شکوہ ہے کہ ”ماضی قریب کی ہماری ان شخصیتوں میں جنہیں امام احمد رضا کا قرب میسر آیا بڑے قیمتی آگینے مستور ہیں۔ ان آگینوں کی شعاع ریزی سے ہر قافلہ حیات اپنی کامیاب سمت متعین کر سکتا ہے۔ مگر غفلت شعار قوم نے ایسے لعلوں کو طاق نسیاں کی نذر کر دیا ہے کہ جنہیں ترازو کے جس پلڑے پر رکھ دیا جائے وزن کے بوجھ سے ہیرا جھک جائے۔“ اس تقریظ کے علاوہ ”حرف آرزو“ کے عنوان سے نبیرہ محسن ملت مولانا اکبر علی فاروقی صاحب کی بھی ایک مختصر تحریر شامل کتاب ہے۔

اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا حصہ اسے قرار دے سکتے ہیں جس میں مرتب نے محسن ملت کی سوانح و شخصیت کے مختلف گوشوں پر اجمالاً روشنی ڈالی ہے۔ یہ صفحہ 15 سے شروع ہو کر صفحہ 37 پر ختم ہوتا ہے۔

## محسن ملت اکابرین کی نظر میں ناقدانہ مطالعہ

ڈاکٹر چاند نظامی صاحب ہزاری باغ

”تاریخ وہ طاق صداقت ہے جس میں ماضی کی یادوں کے چراغ ہمیشہ جلتے رہتے ہیں۔ بے اعتنائی، لاپرواہی، بے رغبتی اور غفلتوں کے جھونکے اسے لاکھ بھانے کی کوشش کریں مگر بچھا نہیں پاتے کیونکہ تاریخ ماضی کی یافت کا دوسرا نام ہے۔ جب بھی تاریخ کے سمندر میں یادوں کا حباب اٹھے گا تو گو ہر شب تاب ضرور چمکے گا، ٹکھرے گا اور نظروں میں اپنا مقام بنالے گا۔“

برہنی صداقت و حقیقت یہ الفاظ ہیں زیر تبصرہ کتاب کے مرتب مولانا محمد قمر الزماں مظفر پوری کے، جنہوں نے تاریخ کے بعض گمشدہ اوراق کی دریافت کا فریضہ انجام دیا ہے اور اسے ”محسن ملت ارباب علم و دانش کی نظر میں“ کے نام سے پیش کر کے اہل علم و تحقیق کو بھرپور دعوت فکری دی ہے کہ اس کے خاکستر میں کیسی کیسی چنگاریاں تھیں جن پر غفلت و بے اعتنائی کی دبیز تہہ جم چکی ہے اور تحقیق و تدوین کے اس عہد جدید میں بھی اس خاکستر کو کریدنے والے خال خال ہی نظر آتے ہیں۔ حالانکہ یہ وقت کی اشد ضرورت ہے کہ اس خاکستر کو کرید کر ان چنگاریوں کی حدت و تپش سے سرد مہری کی شکار اس قوم کو گرمایا جائے۔

کتاب کے دوسرے حصے میں محسن ملت کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے والے 54 علماء صوفیا اور عصری جامعات کے فاضلین کی آراء شامل ہیں جو دراصل اس کتاب کا موضوع ہے۔ اہم شخصیات کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ تاجدار اشرفیت حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ (کچھوچھ) حجتہ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ (بریلی)، برہان ملت حضرت مولانا برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمہ، حافظ ملت حضرت مولانا عبدالعزیز علیہ الرحمہ مبارکپور، احسن العلماء حضرت سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں رحمۃ اللہ علیہ مارہرہ، تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری میاں بریلوی، شیر بہار مناظر اہل سنت حضرت مفتی محمد اسلم صاحب مقصود پور مظفر پور، شہزادہ امین شریعت حضرت مفتی محمود احمد رفاقی، ڈاکٹر حسن رضا خاں صاحب پٹنہ، خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ علیہ آباد، قائد اہلسنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ جمشید پور، مولانا وارث جمال قادری ممبئی، مولانا عبدالکبیر نعمانی، مولانا ڈاکٹر غلام بیگی انجم صاحب دہلی، علامہ سید اولاد رسول قدسی امریکہ، ڈاکٹر امجد رضا امجد پٹنہ، پروفیسر فاروق احمد صدیقی مظفر پور، الحاج سعید نوری صاحب ممبئی اور راز الیٰ آبادی مرحوم وغیرہ۔

ان شخصیات کے تاثرات سے محسن ملت کی سیرت و شخصیت کے مختلف گوشوں پر اجمالاً روشنی پڑتی ہے اور بہت حد تک ان کی سرگرم زندگی کے مختلف اوراق پر پڑے غبار صاف ہو جاتے ہیں۔ دو اقتباسات ملاحظہ ہوں۔ علامہ مشتاق احمد نظامی فرماتے ہیں۔

”اگر وہ دارالافتاء کے عظیم فقیہ، درس گاہ کے کامیاب مدرس اور افاق خطابت کے

آفاقی خطیب تھے تو میدان سیاست کے شہرہ آفاق قائد بھی تھے۔ انہوں نے سیاست کو چھوڑا اور سونگھا تھا اس میں ڈوبے نہیں تھے۔ وہ ایک صوفی منش درویش، عارف حق آگاہ اور وقت کے جید عالم تھے۔“ ص-۴۰

اور مولانا محمود عالم صاحب رشیدی ممبئی یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:

”چاند کی چاندنی میں سفر کرنا اور گلشن کے بیچ رہ کر مسکرانا سب کو آتا ہے مگر کانٹوں میں رہ کر تبسم بکھیرنا، کفر کی تاریکیوں میں اسلام کا چراغ روشن کرنا اور بدعتیہ کی شب دیہجور میں حسن عقیدت کی شمع فروزاں کرنا حضور محسن ملت کا بڑا تاریخی کارنامہ ہے جس کی شہادت مدھیہ بھارت کا ہر ذرہ دے رہا ہے۔“ (ص ۵۳، ۵۴)

حالانکہ مرتب نے ان اقتباسات کے ماخذات کا تذکرہ نہیں کیا ہے کہ مشاہیر کے یہ تاثرات انہیں کن ذرائع سے حاصل ہوئے۔ اگر وہ ان تاثرات کے ساتھ حوالہ جات بھی درج کرتے جاتے تو کتاب کو مزید سند اعتبار حاصل ہو جاتا۔ نیز اس باب میں حفظ مراتب کا بھی خیال نہیں رکھا گیا ہے۔

اسی حصے میں شامل مفتی محمد عالم نوری مصباحی کے نام کے ساتھ دارالعلوم غوث اعظم ہزاری باغ کا تذکرہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی کہ آخر کیوں اب تک اس کا علم راقم کو نہ ہوسکا۔ جب کہ ہزاری باغ ضلع کے تمام مدارس کی فہرست راقم کے پاس محفوظ ہے۔

بہر کیف ڈیمائی ساز کی یہ کتاب دیدہ زیب سرورق سے آراستہ ہے۔ سفید عمدہ کاغذ پر کمپیوٹر انزڈ ٹائپنگ کے بعد مرکزی محسن ملت کمیٹی رائے پور نے اسی سال اس کی طباعت کرائی ہے۔ پروف ریڈنگ کے باوجود کئی جگہوں پر کتابت کی غلطی موجود ہے۔ ایک جگہ یہ تضاد بھی نظر آتا ہے۔ ”جس کی پاداش میں ۱۲ جون ۱۹۳۲ء سے ۱۲

فروری ۱۹۲۳ء تک دفعہ ۱۳۲ کے تحت جیل کی تاریک کوٹھری کا آپ کو خیر مقدم کرنا پڑا۔  
(ص-۱۲)

”تقریباً ایک سال پانچ ماہ کے بعد جیل سے رہائی ملی۔“ (ص-۲۲) پہلی عبارت سے ظاہر ہے کہ قید کی مدت صرف ۷ ماہ تھی اور اگر ۱۹۲۳ء کے بجائے رہائی کا سال ۱۹۲۴ء مان لیا جائے تو بھی یہ مدت ایک سال ۷ ماہ ہوگی نہ کہ ایک سال پانچ ماہ۔ امید ہے کہ آئندہ ایڈیشن میں مولانا یہ معممہ سلجھالیں گے۔

مختصر یہ کہ مولانا کی یہ کوشش کئی اعتبار سے لائق تحسین ہے۔ کتاب کی اہمیت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ محسن ملت پر تحقیق کرنے والا کوئی بھی شخص اب اس کتاب کو نظر انداز نہیں کر سکے گا۔ ویسے محسن ملت کے وقیع کارناموں کو اجاگر کرنے کے لئے اب بھی ایک ضخیم کتاب کی ضرورت باقی ہے اور اگر ملت کے سر سے یہ قرض مولانا قمر الزماں صاحب مظفر پوری ہی اتار دیں تو یقیناً معاصرین کے درمیان ان کا رتبہ مزید بلند ہو جائے گا۔



## محسن ملت زندہ باد

نقیب اہل سنت حضرت مولانا سید علی احمد سیوانی علی گڑھ

یادوں میں سرکار کی عظمت محسن ملت زندہ باد  
 فکروں میں تنویر رسالت محسن ملت زندہ باد  
 ہونٹوں پہ اذکار رسالت محسن ملت زندہ باد  
 آنکھوں میں انوار نبوت محسن ملت زندہ باد  
 آپ سے راضی شاہ رسالت محسن ملت زندہ باد  
 آپ سے خوش رحمن کی رحمت محسن ملت زندہ باد  
 قدرت کی شہکار سی صنعت محسن ملت زندہ باد  
 کیسے بیاں ہو آپ کی عظمت محسن ملت زندہ باد  
 آپ کے دل میں محب رسالت محسن ملت زندہ باد  
 آپ کے سر پہ تاج ولایت محسن ملت زندہ باد  
 سب کی زباں پہ آپ کی مدحت محسن ملت زندہ باد  
 آپ سراپادین کی خدمت محسن ملت زندہ باد  
 آپ پہ قرباں صدق و صداقت محسن ملت زندہ باد  
 آپ پہ نازاں شان عدالت محسن ملت زندہ باد

جس طرف بھی دیکھئے علم کی ضو پاشیاں  
 ہے ضیائے علم و حکمت محسن ملت کی ذات



قصرِ شاہی آپ ہیں زینتِ محسن ملت زندہ باد  
 باغِ عطا کی آپ ہیں نگہتِ محسن ملت زندہ باد  
 دولتِ دنیا دین کی خدمتِ محسن ملت زندہ باد  
 حاصل ہے انعام کی صورتِ محسن ملت زندہ باد  
 آپ کا چہرہ آپ کی صورتِ محسن ملت زندہ باد  
 جس پہ قرباں پھول کی رنگتِ محسن ملت زندہ باد  
 نازش امت فخریاستِ محسن ملت زندہ باد  
 حاصل ہے کیا شان شرافتِ محسن ملت زندہ باد  
 فکر پہ قرباں روحِ بلاغتِ محسن ملت زندہ باد  
 بات سے ظاہرِ محسن فصاحتِ محسن ملت زندہ باد  
 کہتے ہیں یہ اہل ضرورتِ محسن ملت زندہ باد  
 سب پر ہے احسان بکثرتِ محسن ملت زندہ باد  
 نورِ بداماں آپ کی تربتِ محسن ملت زندہ باد  
 جس پہ تصدقِ غلہ کی زینتِ محسن ملت زندہ باد  
 مہکی مہکی آپ کی خلوتِ محسن ملت زندہ باد  
 روشن روشن آپ کی جلوتِ محسن ملت زندہ باد  
 آپ ہیں مہرِ چرخِ شریعتِ محسن ملت زندہ باد  
 آپ ہیں شمعِ بزمِ طریقتِ محسن ملت زندہ باد  
 آپ کی ہر آواز میں لذتِ محسن ملت زندہ باد  
 آپ کے ہر انداز میں ندرتِ محسن ملت زندہ باد

اہلِ عقیدت اہلِ محبتِ محسن ملت زندہ باد  
 کرتے ہیں سب آپ کی عزتِ محسن ملت زندہ باد  
 ذکرِ نبی ہے روح کی لذتِ محسن ملت زندہ باد  
 کرتے ہیں سرکار کی مدحتِ محسن ملت زندہ باد  
 کہتے ہیں سب اہلِ سنتِ محسن ملت زندہ باد  
 تاباں ہے یوں آپ کی قسمتِ محسن ملت زندہ باد  
 ڈھونڈھے سے ملتا ہے کہاں محسن ملت زندہ باد  
 آپ کے جیسا قاند ملتِ محسن ملت زندہ باد  
 کیوں نہ بٹھائیں اہلِ سنتِ مند دل پر آپ کو ہر دم  
 حسن سراپا نور کی طلعتِ محسن ملت زندہ باد  
 دل کو یوں مسح کرے ساری ظلمتِ دور کرے  
 حسنِ تکلمِ سحرِ خطابتِ محسن ملت زندہ باد  
 فاروقی کردار کا جلوہ نفسِ نفس سے روشن ہے  
 باتوں میں خوشبوئے شریعتِ محسن ملت زندہ باد  
 آپ تو ہیں سرکار کے شیدا آپ تو ہیں حسنین کے عاشق  
 آپ کو ہے بغداد سے نسبتِ محسن ملت زندہ باد  
 نظمِ علی ہے آپ کی مدحتِ محسن ملت زندہ باد  
 پڑھتے ہیں سب اہلِ عقیدتِ محسن ملت زندہ باد

## بہار کی صورت

شمیم کرون مفتی شمیم القادری صاحب مظفر پور

سرور و کیف میں ڈوبی ہوئی قرار کی صورت      نظر جو آئی ہے عالی وقار کی صورت  
شعور و فکر کے آئینہ دار کی صورت      نظر میں ہے تقویٰ شعار کی صورت  
عطائے رحمت پروردگار کی صورت      ادائے محسن ملت کے پیار کی صورت  
طفیل حضرت حامد علی خدا کی قسم      نفس نفس کو ملی ہے قرار کی صورت  
انہیں کے جلوؤں میں کھویا ہوا ہے رائے پور      ہے ذرہ ذرہ میں ان کی بہار کی صورت  
یتیم خانہ کی صورت میں اہل سنت کو      دیازمانے کو تو نے وقار کی صورت  
تمہارے قدموں کی برکت ہے محسن ملت      بدل گئی ہے غریب الدیار کی صورت  
شمیم رحمت باری ہوان کی تربت پر  
سکون بخش ہے جن کے مزار کی صورت

## تیری تربت کو سلام

مولانا محمد صلاح الدین ضیا مصباحی اورنگ آباد، بہار

محسن ملت سلام محسن ملت سلام  
بربط ہستی سے ہم آہنگ سوز و ساز ہے  
فکر شاعر مثل شاہیں مائل پرواز ہے  
شق ہوا سینہ قلم کادل میں کیسا راز ہے  
سر کے بل چل کر لکھا ہے تیری مدحت کو سلام  
محسن ملت سلام محسن ملت سلام  
صد ہزاروں میں درخشاں ایک تیری ذات ہے  
نسبت فاروق سے ظاہر تری اوقات ہے  
اوج ہمت کے مقابل ہر بلندی مات ہے  
سب کے دل میں بس گئی ہے تیری عظمت کو سلام  
محسن ملت سلام محسن ملت سلام  
جس کے سر پہ غوث کا سایہ ہے خواجہ کا کرم  
اعلیٰ حضرت کا ہے جاری جس پہ فیضان اتم  
تجھ سے قائم ہے یقیناً علم و حکمت کا بھرم  
تیری نسبت تیری قسمت تیری تربت کو سلام  
محسن ملت سلام محسن ملت سلام  
ساقیا ہے تیرے خم سے ہی خمائے رائے پور  
ہند میں ہے تیرے دم سے ہی پیارے رائے پور

## خراج عقیدت

ڈاکٹر نعیم ساحل الہ آباد (یوپی)

مردِ مومن کی طرح تشریف لائے وہ یہاں  
ان کی آمد سے چھٹا ہر سو جہالت کا دھواں  
زندگی اچھی گزاروان کا یہ پیغام تھا  
عمر بھر ہاتھوں میں ان کے پرچم اسلام تھا  
ان سے پہلے چھتیس گڑھ میں کوئی بھی رہبر نہ تھا  
اس شہر میں ان کا کوئی ثانی و ہمسر نہ تھا  
کفر کی جانب بڑھے تو ختم کر ڈالا اسے  
پھر نظر آیا نہ کوئی ماننے والا اسے  
قوم کو باہر نکالا حلقہ ناکام سے  
اک مدرسہ آج بھی قائم ہے ان کے نام سے  
وہ مجاہد عالم دیں صاحب ایمان تھے  
ان کی خوبی سے سبھی واقف سیاست دان تھے  
پھولپور میں آ کے رکتے تھے وہ ڈیرا ڈال کے  
کام آئے تھے ایکشن میں جواہر لال کے  
اہل دنیا کی نظر میں وہ تھے اللہ کے ولی  
گلشن فاروقیت کے پھول تھے حامد علی  
سرزمین رائے پور کا گوشہ گوشہ کھل اٹھا  
محسن ملت کا ساحل جب خطاب ان کو ملا

اونچا ہے تیرے قدم سے ہی وقار رائے پور  
تیری شہرت تیری شوکت تیری رفعت کو سلام  
محسن ملت سلام محسن ملت سلام  
رخ ہدایت کے لئے کیوں متھرا دکاشی کریں  
ذرے ذرے تیری راہوں کے کرن پاشی کریں  
تیری چوکھٹ پہ ستارے آ کے شب باشی کریں  
کتنے ارشد بن گئے تیری سیاست کو سلام  
محسن ملت سلام محسن ملت سلام  
سنتِ کابول بالاتیرے دم سے ہو گیا  
ظلمتوں میں یوں اجالاتیرے دم سے ہو گیا  
نجہدیت کا منہ بھی کالا تیرے دم سے ہو گیا  
تیری صولت تیری سطوت تیری غیرت کو سلام  
محسن ملت سلام محسن ملت سلام  
اک رسالہ معارف محسن کا اجرا کیجئے  
سینوں کے دل کو ٹوڑج خضر کیجئے  
لیجئے شجرہ ہے یہ اب وردِ شجرہ کیجئے  
اہل سنت دیتے ہیں تیری شجاعت کو سلام  
محسن ملت سلام محسن ملت سلام  
راستے کی ظلمتوں سے کیا مجھے خوف و خطر  
داغِ عشق محسن ملت تو ہے رشکِ قمر  
اے ضیاء قائم ہے تم پہ ان کا فیضان نظر  
ساتھ ہے لمحہ بہ لمحہ تیری شوکت کو سلام  
محسن ملت سلام محسن ملت سلام

# مشعل راہِ ہدایت محسن ملت کی ذات

ڈاکٹر محمد اسماعیل فاتر مظفر پوری

جان ملت شان ملت محسن ملت کی ذات  
 مشعل راہِ ہدایت محسن ملت کی ذات  
 پورے چھتیس گڑھ میں تیرے فیض کا دریا رواں  
 رہبر دین و شریعت محسن ملت کی ذات  
 اعلیٰ حضرت کے مشن کے ترجمان تھے بالیقین  
 اہل سنت کی عقیدت محسن ملت کی ذات  
 کتنے حافظ اور قاری آپ نے پیدا کئے  
 پاسبان دین و سنت محسن ملت کی ذات  
 دین کی شمع جلانی کفر کے طوفان میں  
 قاطع کفر و ضلالت محسن ملت کی ذات  
 جس طرف بھی دیکھئے علم کی ضو پاشیاں  
 ہے ضیائے علم و حکمت محسن ملت کی ذات  
 مدھیہ بھارت کے لئے فاتر یقیناً دیکھئے  
 ہے خدا کی خاص رحمت محسن ملت کی ذات